



# قرآن مجید

بحیثیت ماخذ سیرت



مولانا محمد عمر اسلم اصلاحي





# قرآن مجید

## بحیثیت ماخذ سیرت

مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی

مکتبہ قاسم العلوم

M-2864/2

www.marfat.com

2000/11/11  
0141 8  
135469  
5-

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت	نام کتاب
مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	نام مؤلف
ملک اسد علی قاسمی	اہتمام
گنج شکر پریس	مطبع
مکتبہ قاسم العلوم	ناشر

ڈسٹری بیوٹر

ملک اینڈ کمپنی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

042-37248209

## فہرست مضامین

صفحہ

۲..... عرض ناشر

۷..... پیش لفظ

۱۲..... مقدمہ: مولانا ابوالکلام آزادؒ

۲۰..... تمہید

### باب اول.....

۲۲..... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف

۳۲..... آپؐ کی بعثت

۵۳..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حامل وحی ہیں

۷۱..... مزاج رسالت محمدیؐ

۸۱..... رسالت محمدیؐ کی تائید

۹۹..... رسول رحمتؐ کے اقتدا کا حکم

۱۰۱..... اہل کتاب کو بھی آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل تھی

- تورات و انجیل میں درج صفات محمدی کا حوالہ ..... ۱۰۳
- آپ کے اخلاق و اوصاف ..... ۱۰۸
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم ..... ۱۲۲
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی من جانب اللہ حفاظت و صیانت کی ضمانت .. ۱۲۹
- اہل ایمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی ..... ۱۳۵
- امتیازات و خصائص ختم الرسل ..... ۱۳۷
- رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے والوں کا انجام ..... ۱۵۸
- رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ایمان کا لازمی تقاضا ہے ..... ۱۶۲
- سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں اور منافقوں کے اعتراضات اور اللہ کا جواب ..... ۱۶۶
- من جانب اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تثبیت و تسلی ..... ۱۸۸
- اللہ کا اپنے رسول سے وعدہ ..... ۲۰۵
- اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ..... ۲۰۸
- اللہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ..... ۲۱۳
- معراج نبوی ..... ۲۲۱
- آپ کی ہجرت اور رفقاء ہجرت کا مرتبہ و مقام ..... ۲۲۳
- ازواج نبی ..... ۲۳۰
- فریضہ شہادت حق ..... ۲۳۲

## باب دوم

- دعوت ..... ۲۴۰

۲۵۱	.....	ارکان دعوت
۲۵۱	.....	توحید
۲۵۲	.....	الوہیت
۲۶۶	.....	ربوبیت
۲۷۹	.....	شریعت الہی کی پابندی
۲۹۲	.....	اقامت دین
۲۹۳	.....	تین اوامر
۲۹۳	.....	عدل
۲۹۳	.....	احسان
۲۹۶	.....	ایتائے ذی القربیٰ
۲۹۷	.....	تین منہیات
۲۹۷	.....	فحشاء
۲۹۸	.....	منکر
۲۹۹	.....	نبی
۳۰۲	.....	ملی اتحاد
۳۱۱	.....	اطاعت رسول
۳۱۷	.....	دعوت کے تدریجی مراحل
۳۱۷	.....	پہلا مرحلہ
۳۲۱	.....	دوسرا مرحلہ
۳۳۶	.....	تیسرا مرحلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرضِ ناشر

قرآن مجید کی مانند صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زندگی بھی اتھاہ سمندر کی طرح ہے اور کیوں نہ ہو کہ قرآن مجید میں غور و تدبر کرنے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے لازم ہے کہ اُس ذات بابرکات سے بخوبی متعارف ہو جائے، جس پر قرآن نازل ہوا ہے، آپ کی حیات طیبہ کے بہت سے ایسے گوشے ہیں جن پر تاقیامت غور و فکر کا سلسلہ جاری رہے گا اس لیے کہ آپ کا اسوہ حسنہ قیامت تک کے لیے ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر غالباً خالق کائنات نے قرآن مجید میں آپ کی پوری زندگی اور اس کے تمام پہلوؤں کو محفوظ کر دیا تاکہ قرآن میں غور و فکر کرنے والے اہل علم اس سمندر میں غوطہ زن ہوتے رہیں اور اپنے وقت اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق اس سے موتی چنتے رہیں۔

منکرین حدیث بالخصوص مستشرقین کی جان توڑ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح صاحب قرآن کو قرآن سے علیحدہ کر دیا جائے، انہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ اس عمل سے یہ کتاب، کتاب چیتاں بن کر رہ جائے گی اور حیات رسول کے بغیر اس کو سمجھنا ناممکن ہو جائے گا۔ لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ خود قرآن نے حیات رسول کو کس طرح اپنے اندر سمولیا ہے کہ تاقیامت اُن کی اس خواہش کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔



ضرورت ہے کہ اہل علم حضرات قرآن و احادیث کی روشنی میں غور و تدبر کرتے رہیں، فکر و عمل کے مختلف گوشوں پر دادِ تحقیق دیتے رہیں اور اس طرح ہر زمانے میں نئے نئے علوم اور فکری و نظری چیلنجز کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ نئی نسل تعلیم یافتہ ہے، جدید ذرائع ابلاغ اور ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہے البتہ اس کی اکثریت مغربی افکار سے متاثر ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اس کی پوری تعلیم و تربیت اسی مغربی تعلیم کے نظام میں ہوئی ہے۔ اس لیے علماء امت کا یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ قدیم طریق کار سے استفادہ کرتے ہوئے، جدید اسلوب و لہجے میں آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں، وہ اس پر غور کریں کہ ہمارے یہ باصلاحیت نوجوان کس طرح جدید ٹکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ تعمیر معاشرہ میں اپنا رول ادا کرنے کے اہل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح عصری تعلیم گاہوں سے وابستہ اساتذہ اور طلبہ و طالبات کو اس پہلو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کے ذریعہ کس طرح قدیم سرمایے سے استفادہ کر سکتے ہیں اور اسلامی فکر کو عصر حاضر کے جدید اسلوب میں نئی نسل تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہ دنیائے انسانیت کی یقیناً بڑی خدمت ہوگی بشرطیکہ آپ میدانِ کارزار میں ہر قدم پر قرآن و صاحبِ قرآن سے مضبوطی سے وابستہ رہیں۔

مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی صاحب استاذ قرآن مجید و عربی ادب مدرسۃ الاصلاح سرانے میر، اعظم گڑھ، مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے خالص قرآن کی آیات کی روشنی میں سیرت رسول کو یکجا کر دیا اور اس طرح علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کا سامان فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر سے نوازے، ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی آپ اپنی کوششیں جاری رکھیں گے اور قرآن مجید کے دیگر بہت سے پہلوؤں پر بھرپور توجہ دیں گے۔

اس موقع پر ہم اس حقیقت کا اظہار کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے محققین

مصنفین محض اپنے ذاتی شوق و دلچسپی کی بناء پر تحقیق و تصنیف کے دشوار گزار مراحل طے کرتے ہیں اور نامعلوم کس طرح کے حالات سے گذرتے ہیں، اس کے عوض میں اگر بہت ہوتا ہے تو یہ کہ اُن کی کتاب ہزار دو ہزار کی تعداد میں شائع ہو جاتی ہے، اشاعت کے سلسلے میں بھی بڑے کٹھن مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے اور اس کے بعد پھر یہ ہوتا ہے کہ یا تو کتابیں بطور ہدیہ اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کی جائیں اور اگر اُسے فروخت کرنا ہو تو ایک ہزار نئے فروخت کرنے کے لیے پانچ دس سال انتظار کیا جائے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قیمتی سے قیمتی کتاب کا دوسرا ایڈیشن آ ہی نہیں پاتا یا اگر اس کا موقع آیا بھی تو اس دوران ایک مدت کا فاصلہ ہوتا ہے، غالباً اس کی بنیادی وجہ ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر ذوق مطالعہ کی کمی ہے۔ اس کی تلافی کے لیے ملت کے علم دوست اور اصحاب ثروت حضرات کو اپنا گراں قدر تعاون پیش کرنا چاہئے، ممکن ہے اُن کے تعاون سے اس بحر ان پر قابو پایا جاسکے۔

مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی صاحب کی اس اہم تصنیف ”قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت“ کی اشاعت کو ہم قابل فخر محسوس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اسے قبول عام حاصل ہو۔

ڈاکٹر سکندر علی اصلاحی



## پیش لفظ

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے ۱۰ ستمبر ۲۰۱۰ء کو ”مصادر سیرت“ کے مرکزی موضوع پر ایک اہم اور وقیع سمینار کیا تھا جس میں مجھے بھی بحیثیت مقالہ نگار شرکت کی دعوت دی تھی۔ قرآن مجید کا ایک طالب علم ہونے کی وجہ سے میں نے اپنے لئے موضوع ”سیرت رسول ﷺ کا اہم ترین ماخذ قرآن مجید“ منتخب کیا تھا۔ اس موضوع کے انتخاب پر ہمارے بزرگ پروفیسر اشتیاق احمد ظفر اور برادر مکرم مولانا عمیر الصدیق ندوی نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ موضوع کے انتخاب کے وقت یہ خوش فہمی تھی کہ سیرت کی کتابوں میں اس پر خاصا مواد مل جائے گا لیکن جب کتب سیرت کا اس حیثیت سے مطالعہ شروع کیا تو نہ صرف یہ کہ بڑی مایوسی ہوئی بلکہ میری الجھن میں بھی اضافہ ہو گیا کہ مواد کہاں سے لاؤں گا۔ پھر جب مولانا ابولکلام آزاد کی وہ تحریر نظر سے گزری جس میں انہوں نے علامہ شبلی نعمانی سے گزارش کی تھی کہ وہ اپنی سیرت کی کتاب میں ایک ایسا باب ضرور باندھیں جس میں سیرت نبوی ﷺ کا ماخذ اور مصدر قرآن مجید کو قرار دیا گیا ہو، اور انہوں نے جواب میں یہ فرمایا کہ اتنا مواد قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے تو پریشانی اور بڑھ گئی کہ جس کام میں شمس العلماء کو تامل ہو رہا تھا وہ کام مجھ جیسے معمولی طالب علم سے کیوں کر ہو سکے گا لیکن جب میں نے دیکھا کہ علامہ شبلی نعمانی نے اس جانب توجہ

مبذول فرمائی کی تو بڑا ذخیرہ اکٹھا کر رہا تو مجھے بھی حوصلہ ملا اور میں نے خود قرآن مجید کا مطالعہ بحیثیت ماخذ سیرت شروع کیا تو اتنے گوشے سامنے آئے کہ مجھے مولانا آزاد کی وہ بات بالکل درست معلوم ہونے لگی کہ قرآن مجید سیرت نبوی کا بہت بڑا اور مکمل ماخذ ہے۔ اس کے باوجود پتہ نہیں کیوں عام طور پر سیرت نگاروں نے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ پھر میں نے اپنی استعداد اور بساط کے مطابق کوشش شروع کر دی۔ سمینار کا مقالہ تو چھوٹا اور مختصر ہی لکھا تھا کہ سمیناروں میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی لیکن میں نے اپنا مطالعہ جاری رکھا اور حاصل مطالعہ نوٹ کرتا رہا جب اتنا مواد اکٹھا ہو گیا کہ اسے باقاعدہ تحریری شکل دی جاسکتی تھی تو اسے مرتب کرنا شروع کر دیا اور جو کچھ لکھتا جاتا تھا اسے مدرسہ الاصلاح کے ترجمان سہ ماہی ”رسالہ نظام القرآن“ میں قسط وار اشاعت کے لئے دیتا جاتا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ اس پر اہل علم کے جو نقد و استدراک آتے رہیں گے۔ ان کی روشنی میں اپنا مضمون درست اور مزید بہتر کرتا جاؤں گا۔ نقد و استدراک تو سامنے نہیں آئے لیکن بعض احباب اور علم دوست حضرات نے بڑے حوصلہ افزا کلمات سے نوازا۔ برادر محترم ملک زبیر احمد فلاحی نے تو اسکی اہمیت کے پیش نظر سارا کام چھوڑ کر اسے مکمل کر ڈالنے پر زور دیا اور برادر عزیز ڈاکٹر سکندر علی اصلاحی نے اس کی اشاعت کے لئے ادارہ دعوت القرآن کی خدمات ہی پیش کر دیں، تو اس سے بڑا حوصلہ ملا اور کام کا تسلسل ٹوٹنے نہیں پایا اور اب بحمد اللہ یہ مواد آپ کے سامنے ہے۔

بعض احباب کی خواہش تھی کہ اس کتاب کے مقدمہ کے طور پر مولانا ابوالکلام آزاد کی وہ تحریر شامل کتاب کر لی جائے جس میں انہوں نے قرآن مجید کو بحیثیت ماخذ سیرت پیش کرنے کی خواہش کی تھی اور جس میں سیرت نگاروں کی اس طرف سے بے اعتنائی پر درد کا اظہار کیا تھا۔ خصوصاً برادر مکرم مولانا عبدالخلیم فلاحی نے تو اس پر اتنا اصرار کیا کہ وہی میری فکر بن گیا۔ چنانچہ میں نے مولانا آزاد کی وہ تحریر جو ان کی کتاب ”تذکرہ“ میں

تذکرہ نمبر ۲۲ کے تحت تھی، اس کتاب کے مقدمہ کے طور پر شامل کر لینے کی جرأت کر ڈالی۔ میں نے اپنی حد تک پوری کوشش کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے زیادہ سے زیادہ گوشے سامنے آجائیں، لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنی کم علمی اور بے مائیگی کی وجہ سے اس میں بہت زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ تاہم جو کچھ سامنے آ گیا ہے وہ بھی کسی ایک کتاب میں شاید سب سے زیادہ ہو۔

قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کے جن تابناک پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے وہ بھی ایک مستقل عنوان ہے، اس پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے اور وہ بھی سیرت نبوی ﷺ ہی کے حصے ہیں، کیوں کہ ان کی زندگیوں کے سارے تابناک پہلو اسی آفتاب عالم تاب کی کرنیں ہیں۔

اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کی ذات، شخصیت اور رسالت و نبوت سے بھی بحث کی گئی ہے اور آپ کی دعوت و کردار سے بھی۔ اگر یہ حقیر کوشش سیرت طیبہ کے حوالے سے قرآن مجید کی مصدریت اور ماخذیت کو نمایاں کرنے میں کچھ بھی کامیاب ہوتی ہے تو میں اسے اپنے لئے ایک بڑی کامیابی تصور کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔

محمد عمر اسلم اصلاحی

مدرسۃ الاصلاح، ہررائے میرا عظیم گڑھ



## مقدمہ

### مولانا ابوالکلام آزادؒ

لوگوں نے حیات و سیرت طیبہ ختم المرسلین پر اس حیثیت سے بہت کم نظر ڈالی ہے کہ اگر روایات و دفاتر تاریخی سے قطع نظر کر لیا جائے اور صرف قرآن حکیم ہی کو سامنے رکھا جائے، تو آپ کی سیرت و حیات پر کیسی روشنی پڑتی ہے! اور جس طرح قرآن اپنی کسی بات میں اپنے غیر کا محتاج نہیں، اسی طرح اپنے حامل و مبلغ کے وجود حیات کے بیان میں بھی خارج کا محتاج نہیں! اصحاب سیر و محدثین کرام نے فضائل و مدارج منصوصہ قرآنیہ کے تو باب باندھے ہیں، مثلاً قاضی عیاض نے ”شفا“ کے متعدد ابواب میں قرآن حکیم کی آیات سے متعلق فضائل و مدارج جمع کی ہیں، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے، آج تک کبھی اس کی کوشش نہیں کی گئی کہ صرف قرآن حکیم میں دائرۃ استناد و اخذ، محدود رکھ کر ایک کتاب سیرت میں مرتب کی جائے۔ جس زمانہ میں مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سے سیرت نبویہ کے بارے میں تذکرے رہتے تھے، تو ایک مرتبہ مجھے اس کا خیال ہوا تھا، میں نے کہا آپ سیرت میں ایک خاص باب یا سیرت کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجیے: ”قرآن اور سیرت محمدیہ“ اور اس میں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع

کر کے دکھلائیے کہ خود قرآن سے کہاں تک آپ کی شخصیت اور آپ کے وقائع و ایام معلوم ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، ان کی طبیعت میں ایک خاص بات یہ تھی کہ کوئی معاملہ ہو وہ اسکی ابتدا ہمیشہ شک اور تردید سے کیا کرتے تھے، اور جب تک یقین کرنے کے لیے مجبور نہ ہو جائیں، یقین نہیں کرنا چاہتے تھے، اس چیز نے ان کی عملی زندگی کو بھی (یعنی کاروبار و انتظامات کی زندگی کو) بہت نقصان پہنچایا اور وہ کوئی عملی کام جم کرنے کر سکے، ندوہ کے معاملے میں جو الجھاؤ لوگوں نے ڈالے، وہ ان کے اسی ضعف یقین و عدم جزم و صلابت ارادہ کا نتیجہ تھا، ورنہ ان سے مخالفت کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ان کو جگہ سے ہٹا سکتا۔ بہر حال انہوں نے اس خیال پر بہت ہی پسندیدگی ظاہر کی، مگر وہی اپنی عادت کے مطابق اظہارِ شک و ناامیدی کہ اتنا مواد صرف قرآن سے کہاں نکل سکتا ہے کہ سیرت کا ایک باب مرتب ہو سکے! لیکن جب میں نے بہت اصرار کیا تو کہا اچھا تم اگر یہ ٹکڑا مرتب کر دو، تو سیرت کے ساتھ شامل کر دیا جائے، آخری یکجائی دہلی میں ہوئی تھی، اُس وقت انہوں نے کہا: اب مجھ کو بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ ممکن ہے اور بہت ہی اہم چیز ہوگی۔ چنانچہ دہلی سے آ کر میں نے کچھ وقت اس میں صرف کیا اور ایک مستقل سیرتِ نبویہ مجرّد قرآن حکیم سے ماخوذ و مستنبط شروع کر دی۔ جوں جوں قدم آگے بڑھتا گیا، نئے نئے دروازے کھلتے گئے، اور امید و توقع سے کہیں زیادہ وہ کامیابی ہوئی، گو یہ حقیقت پہلے سے پیش نظر تھی، حتیٰ کہ اس بارے میں بڑا ذخیرہ آیات کا ذہن میں مستحضر تھا، لیکن یہ بات تو کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں گزری تھی کہ جس کتاب کو بظاہر جا بجا ذکر احکام و مسائل و قصص گزشتگان سے مملو پاتے ہیں، اس میں اس قدر وافر ذخیرہ خاص شخص رسالت کے حالات و وقائع کا بھی موجود ہوگا۔ کتاب کے مرتب ہو جانے کے بعد جو دیکھا، تو ایک عجیب عالم نظر آیا، حیات و سیرت کا کوئی ضروری ٹکڑا ایسا نہیں ہے، جس کے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہ ہوں، اور پھر نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرت بلکہ صحابہ کرام کے حالات

وخصائص کا بھی کافی ذخیرہ موجود ملا۔ صحابہ کی جماعت درسگاہ تزکیہ و تعلیم نبوت سے نکلی ہوئی مومنون الاولون کی اولین جماعت تھی ویزر گئیہم و یعلمہم الکتاب والْحکْمَةَ۔ اس لیے اُن کے سوانح و ایام بھی سیرت نبویہ ہی کے مختلف اجزا ہیں، بلکہ ہدایت قرآنی و حکمت نبوی کے عملی و مجسم ثمرات ہونے کے لحاظ سے دلائل و آیات نبوت کے حکم میں داخل، پس یقیناً آپ کی سیرت مکمل نہ ہوتی، اگر اُن کے حالات بھی قرآن میں پوری شرح و تفصیل سے نہ ملتے اس ٹکڑے کو دیکھ کر مجھ کو آخری مرتبہ یقین اس بارے میں حاصل ہو گیا کہ اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں، اور دنیا نے جو کچھ چھٹی صدی عیسوی کے ایک ظہور دعوت کی نسبت سنا ہے وہ سب کچھ بھلا دے، اور صرف قرآن ہی دنیا میں باقی رہے، جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مقدسہ اور آپ کی سیرت و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکتے، صرف ایک قرآن ہی اس کے لیے بس کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو بتلا دے کہ اس کا لانے والا کون تھا؟ کیسے زمانے میں آیا؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و یگانہ کیسے تھے؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسی زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟ اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کن کاموں میں کتنی تھیں؟ اس نے کتنی عمر پائی؟ کون کون سے اہم واقعات و حوادث پیش آئے؟ پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس حال میں چھوڑ گیا؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی، تو دنیا کا کیا حال تھا؟ اور جب واپس نظر و داغ ڈالی، تو وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی تھی؟ غرض کہ ایک وجود و مقصد و وجود اور اعلام صداقت و عظمت کے لیے اس کے وقائع و مایعلق بہا و ما یناسب ذلک میں سے جن جن باتوں کی ضرورت ہو سکتی ہے، وہ سب کچھ صرف قرآن ہی کی زبانی دنیا معلوم کر لے سکتی ہے، اور اس بارے میں بھی قرآن اپنے سے باہر کا ابد محتاج نہیں، اور پھر یہ سب کچھ از قبیل اشارات و مرموزات



نہیں ہے جیسا کہ اربابِ نکات و دقائق کا طریق استنباط ہے، بلکہ صاف صاف اور کھلا کھلا بیان جو فقہاء کے طریق استنباط اشارۃً النص سے کہیں زیادہ واضح و ظاہر ہے، اور اگر رموز و اشارات و تلمیحات کا طریق اختیار کیا جائے، تو پھر خاص خاص آیتوں کو چھانٹنے کی کیا ضرورت؟ پورے قرآن میں بجز اس ایک ذکر کے اور کوئی ذکر ہی نہیں ہے! وکل الی ذلک الجمال یشیر اگر غور کیا جائے تو فی الحقیقت یہ معاملہ بھی منجملہ مہمات خصائص و اعجاز قرآن کے ہے۔ کسی پیغام کی صداقت جانچی نہیں جاسکتی، جب تک پیغام لانے والے کی صداقت و امانت نہ جانچی جاسکے، اور وہ ممکن نہیں، جب تک اس کی پوری زندگی اور زندگی کے وقائع و اعمال دنیا کے سامنے نہ ہوں، پس اس اعتبار سے آج تمام عالم میں اگر کوئی صحیفہ آسمانی ایسا ہے جو اپنے لانے والے کی زندگی کے وقائع و سوانح ہر زمانے اور ہر عہد میں خود اپنی زبانی سنادے سکتا ہے، تو وہ بحکم ہذا کِتَابُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ۔ بجز قرآن حکیم و محفوظ کے اور کوئی نہیں، اس کے علاوہ جس قدر کتب سماویہ (فی اعتقادنا او فی زعمہم) موجود ہیں، وہ یا تو اپنی صداقت کی اور ساری باتوں کی طرح اس بارے میں بھی بالکل خاموش و مظلم ہیں، حتیٰ کہ اپنے لانے والوں کے وجود کے اثبات سے بھی عاجز، اور اگر اس کی شخصیت کا ذکر کرتی بھی ہیں، تو ایسے مجہول و سراپا شکوک و ارتیاب کی شکل میں جس سے اثبات کی جگہ اور زیادہ سلب و نفی کا یقین پیدا ہو جاتا ہے، اور پھر جب اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ آج دنیا میں شہرت و تواتر، نقل و حفظ و روایت، اور توراتِ اسناد و قرأت، و تعاملِ کروڑہا نفوسِ عالم نسلاً بعد نسل و حین بعد حین، و تلاوتِ اوقاتِ خمسہ لیل و نہار (فضلاً عن تلاوتہ و تدبرہ فی کل حین و ان) کے اعتبار سے صرف یہی ایک کتاب قطعی و یقینی اور محفوظ و غیر مبدل ہے۔

بِحِثِّ لَا یَاتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (حم السجدہ: ۴۲)

وَ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لِحَافِظُوْنَ (الحجر: ۹) و بل هو قرآن

مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (البروج: ۲۲) و فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (العنكبوت: ۴۹) وغير ذلك من قواطع الحفظ والصيانة، اور اسی لیے علی وجہ الارض اسم و علم ”الکتاب“ کا مستحق اور کوئی نہیں، تو پھر ظاہر ہے کہ جس وجود و شخصیت اور اس کی حیات و سیرت کا اثبات و اعلام اس کتاب کے اندر ہوگا، اس کے وجود و سیرت سے بڑھ کر سماء دنیا کے نیچے اور کونسی انسانی ہستی قیامت تک کے لیے اثبت و اقوم ہو سکتی ہے؟ اور دنیا اپنی ہدایت کے لیے اگر کسی انسان کے آگے جھک سکتی ہے، تو اس انسانیت کبریٰ و عبدیت اعلیٰ و بشریت واحدہ کے سوا اور کون انسان ہے، جس پر آنکھوں سے دیکھنے والوں کی طرح ہمیشہ یقین کیا جاسکتا ہے؟ اور جس پر ایمان لانے کے لیے پچھلی امتیں اور نسلیں بھی پہلوں کی طرح قطعی و یقینی روشنی رکھتی ہیں؟ اور پھر جس وجود کی سیرت و حیات قیامت تک کے لیے اس طرح محفوظ و ثبت کر دی گئی ہو، علاوہ ان نقوش غیر فانی کے جو صفحہ عالم پر ثبت ہیں، اور جس کی زندگی کے وقائع طیبہ کو اس طرح سورج کی دائمی روشنی اور ستاروں کی یکساں سیر و حرکت کے دامن سے باندھ دیا ہو، کیوں نہ اس خاکدان جسم و زمان میں اُس کی موت و حیات یکساں ہو؟ اور کیوں اس کی دائمی حیات و قیام کے عقیدہ سے انسان کے تاریک دلوں کو انکار اور غافل روحوں کو گریز ہو؟

فی الحقیقت یہی معنی ہیں دیگر صد ہا معانی و حقائق ثابتہ کے اس رفع ذکر کے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور یہی وہ مقام ہے کہ جب اصحاب کشف و مشاہدات کے سامنے گھلا تو انہوں نے ”حقیقت محمدیہ“ کے احاطہ و حیات اور عدم زوال و بقاء استمرار کو تمام انبیائے کرام کے حقائق تعینات سے مافوق، اور بوجہ دائرۃ الدوائر اور مرکز ادوار تعینات مابعد اور نقطۃ الحیات فی الاصل و الحقیقت ہونے کے تمام انوار تعینات و وجود کو اس کی نورانیت کے سامنے بے فروغ و ماند پایا، اور اسی لیے شیخ اکبر نے اس کو تعین اول اور مورد صحیح ”اصطلاح“ ”عقل اول“ کا قرار دیا۔ اور پھر ”انسان کامل“ اور ”روح اعظم“ اور ”نفس واحدہ“ اور قلم

الاعلیٰ، اور ”نور الانوار“ اور ”نفس الکاآئنه“ سے بھی اس کو تعبیر کیا گیا کہ بلحاظ بقاء ذکر و دوام فیضان و حیات وہی ایک انسان الکاآئنه، روح الاعظم، اور النفس الواحدہ والکاآئنه ہے اور حیات معنویہ مستمرہ نوع و ارض کی مرکزیت صرف اسی کو پہنچتی ہے، اور اسی لیے قرآن حکیم نے صرف اسی وجود کو ”العبد“ سے تعبیر کیا کہ ساری عبودیتیں آنی و وقتی ہیں مگر صرف یہی وہ عبودیت کاملہ و واحدہ ہے جو ہمیشہ عباد و معبود میں واسطہ ہدایت اور ہمیشہ عبد کو معبود سے واصل کر دینے کے لیے ہی قائم ہے، قال العارف البوصیری:

منزه عن شریک فی محاسنہ

فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم!

اور چونکہ نوع انسانی کی سعادت و تنویر کا مرکز و مبداء وجود انبیائے کرام ہے، اور حقیقت محمدیہ بحکم و جنابک علیٰ ہوا لآء شہیداً ان سب سے مانوق اور شمس و کواکب اور صباح و مصباح کے معاملہ کا حکم رکھتی ہے، اس لیے حیات قائمہ و دائمہ کا نور الانوار اور مصباح المصابیح صرف وہی دائرہ ٹھہرا، اور اسی لیے شیخ اکبر وجیلی نے اس کو ”حقیقت الاسمائیہ“ اور ”لوح محفوظ“ سے بھی تعبیر کیا، سبحان اللہ! یہ آخری تسمیہ و تعبیر کس درجہ ترجمان حقیقت و اوفق بالشرع و العقل ہے دنیا میں جس قدر بھی ہدایت و تعلیم کی لوہیں تھیں، سب کے لیے تغیر و تبدل ہوا، حتیٰ کہ آج کوئی بھی محفوظ نہیں، لیکن اللہ اکبر مقام محمدی کی محفوظیت و مصونیت کہ اس کی سیرت طیبہ اور حیات حیہ و قائمہ کی لوح محفوظ کا ایک نقطہ بھی محو نہ ہو سکا، اور قرآن محفوظ و کتاب مسطور فی رق منشور اور فی صدور الذین اوتوا العلم میں اس کا ایک ایک حرف، ایک ایک لفظ اسی طرح نقش و ثبت ہے اور ہمیشہ رہے گا جس طرح قلم ازل نے اول صبح تعین کی کرنوں سے لکھ دیا تھا پس قرآن کے بعد اگر کوئی اور ہستی لوح محفوظ ہو سکتی ہے، تو وہ صرف وہی روح اعظم و خالد ہے جس کے ذکر کو خود قرآن نے اپنی آغوش حفظ و صیانت میں ہمیشہ کے لیے لے

لیا ہے، حضرت سید العارفین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے، اگرچہ بعض کم فہموں نے اس کی ضمیر متکلم کو نہ سمجھا اور ایک دوسری ہی وادی میں لے گئے، اور یہ آفت عام و اعم ہے۔

افلت شمس اولین، وشمسنا

ابدأ علی افق البقا لا تغرب!

حضرت والدِ مرحوم نے اس ملفوظِ مبارک پر ایک دوسرا پیشِ مصرع لگا کر مطلب واضح کر دیا ہے، یہ ان کے طولِ طویلِ قصیدہٴ بانیہ میں سے ہے:

شمس تقادم قبل آدم طلعتها

ابدأ علی افق البقا لا تغرب!

اور یہ جو بعض اکابرِ نقشبندیہ علی الخصوص حضرت مجددِ سرہندی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے علومِ کشفیہ میں ظاہر کیا کہ دائرہٴ حقیقتِ محمدیہ سیرِ قدمی کی آخری حد ہے، اس کے بعد صرف سیرِ نظری کی گنجائش ہے۔ وہو من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز تمام اصحابِ احوال و کشف بھی اس پر متفق ہوئے، تو حقیقت اُس کی بھی یہی ہے کہ چونکہ حقیقتِ محمدیہ روح و حیات کا آخری نقطہ اور سرچشمہ قرار پائی، تو لاجرم سیر و اقدام کی آخری منزل بھی وہی ٹھہری، اس کے بعد جو کچھ ہے، مافوق اور وراء الورا سے تعینات ہے، اس لیے نہ سیر کی وہاں گنجائش، نہ قافلہٴ طلب اور تحملِ شوق کا وہاں گزر، بلکہ طائرِ فکر و مرغِ خیال بھی اس کی فضاے لاتعین میں در ماندہ و پروبال سوختہ:

اے بروں از وہم و قال و قیل من  
خاک بر فرق من و تمثیل من

والکلام فی هذا بطول وله موضع غیر هذا الموضع الذی نحن فیہ، اور یہ جملہٴ معترضہ بھی جو بحدِ فصل و خلل ربطِ مطالب پہنچ گیا، تو اس لیے کہ مذکور کی جاذبیت و محبوبیت سے ذکر و ذاکر کی بخودی و محویت ناگزیر ہے، اور اشارات کا طول و قصر مشاڈ الیہ کے

جذب و کشش پر موقوف، پھر جس مذکور و مقصود کا یہ حال ہو کہ بقول صاحب ”فتوحات مکیہ“:

یا من هوللقلوب مقناطیس!

اور اس دنیا میں ذکر صرف اسی کا ذکر اور بات صرف اسی کی بات ہو، اس کے سوا جو کچھ ہو، یا اسی کی طرف مصروف و محمول ہو، اور یہ نہ ہو تو پھر بیخودی و بے حاصلی، اتلافِ صرف ضیاعِ بخت:

اوقات ہماں بود کہ بایار بسر رفت . باقی ہمہ بے حاصلی و بے خردی بود

تو کیوں کر ممکن ہے کہ عنانِ قلم از دست رفتہ نہ ہو، اور سررشتہ فکر و شغل دامنِ صبر و

شکلیب کی طرح ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے؟

ویدر کنی فی ذکرہ قشعریر لها بین جلدی و العظام دیب!

ذکر سیرت نبویہ ماخوذ و مستنبط از قرآن کی نسبت تھا، سو الحمد للہ وہ امید و گمان سے

بھی وہ چند اوسع و اکمل مرتب ہو گئی و روایت فیہ مالا عین رأت و مالا اذن سمعت،

انسانوں کی ترتیب دی ہوئی ساری سیرتیں اور تاریخیں ایک طرف، اور خود لسانِ

الہی کا ایک کلمہ، منظومہ و محفوظہ ایک طرف۔ تعجب ہے کہ اصحاب سیر نے باوجود کمال سعی

و نظر اور مشغولیت بجمع طرق و ترتیبات سیرت اس طرف کیوں توجہ نہ کی؟ جب تک یہ چیز

مرتب نہیں ہوئی تھی، خود اپنا حال بھی دوسرا تھا، اور اب جو دیکھا تو کارخانہ ہی دوسرا نظر آیا:

تمام بود بہ یک حرف گرم و ماغانفل حکایتے کہ ہمہ نام تمام می گفتند!

معہذا:

نہ حسنش غایتے دارو نہ سعدی راخن پایاں

بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہم چناں باقی!

☆☆☆

## تمہید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا نزول بطور کتاب ہدایت کیا ہے اور اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ اس کتاب ہدایت کو سارے انسانوں تک پہنچادیں اور اس کے جملہ احکام کو رو بہ عمل لا کر یہ دکھادیں کہ یہ نہ صرف یہ کہ انتہائی مفید اور ضروری ہیں بلکہ ممکن العمل بھی ہیں، قرآن اور رسول کے درمیان کا رشتہ لازم اور ملزوم کا ہے کیوں کہ حیات رسول رحمت کو سامنے رکھے بغیر احکام قرآن کی عملی تطبیق ممکن نہیں، ٹھیک اسی طرح قرآن سے بے نیاز ہو کر رسول رحمت سے الفت، محبت اور تعلق کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہدایت نامہ ہے تو رحمت للعالمین ﷺ اللہ کی طرف سے مبعوث اسی کا پیکر عمل، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سیرت رسول ﷺ کا سب سے اہم، بنیادی، معتبر اور مستند ماخذ قرآن ہی قرار پاتا ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو موجود ہے اگر آپ ﷺ کی سیرت کی موٹی تقسیم کی جائے تو اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ آپ کی ذات، شخصیت اور رسالت و نبوت۔

۲۔ انوار نبوت اور دعوت و کردار۔

پہلے حصہ میں جن گوشوں سے بحث کی جا رہی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ☆ حضرت محمد ﷺ کا تعارف
- ☆ آپ ﷺ کی بعثت
- ☆ آنحضرت ﷺ حاملِ وحی ہیں
- ☆ مزاج رسالت محمدی ﷺ
- ☆ رسالت محمدی ﷺ کی تائید
- ☆ رسولِ رحمت ﷺ کی اقتداء کا حکم
- ☆ اہل کتاب کو بھی آخری رسول ﷺ کی معرفت حاصل تھی
- ☆ تورات و انجیل میں درج صفات محمدی ﷺ کا حوالہ
- ☆ آپ ﷺ کے اخلاق و اوصاف
- ☆ رسول ﷺ پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم
- ☆ رسول اللہ ﷺ کی من جانب اللہ حفاظت و صیانت کی ضمانت
- ☆ اہل ایمان پر رسول ﷺ کی شفقت و مہربانی
- ☆ امتیازات و خصائص ختم الرسل ﷺ
- ☆ رسول ﷺ کو اذیت دینے والوں کا انجام
- ☆ رسول ﷺ کا احترام ایمان کا لازمی تقاضا ہے
- ☆ سید المرسلین ﷺ پر کافروں اور منافقوں کے اعتراضات اور اللہ کا جواب
- ☆ من جانب اللہ رسول ﷺ کی تنبیت و تسلی
- ☆ اللہ کا اپنے رسول ﷺ سے وعدہ
- ☆ اللہ کا رسول ﷺ سے خطاب
- ☆ اللہ کا رسول ﷺ پر عتاب

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

☆ معراج نبوی ﷺ

☆ آپ ﷺ کی ہجرت اور رفقاء ہجرت کا مرتبہ و مقام

☆ ازواج نبی ﷺ

☆ فریضہ شہادت حق

۱۲۵۴۷۹



# باب اول

## حضرت محمد ﷺ کا تعارف

حضرت محمد ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی نسل کی سب سے محترم شخصیت ہیں۔ بنی اسماعیل میں آپ ﷺ کی ولادت کی آرزو خود حضرت اسماعیلؑ اور ان کے ولد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی، جس وقت یہ دونوں باپ اور بیٹے مکہ میں بیت اللہ الحرام کی تعمیر کر رہے تھے، یہ دعا بھی کرتے جا رہے تھے:

اے ہمارے رب! ہم دونوں کو تو اپنا تابع فرمان بنا اور ہماری ذریت میں سے اپنی ایک تابع فرمان امت اٹھا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور ہماری دعا قبول فرما، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے اور اے ہمارے رب! تو ان میں انہیں کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بے شک تو نخبیے والا، حکمت والا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ  
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً  
لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ  
عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ  
الرَّحِيمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ  
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ  
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ  
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.

(البقرة: ۱۲۸، ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بنی اسماعیل میں اس رسول کی بعثت فرمائی جسے امت کو کتاب الہی کی تعلیم دینی تھی، انہیں حکمت سکھانی تھی اور ان کا تزکیہ کرنا تھا؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمانے کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا کے الفاظ کے حوالے کے ساتھ یہ خوش خبری سنائی کہ:

وہی ہے جس نے امیوں میں انہیں

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي

کے اندر سے ایک رسول کی بعثت فرمائی جو

الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

ان پر اللہ کی کتاب تلاوت کرتا ہے، ان کا

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا

تعلیم دیتا ہے، یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً

مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ.

کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

(الجمعة: ۲)

اوپر سورہ بقرہ آیت: ۱۲۹ میں جس امت کے اٹھائے جانے اور ان کے درمیان

ایک رسول کے مبعوث کئے جانے کی التجا ہے۔ سورہ الجمعة آیت: ۲ میں اسی رسول کی

بعثت کی بشارت ہے اور وہ رسول حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟

دوسرے مقامات پر یہ صراحت بھی ہے کہ یہی محمد رسول اللہ ﷺ سید المرسلین اور

خاتم النبیین ہیں اب انہی پر دین اسلام کی تکمیل ہو گئی۔ ان کے بعد نہ کوئی نبی اور رسول

آئے گا اور نہ اس کے آنے کی ضرورت ہی ہے، فرمایا:

بلکہ وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

خاتم ہیں۔

(الأحزاب: ۴۰)

النَّبِيِّينَ.

ان آیات میں قرآن نے حضرت محمد ﷺ کا تعارف آخری رسول کی حیثیت سے کرایا ہے۔

قرآن مجید آپ ﷺ کا دوسرا تعارف اس حیثیت سے کراتا ہے کہ آپ ﷺ کوئی

ما فوق البشر ہستی نہیں ہیں بلکہ عام انسانوں کی طرح کے ایک انسان ہیں۔ عام انسانوں

اور ان میں فرق صرف یہ ہے کہ عام انسانوں پر وحی نہیں آتی اور ان پر وحی آتی ہے اور آپ ﷺ پر یہ وحی اس لئے آتی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ تعارف اللہ تعالیٰ نے خود زبانِ نبوی سے کرایا ہے، فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ.  
کہہ دو کہ میں بھی تمہارے ہی جیسا  
ایک بشر ہوں البتہ میرے پاس یہ وحی آتی  
(حم السجدة: ۶) ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

آپ ﷺ کا تیسرا تعارف قرآن اس حیثیت سے کراتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نہ تو کسی نفع و ضرر کے مالک ہیں اور نہ غیب داں ہیں۔ اس لئے ان کو خدائی کے منصب پر فائز کرنا درست نہیں ہے۔ ان کا مقام بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام ان تک پہنچایا ہے وہ بے کم و کاست اس پیغام کو عام انسانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں تاکہ دنیا جان لے کہ اولاً وہ صرف کہتے نہیں بلکہ کرتے بھی ہیں، اور ثانیاً یہ کہ کوئی حکم خداوندی ناقابلِ عمل نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ جو ان خدائی احکام پر عمل پیرا ہوگا اس کو آخرت میں کامیابی ملے گی اور جو ان کو نظر انداز کرے گا اس کی گرفت اور سزا ہوگی۔ قرآن کہتا ہے:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا  
وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ  
كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَأَسْتَكْثَرْتُ  
مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ إِنْ  
أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ.  
کہہ دو میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع  
و ضرر کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور  
اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر کا بڑا خزانہ جمع  
کر لیتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچ پاتا میں تو  
بس ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے  
والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لائیں۔  
(الأعراف: ۱۸۸)

آپ ﷺ کی حیثیت کا چوتھا تعارف قرآن یہ کراتا ہے کہ آپ ﷺ محض مذکر ہیں

مسیطر نہیں ہیں یعنی آپ ﷺ کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے پیغام کو پہنچا دیں اگر کوئی نہیں مانتا تو زبردستی اس سے منوانے اور لازماً اس کو اس پر کاربند کر دینے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اگر لوگوں نے رسول کی دعوت کا انکار کر دیا تو اس کا مشن ہی فیل ہو جائے گا اور یہ خاسر و نامراد ہو کر رہ جائیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ کے رسول نے کوئی نئی پارٹی نہیں بنائی ہے کہ اگر لوگ اس میں شامل ہوں گے تو پارٹی کامیاب ہوگی اور اگر لوگوں نے خاطر خواہ اس کی طرف اعتناء نہ کیا تو پارٹی ٹوٹ جائے گی اور پارٹی لیڈر کا خواب سیادت و قیادت چکنا چور ہو جائے گا۔ قرآن کہتا ہے:

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ (الغاشية: ۲۱، ۲۲) کرانے کی ہے۔ تم ان پر کوئی داروغہ نہیں ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مزاج میں داروغہ کی درستی نہیں رکھی بلکہ ایک داعی کی لچک رکھی ہے اور دعوت و تبلیغ نرم خوئی، خوش مزاجی اور عفو و درگزر کی متقاضی ہوتی ہے، درستی اور خشونت کی نہیں۔ لیکن اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ رسول بزدل اور بے اثر ہوتا ہے۔ نرم خوئی، خوش مزاجی، عفو، درگزر اور بزدلی، بے اثری، بے وزنی و والگ الگ چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو طبیعت کا نرم یقیناً بنایا تھا لیکن وہ عزم کا پہاڑ تھے، قرآن کی یہ آیت ان دونوں اوصاف کا پتہ دیتی ہے:

فَمَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ لَئِن لَّهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لَّالْقَلْبِ لَأَنفَضُوا مِن حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران: ۱۵۹)

یہ تو اللہ ہی کا فضل ہے کہ تم ان کے لئے نرم خو ہو اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے سو ان سے درگزر کرو ان کے لئے مغفرت چاہو اور معاملات میں ان سے مشورہ لیتے رہو پس جب تم فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک اللہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے۔

البتہ جب مرحلہ وہ آجائے کہ سختی ہی علاج رہ جائے تو ایسے موقع پر آپ ﷺ انتہائی سخت بھی ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کے مزاج کا یہی حسین امتزاج تھا جس کی ستائش خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ  
محمد رسول اللہ اور آپ ﷺ کے  
رفقاء کافروں پر سخت اور باہم دگر انتہائی  
(الفتح: ۲۹) رحم دل ہیں۔

آپ ﷺ کا پانچواں تعارف قرآن نے یہ کرایا ہے کہ آپ ﷺ امت کے انتہائی ہمدرد اور غمگسار ہیں اور ہمیشہ امت کی ہدایت کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ کو یہ بات بہت گراں گزرتی تھی کہ لوگ آپ ﷺ کے حکم سے سرتابی کر کے اپنی عاقبت تباہ کر لیں۔ قرآن کا بیان ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ  
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ  
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ  
رَّحِيمٌ  
تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک  
رسول آچکا ہے جس پر یہ چیز بہت گراں  
گزرتی ہے کہ تم ہلاکت کی راہ پر گامزن  
ہو۔ وہ تمہارے ایمان کا حریص اور اہل  
(التوبة: ۱۲۸) ایمان کے لئے سراپا شفقت و رحمت ہے۔

آپ ﷺ کا چھٹا تعارف قرآن نے یوں کرایا ہے کہ آپ ﷺ انسانیت کے محسن اعظم ہیں نیکی کا حکم دیتے، برائیوں سے روکتے، پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے، خبیث چیزوں کو حرام کرتے اور لوگوں کے اوپر سے اس بوجھ کو اتارتے ہیں جسے لوگوں نے اپنے جی سے لاد لیا تھا پھر بعد میں زحمت محسوس کرنے لگے تھے۔ اسی طرح وہ ان پابندیوں کو ہٹاتے ہیں جو لوگوں پر ان کی شامت اعمال کی وجہ سے عائد کر دی گئی تھیں، قرآن کہتا ہے:

وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے برائی سے روکتا ہے۔ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے، خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور پابندیاں ہٹاتا ہے جو ان پر اب تک رہی ہیں۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الأعراف: ۱۵۷)

آپ ﷺ کا ساتواں تعارف قرآن اس حیثیت سے کراتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی موحد تھے اور سب کو توحید کی تعلیم دیتے تھے اور بہت واضح لفظوں میں لوگوں کو اس بات سے آگاہ کرتے تھے کہ ہر شخص کا عمل ہی اس کی کامیابی یا ناکامی کی بنیاد بنے گا، نسبتیں کام نہیں دیں گی اس لئے کسی کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ عمل جیسا بھی ہو محض نبی ﷺ سے نسبت ہی محاسبہ اور مواخذہ سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ جب رسول خود اپنی ذات کو کوئی نفع پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ دوسروں کو بغیر عمل کے کیسے جنت میں لے جاسکے گا! قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا:

کہہ دو کہ میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا، کہہ دو کہ میں تمہارے لئے نہ کسی ضرر اور نہ کسی نفع پر کوئی اختیار رکھتا ہوں۔ کہہ دو کہ خود مجھے اللہ سے کوئی پناہ دینے والا نہیں بنے گا اور نہ میں اس کے سوا کوئی ملجا پاسکوں گا (تو کسی اور کے کام کیسے آسکوں گا

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ.

(الجن: ۲۰، ۲۳)

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

کہہ دو کہ مجھے تو اللہ کی طرف  
سے محض ابلاغ و رسالت کی ذمہ  
داری تفویض ہوئی ہے۔

آپ ﷺ کا آٹھواں تعارف قرآن ایک داعی کی حیثیت سے کراتا ہے۔ داعی کی  
ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ:

اولاً: وہ جس دعوت کو لے کر اٹھا ہے اسے مدعو قوم کے ایک ایک فرد تک بہام و کمال پہنچائے۔  
ثانیاً: وہ اس پر استقامت کا مظاہرہ کرے خواہ اس کی خاطر کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ  
اٹھانی پڑیں۔

ثالثاً: وہ اپنی دعوت کو لوگوں کی خواہشات اور بدعات سے پاک رکھے، اس میں کسی  
قسم کی بھی مداہنت کو راہ نہ دے۔

رابعاً: وہ جس فکر کا داعی ہے اس کا عملی نمونہ ہو، اپنے کو اس کی پابندیوں سے آزاد نہ

سمجھے۔

خامساً: وہ حق و باطل کو ملتبس نہ ہونے دے بلکہ حق کو حق اور باطل کو باطل ہی قرار دے۔

قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی اس حیثیت کا تعارف یوں کراتا ہے:

فَلِذَلِكَ فَادُّعُ وَاسْتَقِمْ	پس تم اسی دین کی دعوت دو اور
كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَ	اس پر جسے رہو جیسا کہ تم کو حکم ہوا ہے
قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ	اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور
كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ	اعلان کرو کہ اللہ نے جو کتاب
اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا	اتاری ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں
وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ	اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے
بَيْنَكُمْ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ	درمیان فیصلہ کروں اللہ ہی ہمارا بھی
	رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے اعمال



ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال

الْمَصِيرُ.

تمہارے لئے۔ ہمارے درمیان کسی بحث

(الشوریٰ: ۱۵)

کی ضرورت نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا

اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔

قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کا تعارف ان تمام حیثیتوں سے کرایا ہے۔



## آپ ﷺ کی بعثت

حضرت محمد ﷺ نے جو دعوت دی یا آپ ﷺ جس مشن کو لے کر اٹھے وہ نہ آپ ﷺ کی ذہنی اہمیت کا نتیجہ تھا اور نہ آپ ﷺ کے شوقِ قیادت کا کرشمہ، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کو منصبِ نبوت و رسالت پر مامور فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی اس میں یہ وضاحت فرمادی کہ:

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا  
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُرْسَلِينَ. (البقرة: ۲۵۲)

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں سنا  
رہے ہیں ایک خاص مقصد سے اور اس میں  
کوئی شک نہیں کہ تم رسولوں میں سے ہو۔

اس کتاب کے اندر جو مقصدیت اور انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق جو رہنمائی ہے وہ نہ کوئی از خود جان سکتا تھا اور نہ اس کی تفصیلات فراہم کر سکتا تھا اس لئے اس شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء و رسل آئے وہ ایک خاص قوم یا بعض مخصوص قوموں کے لئے ہی آئے لیکن آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام عالم کے لئے ہوئی اس لئے آپ ﷺ کی بعثت کے بعد سے قیامت تک کے سارے انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ آپ ﷺ کو نبی اور رسول تسلیم کریں اور آپ ﷺ کی لائی

ہوئی تعلیمات پر عمل کریں، اب ہدایت پانے کا اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ  
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ  
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا  
إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا  
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي  
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ.

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ  
کا رسول ہو کر آیا ہوں اس اللہ کا جس کے  
لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی  
ہے۔ وہی جلاتا اور مارتا ہے پس ایمان  
لاؤ اللہ پر اور اس کے نبی امی رسول پر جو  
ایمان رکھتا ہے اللہ اور اس کے کلمات پر  
اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ یاب ہو۔

(الأعراف: ۱۵۸)

آنحضرت ﷺ کی انسانوں کے درمیان بعثت، نبوت و رسالت کا کوئی انوکھا اور نیا  
تجربہ نہیں ہے کہ ان پر ایمان لانے کے لئے ذہن آمادہ نہ ہو سکے اور خواہ مخواہ کے  
خدشات و تحفظات ہوں بلکہ یہ اسی سنت الہی کا حصہ ہے جس کا تجربہ لوگوں کو بار بار ہو چکا  
ہے، تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر بعثت محمدی ﷺ تک کی تمام قوموں  
اور امتوں کے درمیان انبیاء و رسل آئے ہیں۔ آخر حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کون  
تھے؟ جن کو تمام سلسلوں کے لوگ نبی مانتے ہیں۔ تمام ہی انبیاء و رسل دین کی وہی تعلیم  
دیتے رہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ  
نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور انہیں ان کے فریضہ انذار و تبشیر سے آگاہ فرمایا تو  
ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ تم کوئی نئے نبی اور رسول نہیں ہو کہ تمہاری نبوت و  
رسالت لوگوں کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی ہے۔ ہم نے ہر امت میں تمہاری ہی طرح  
کوئی نہ کوئی بشیر و نذیر بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بے شک ہم نے تم کو مقصد کے ساتھ بشیر  
ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں  
گزری ہے جس کے اندر کوئی نذیر نہ آیا ہو۔  
(الفاطر: ۲۴)

لیکن جس طرح ہر قوم کے ناعاقبت اندیشوں نے اپنے نبی اور رسول کی قدر نہیں کی  
اور اس کی لائی ہوئی تعلیمات کو کوئی اہمیت نہیں دی اسی طرح اس آخری نبی کے مخاطب  
نے بھی اس کے انذار و تبشیر کو نظر انداز کیا اور جہنم کی راہ پر چل پڑے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کے فریضہ انذار و تبشیر کی یاد دہانی  
کراتے ہوئے اس بات کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر لوگ تمہاری دعوت نہیں قبول  
کر رہے ہیں اور شیطان کی اتباع میں جہنم کی راہ پر چل پڑے ہیں تو جانے دو اس سے  
تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور نہ ان کی بے راہ روی کے سلسلہ میں تم سے کوئی باز پرس ہی  
ہوگی، فرمایا:

ہم نے تمہیں مقصد کے ساتھ بشیر و  
نذیر بنا کر بھیجا ہے اور تم سے دوزخ میں  
جانے والوں کے بارے میں کوئی پرسش  
نہیں ہوگی۔  
(البقرة: ۱۱۹)

آنحضرت ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ کی بعثت ہوئی اور حضرت عیسیٰ نے جہاں  
اس بات کی وضاحت فرمائی کہ میں تورات کی ان تعلیمات کو زندہ کرنے آیا ہوں جن کو  
لوگ فراموش کر بیٹھے تھے وہیں اس حقیقت کی بھی وضاحت فرمائی کہ میں آخری پیغمبر کی  
آمد کی بشارت بھی دینے آیا ہوں، حضرت عیسیٰ نے آخری نبی کی بشارت زمانہ اور نام کی  
تعمین کے ساتھ دی۔

بایں صورت ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہود آخری رسول پر اس لئے ایمان لے آتے کہ

جس شخصیت نے ان کی تعلیمات کو زندہ کیا اسی نے اس آخری رسول کی بشارت بھی دی۔ اور نصاریٰ کو اس پر اس لئے ایمان لے آنا چاہئے تھا کہ خود ان کے اپنے پیغمبر نے اس کی مکمل پہچان کرادی تھی چنانچہ دونوں گروہوں کے صالحین نے اس پر ایمان لا کر یہ ثابت کر دیا کہ صالحیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو آخری رسول مان کر اس کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا جائے لیکن حیف! کہ ان دونوں مذاہب کی اکثریت نے حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول ماننے سے انکار کر دیا لیکن چونکہ وہ ان کی لائی ہوئی تعلیمات کی تاثیر کو یکسر زائل نہیں کر سکتے تھے اس لئے ایک کمزور سہارا یہ ڈھونڈا کہ یہ تو جادو ہے، قرآن نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تورات کی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے سے موجود ہیں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا تو جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

وَ اِذْ قَالَ عِيسَىٰ بَنُ مَرْيَمَ  
يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ  
اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ  
التَّوْرَةِ وَّمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ  
بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ  
(الصف: ۶)

اسی طرح یہود و نصاریٰ کے ستائے ہوئے عرب تورات و انجیل کی انہیں پیشین گوئیوں کی وجہ سے اس آخری رسول کے شدت سے منتظر تھے اور انہوں نے اپنے اس پختہ عزم کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ رسول آیا تو سب سے پہلے ہم اس پر ایمان لائیں گے اور

ان اہل کتاب کی ایک ایک زیادتی کا انتقام لیں گے، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے ایمان کی کیفیت وہ نہیں ہوگی جو یہود و نصاریٰ کے ایمان کی ہے بلکہ ہمارا ایمان قابل رشک ہوگا، لیکن افسوس کہ جب وہ رسول آ گیا تو نہ صرف یہ کہ انہوں نے بھی دوسروں کی طرح اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا بلکہ اس کی مخالفت اور ایذا رسانی میں اپنے دشمنوں اور ظالموں ہی کے معاون اور آگے کار بن گئے، قرآن نے اس پوری کیفیت کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

اور انہوں نے پکی پکی قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نذیر آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت اختیار کرنے والے بنیں گے لیکن جب ان کے پاس وہ نذیر آیا تو زمین میں ان کے تکبر کے باعث اس کی آمد نے ان کی بیزاری اور ان کی بری چالوں ہی میں اضافہ کیا۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ  
أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ  
لَيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ  
فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَا زَادَهُمْ إِلَّا  
نُفُورًا اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَ  
مَكْرَ السَّيِّئِ.

(الفاطر ۴۲: ۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس آخری رسول کی بعثت کے کئی مقاصد قرآن میں بیان کئے ہیں۔

ایک بڑا مقصد تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچا دے اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کرے، فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ  
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ  
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ.

(المائدة: ۶۷)

اے رسول! تم اس چیز کو اچھی طرح پہنچا دو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف اتاری گئی ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

لیکن ظاہر ہے کہ اچھی طرح اللہ کے پیغام کو پہنچا دینا، اس سلسلہ میں کسی لومۃ لائم

کی پروا نہ کرنا اور کسی کی خواہش کی رعایت نہ رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے، اس سے ایوانِ باطل میں زلزلہ آجائے گا، اور صرف جبینوں پر شکنیں ہی نہیں پڑیں گی بلکہ آستینیں چڑھ جائیں گی اور رسول کو سنگِ گراں سمجھ کر راستے سے ہٹانے کی انتہائی کوشش بھی کی جائے گی، ایسے میں دشواری یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ رسول دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے یا اپنی حفاظت کی تدبیر کرے، اس لئے اس مشن کی کامیابی کی خاطر ناگزیر تھا کہ حیاتِ رسول کے بقا کی ضمانت فراہم کی جائے اور اسے اغیار کی یلغار سے محفوظ رکھا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ضمانت بھی لی اور یہ بشارت بھی دی کہ اس اثرِ خانی اور غوغا آرائی کا تمہارے مشن پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ اس سے انہی کی رسائی منزل کا امکان ناپید ہوگا، قرآن کہتا ہے:

اور اللہ لوگوں سے تمہاری حفاظت

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ

فرمائے گا، اللہ کافروں کو ہرگز راہ یاب

اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ.

نہیں کرے گا۔

(المائدة: ۶۷)

بیشک نبوی کا قرآن نے دوسرا اہم مقصد یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام رسول کے پاس بھیجا ہے وہ اسے نہ صرف یہ کہ لوگوں تک بے کم و کاست اور دل کی پوری دردمندی کے ساتھ پہنچادے بلکہ اس پیغام میں جو احکام و قوانین ہیں ان کو نہایت شفقت، ہمدردی اور توجہ کے ساتھ ہر استعداد کے لوگوں کی صلاحیت کے مطابق ان کے دل و دماغ میں اتار دینے کی کوشش کرے، اس کی مشکلات کی وضاحت کر دے، اس کے اجمالات کی تفصیل بیان کر دے، اس کے مقدرات کو کھول دے اور اس کے مضمرات کی توضیح کر دے، لوگوں کے ذہنوں میں جو سوالات ابھریں ان کے جواب بھی دے اور ان کی ذہنی تربیت کے لئے خود ان کے سامنے سوالات رکھے اور ان کے جواب تلاش کرنے کا داعیہ ان کے اندر پیدا کرے بالفاظ دیگر انہیں اس کی تعلیم دے۔ ان کی عقلوں کی

تہذیب کرے جس سے مثبت غور و فکر کا مادہ پیدا ہو اور حق تک رسائی آسان ہو جائے یعنی انہیں حکمت کی تعلیم دے۔ اس کے ساتھ ساتھ نفس کو غلط میلانات و رجحانات سے موڑ کر نیکی اور خدا ترسی کے راستے پر ڈالنے کی سعی کرے جسے تزکیہ کہا جاتا ہے۔

یہ وہ عظیم مقصد ہے جس کے حصول کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ سے بنی اسماعیل کے درمیان ایک رسول کی بعثت کی التجا بھی کی تھی، فرمایا تھا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا  
مَنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ  
(البقرة: ۱۲۹)

اے ہمارے رب! تو ان کے  
اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث  
فرما جو ان کو تیری آیتیں سنائے، ان کو  
کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا  
تزکیہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ بندوں کی دعا قبول فرماتے ہوئے اس رسول کو مبعوث فرمایا اور اس کی بعثت کو اپنی ایک عظیم نعمت سے تعبیر فرمایا۔ سورہ بقرہ میں جہاں اس رسول کی بعثت کا ذکر ہے وہاں پہلے تحویلِ قبلہ کا حکم ہے اس کے بعد خانہ کعبہ کو مستقل قبلہ قرار دئے جانے کا ذکر ہے اس کے بعد ان دونوں احکام کی تین حکمتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ قطعِ حجت، ۲۔ اتمامِ نعمت، ۳۔ راہِ یابیِ انسان۔ اور اس کے معا بعد فرمایا:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا  
مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَ  
يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ

(جس طرح ہم نے تم کو ایک عظیم  
نعمت خانہ کعبہ دیا) اسی طرح ہم نے تم  
میں ایک رسول تمہارے اندر ہی سے بھیجا  
جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا، تمہیں



قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

پاک کرنا، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم

دیتا ہے اور تمہیں وہ سب کچھ سکھاتا

ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

تَكُونُوا تَعْلَمُونَ.

(البقرة: ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ ور کرنے کے بعد لوگوں سے اس پر شکرگزاری کا مطالبہ بھی کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر شکرگزاری کرو گے تو میں تمہارے لئے مزید نعمتوں کی راہ کھول دوں گا، فرمایا:

پس تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں

گا اور دیکھو میری ناشکری مت کرنا۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي

وَلَا تَكْفُرُونِ. (البقرة: ۱۵۲)

قرآن مجید نے آخری رسول کی بعثت کا تیسرا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دے۔ کیوں کہ ہر مذہب کے ماننے اور ہر طریقہ زندگی کو اختیار کرنے والوں کا دعویٰ یہی ہے کہ حق ان کے ساتھ ہے اس لئے ناگزیر تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسی ہدایات بھیجے جن سے حق، باطل سے ممتاز ہو جائے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن بھیجا تو حامل قرآن رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ یہ قرآن لو اور اس کی روشنی میں اب حق و باطل کا فیصلہ کرو، فرمایا:

یقیناً ہم نے یہ کتاب تم پر حق کے

ساتھ اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے

درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ

نے تمہیں سنجھایا ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا

أَرَاكَ اللَّهُ.

(النساء: ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس حکم کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے ساتھ بد عہدی اور خیانت کر رہے ہیں ان کی تم ہرگز حمایت نہ کرو خواہ ان کا تعلق کسی دوسری قوم اور قبیلہ سے ہو یا تمہاری اپنی قوم اور قبیلہ سے ہو۔ حق بہر حال حق ہے اس کی حمایت ہونی چاہئے

خواہ وہ کسی کے ساتھ ہو اور باطل بہر حال باطل ہے اس کی حمایت ہرگز نہیں ہونی چاہئے  
خواہ اس سے تمہارے اپنے ہی لوگوں کا تعلق کیوں نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا .  
اور تم بد عہدوں کے حمایتی نہ بنو۔

(النساء: ۱۰۵)

قرآن مجید نے آپ ﷺ کی بعثت کا چوتھا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ تانہ شاہی اور  
ڈکٹیٹر شپ ختم کریں اور شورائی نظام کا قیام عمل میں لائیں تاکہ ہر ایک کی عزت نفس کی  
ضمانت فراہم ہو اور احترام آراء کا چلن عام ہو اور کسی شخص کو بھی عام لوگوں کی آراء و دلائل  
کے علی الرغم اپنی غلط اور ناصواب رائے تھوپنے کا موقع نہ ملے اور نہ لوگ اپنے ضمیر کا سودا  
کرنے پر مجبور ہوں۔

شورائی نظام کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ ہر اہم معاملہ میں لوگوں کو آزادانہ غور  
و فکر کرنے اور دلائل کے ساتھ اپنی باتیں سامنے رکھنے کا موقع ملتا ہے جس میں قبول حق کا  
امکان زیادہ رہتا ہے بشرطیکہ دل کی آواز دبائی نہ جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے  
رسول سے فرمایا:

وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ .  
اور (اجتماعی) معاملہ میں باہم

(آل عمران: ۱۵۹) مشورہ کر لیا کرو۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی کوشش غلبہ حق کے لئے جد جہد ہی رہی ہے۔  
یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی طرف اپنا رسول  
بھیجتا ہے تو وہ رسول اس قوم کے لئے خدا کی آخری اور کامل حجت ہوتا ہے جس کے بعد  
مزید کسی حجت و برہان کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی اس کے بعد بھی اگر قوم راہ راست پر  
نہیں آتی بلکہ تکذیب رسول اور عداوت حق پر اڑی رہ جاتی ہے تو وہ فنا کر دی جاتی ہے اسی  
لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو یہ ذمہ داری سونپی کہ جو لوگ تکذیب رسول اور

عداوتِ حق پر اڑے ہوئے ہیں ان کو بتادو کہ حق آجانے کے بعد باطل کے باقی رہ جانے کی گنجائش ختم ہوگئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ غلبہٴ حق محض اعلان سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے انتہائی جدوجہد درکار ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کو یہ ذمہ داری سونپی کہ حق کو غالب کرنے کی کوشش کرو اور یاد رکھو کہ بغیر محنت و کاوش کے کامیابی نہیں ملا کرتی۔ جب تم محنت کرو گے تو ہم محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے، ہم نے تو تم کو بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ حق کا غلبہ ہو اور باطل نابود ہو۔ قرآن کہتا ہے:

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ

بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

وہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے

عَلَىٰ الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ

خواہ مشرکوں کو یہ چیز ناگوار خاطر ہی کیوں

الْمُشْرِكُونَ.

نہ ہو۔

(التوبة: ۳۳)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ وہ

بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَىٰ

اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے (اور

الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا.

ایسا ہوگا) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

(الفتح: ۲۸)

اوپر والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلبہٴ حق کے لئے انتہائی جدوجہد رسول کی ذمہ

داری ہے، اسے اپنی یہ ذمہ داری ادا کرنی ہے خواہ یہ اقدام کسی کو پسند آئے یا نہ آئے اور

نیچے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غلبہٴ حق کے لئے رسول جدوجہد کرتا ہے۔ ہر چند کہ

غلبہٴ حق کا امکان فی الحال بظاہر نظر نہیں آتا لیکن اگر کوشش جاری رہی تو اللہ تعالیٰ اس

کوشش کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔ امکان پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے اور وہ شہادت

دے رہا ہے کہ اگر کوشش جاری رہی تو حق غالب آ کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بھی معلوم ہے کہ رسول کی دعوت اور مشن کو دو طرح سے نقصان پہنچ سکتا ہے، ایک طرف کچھ ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو اس کے پر شوق ناقد اور مخالف ہوں ایسے لوگوں کو کامیابی اس لئے نہیں مل پاتی کہ اللہ تعالیٰ بے جا تنقید و نیز رسول اور اس کے مشن کی تحقیر و تذلیل کو برداشت نہیں کرتا دوسری طرف کچھ ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو اس کے ایسے پر جوش حامی ہوں جن کی حمایت بسا اوقات حد اعتدال سے تجاوز کر جائے اور وہ رسول کو اس کی بے پناہ کامیابیوں کی وجہ سے منصب رسالت سے اٹھا کر خدائی کے منصب پر فائز کر دیں، رسول کی زندگی میں تو ایسے لوگوں کو بھی کامیابی نہیں مل پاتی۔ کیوں کہ رسول فوراً اس پر گرفت کرتا ہے اور اس فکر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا لیکن بعد میں اس فتنہ کے پیدا ہو جانے کا امکان رہتا ہے۔ اب بھی بعض مسلم حلقوں میں یہ کیفیت دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ صراحت فرمادی ہے کہ رسول اللہ کا محض ایک برگزیدہ بندہ ہوتا ہے، خدا نہیں ہوتا، نہ وہ خود اس بات کی تعلیم دیتا ہے اور نہ کسی اور کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ رسول کو خدا کا مقام دے کر اس کی عبادت شروع کر دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ  
الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولُ  
لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ  
اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ  
تَدْرُسُونَ. (آل عمران: ۷۹)

کسی بشر کی شان نہیں کہ اللہ اسے کتاب،  
قوت فیصلہ اور منصب نبوت عطا کرے  
پھر وہ لوگوں سے کہے کہ لوگو! اللہ کو چھوڑ  
کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو لوگوں  
کو یہی دعوت دیتا ہے کہ لوگو! اللہ والے بنو  
کیوں کہ تم دوسروں کو کتاب الہی کی تعلیم  
دیتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمادی کہ رسول چونکہ ایک انسان ہوتا ہے خدا نہیں ہوتا اس لئے وہ انسانی امتحانات اور دیگر مراحل انسانی سے گزرتا بھی ہے، پھر کس بنیاد پر لوگ اسے خدائی کے منصب پر بٹھا دیتے ہیں؟ قرآن کہتا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ  
خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ  
قُبِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ  
يُنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ  
شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ  
اور محمد تو بس ایک رسول ہیں ان  
سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا  
اگر وہ وفات پاگئے یا قتل کر دئے گئے تو  
تم پیٹھ پیچھے پھر جاؤ گے؟ جو پیٹھ پیچھے  
پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا  
(آل عمران: ۱۴۴) اور اللہ شکر گزاروں کو صلہ عطا فرمائے گا

یہ حقیقت بھی واضح دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو رسول بناتا ہے تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت سے سرفراز کرتا ہے یہ کتاب، حکمت اور نبوت اسے عطا ہی اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو تمام غلامیوں سے نکال کر خدا کی غلامی میں لے آئے پھر یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے کہ رسول خود لوگوں سے کہے یا انہیں اس بات کی اجازت دے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ ویسے بھی رسول حق کا علمبردار ہوتا ہے اور حق کا بدیہی تقاضا ہے کہ جس کا جو مقام ہے اسے وہی مقام دیا جائے، نہ اسے اس سے اوپر اٹھایا جائے، نہ اس سے نیچے گرایا جائے جیسا کہ نصاریٰ کو متنبہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کے منصب پر فائز کر دیا ہے:

يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُفْرًا  
الرُّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمَنُوا  
خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ  
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ  
اے لوگو! رسول تمہارے پاس  
تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آ  
گیا ہے پس تم ایمان لاؤ اسی میں تمہاری  
بھلائی ہے اور اگر تم کفر پر جھے رہو گے تو یاد

كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا . رکھو کہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

(النساء: ۱۷۰) میں ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

رسول اپنی امت کو توحید کی تعلیم دیتا ہے اور جو لوگ توحید کے منکر ہوتے ہیں انہیں اس بات سے آگاہ کرتا ہے کہ اس انکار و تکذیب کے نتیجہ میں اللہ کا عذاب دنیا میں بھی آسکتا ہے اور اگر دنیا میں نہ آیا تو آخرت کا عذاب بالکل قطعی اور یقینی ہے لیکن جب مخاطب پر اس انذار کا کوئی اثر نہیں پڑتا تو وہ ان کے عمل شرک سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے ان سے برأت کا اعلان کر دیتا ہے اور معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً  
قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَ  
أَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ  
بِهِ وَمَنْ بَلَغَ إِلَيْكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ  
مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ  
قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ  
مِمَّا تُشْرِكُونَ .

اے نبی! پوچھو کہ سب سے بڑی  
شہادت کس کی ہوتی ہے؟ کہو کہ اللہ  
میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور  
میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ  
میں بھی اس کے ذریعہ تم کو ڈراؤں اور وہ  
بھی جن کو یہ پہنچے، کیا تم اس بات کے گواہ  
بنتے ہو کہ خدا کے ساتھ کچھ اور معبود بھی  
ہیں؟ کہہ دو کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا  
۔ بتا دو کہ معبود تو بس ایک ہی ہے اور میں  
ان سے بری ہوتا ہوں جن کو تم شریک  
ٹھہراتے ہو۔

(الأنعام: ۱۹)

رسول کی ذمہ داری اصلاحِ حق کے پیغام کو بندگانِ خدا تک پہنچا دینے کی ہے، منوالینا اور لازماً اس پر کاربند کر دینا اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے اگر ایک فرد بھی

اس کی دعوت کو قبول نہ کرے اور اس کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو تب بھی رسول پر ادائیگی فرض میں کوتاہی کا الزام نہیں لگایا جاسکتا اور نہ اسے اپنے مشن میں ناکام ہی قرار دیا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمایا ہے:

رَسُولُ كَامٍ صَرَفٍ يَنْجَادِينَا هُوَ۔

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ۔

(المائدة: ۹۹)

البتہ رسول چونکہ ایک تحریک کا علمبردار ہوتا ہے اس لئے اس کے اصولوں اور ضابطوں کی پابندی سب سے پہلے خود اسے ہی کرنی پڑتی ہے تاکہ اس کی دعوت و تبلیغ کا اچھا اثر قوم پر پڑے اور قوم یہ کہہ کر اس کو مسترد نہ کر دے کہ اگر اس دعوت کو قبول کرنا فلاح انسانیت کے لئے ناگزیر ہے تو خود رہنما کی زندگی اس کے مطابق کیوں نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے خود رسول کو اسے تسلیم کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے، اس کے بعد یہ تلقین کرتا ہے کہ لوگوں کو بتا دو کہ ہم جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں اسے سب سے پہلے قولاً و عملاً ہم نے تسلیم کیا ہے اس کے بعد ہم تم سے اسے تسلیم کرنے کے لئے کہتے ہیں، قرآن کا بیان ہے:

قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ اتَّخِذْ وَلِيًّا  
فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ  
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ  
أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ  
مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

اے نبی! کہہ دو کہ کیا میں آسمانوں  
اور زمین کے خالق اللہ کے علاوہ کسی اور کو  
اپنا کارساز بناؤں، جب کہ وہ کھلاتا ہے  
کھاتا نہیں، کہہ دو کہ مجھے تو حکم ملا ہے کہ  
میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں  
اور تم مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جاؤ۔

(الأنعام: ۱۴)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

مجھے تو بس یہی حکم ملا ہے کہ اس  
شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے  
اس کو محترم ٹھہرایا ہے اور جس کے  
اختیار ہی میں سب کچھ ہے اور مجھے حکم  
ملا ہے کہ میں فرمانبرداری کرنے والوں  
میں بنوں اور قرآن سناؤں تو جو  
ہدایت کی راہ اختیار کرے گا وہ اپنے  
ہی فائدے کے لئے کرے گا اور جو  
گمراہی اختیار کرے گا اس سے کہہ دو  
کہ میں تو بس آگاہ کر دینے والوں میں  
سے ہوں۔

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ  
الْبَلَدِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ  
شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ  
الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ أَتْلُو الْقُرْآنَ  
فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ  
وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ  
الْمُنذِرِينَ.

(النمل: ۹۱-۹۲)

اللہ تعالیٰ نے رسول کی لائی ہوئی تعلیمات اور اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرنے اور  
اس سے بدکنے والوں سے کچھ تکیے سولات بھی کئے ہیں لیکن یہ سوالات اظہارِ نفرت  
و بیزاری کے طور پر بالواسطہ کئے ہیں مثلاً یہ کہ رسول جس قرآن کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر  
رہا ہے کیا اس کی تعلیمات ہی ایسی ہیں جو قابل قبول نہیں؟ یا یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے؟ آخر جو  
قرآن ان کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اس کی تعلیم پر انہوں نے کبھی غور بھی کیا ہے؟  
یا وہ اسے اس لئے قبول نہیں کر رہے ہیں کہ وہ اسے اپنے آباء و اجداد کی روایات  
کے خلاف پارہے ہیں؟ اور کیا ان کے اجداد میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما  
السلام نہیں ہیں جو انہی تعلیمات کے حامل اور داعی تھے؟

یا یہ بات ہے کہ وہ اپنے رسول کو پہچان ہی نہیں پارہے ہیں؟ کیا آخری رسول سے  
متعلق جو پیشین گوئیاں سابق صحیفوں میں گزری ہیں یہ رسول ان کا مصداق نظر نہیں آ رہا



ہے؟ کیا اس رسول کی شفاف زندگی ان کے سامنے نہیں ہے؟ کیا کسی رسول کی زندگی اس کے برعکس بھی ہوتی ہے؟

یا پھر ایسا ہے کہ رسول واقعی کوئی خبیثی اور دیوانہ ہے اس لئے اس کی دعوت کو سنجیدگی کے ساتھ لینا دانا ئی کے خلاف ہے؟

یا پھر یہ بات ہے کہ رسول اپنی کارکردگی کا کوئی معاوضہ ان سے طلب کر رہا ہے اس لئے ان کو اس کا پیغام قبول کرنے میں تا مل ہو رہا ہے؟

ان سوالات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا ہے کہ رسول جو کچھ لے کر آیا ہے اس کے حق ہونے میں کسی پہلو سے بھی کلام نہیں لیکن اگر کسی کو حق ہی سے چڑھ ہو تو اس کا

کیا علاج؟ فرمایا:

کیا ان لوگوں نے کلام الہی پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے اگلے آباء و اجداد کے پاس نہیں آئی تھی یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اس لئے اس کے منکر بنے ہوئے ہیں۔  
یا یہ بات ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر جنون سوار ہے۔

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ

(المؤمنون: ۶۸، ۷۰)

یا یہ بات ہے کہ تم ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہو؟

أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا

(المؤمنون: ۷۲)

بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے لیکن ان کی اکثریت حق سے بیزار ہے۔

بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ

(المؤمنون: ۷۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے ان مکذبین کو ان کے انجامِ بد سے آگاہ کیا ہے اور متعدد مثالیں دے کر بتایا ہے کہ ماضی میں جن لوگوں کا کردار منفی رہا ہے اور جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی ہے ان کا انجام بہت برا ہوا ہے، مثلاً ایک جگہ فرمایا:

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ.  
اور ان کو بستی والوں (اہلِ مصر) کی مثال سنا دو جب کہ ان کے پاس رسول (یس: ۱۳) آئے۔

پھر ان کا انجامِ بد یہ بتایا ہے کہ انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے کسی بڑی فوجی تیاری کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ محض رعد و برق اور اس کے ساتھ زلزلہ کے عذاب نے ان کے سارے باغ و چمن تاراج کر کے رکھ دئے، فرمایا:

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ.  
اور اس کے بعد اس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری اور نہ ہم اتارنے والے ہی تھے۔ بس ایک ڈانٹ تھی کہ دفعۃً وہ پامال ہو کر رہ گئے۔ (یس: ۲۸، ۲۹)

سورہ اعراف میں اس کا ذکر یوں کیا ہے:

وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ.  
اور ہم نے تاراج کر دیئے وہ سب کچھ جو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ بناتے رہے اور ان کے انگوروں کے وہ باغ بھی جن کو وہ ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے۔ (الاعراف: ۱۳۷)

اس کے بعد اس طرح کے بد بختوں پر تأسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

افسوس ہے بندوں کے حال پر کہ جو  
رسول بھی ان کے پاس آیا وہ اس کا مذاق  
ہی اڑاتے رہے۔

يَحْسُرَةَ عَلٰى  
الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ اِلَّا  
كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ.

(یس: ۳۰)

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی جانب کوئی رسول نہ آیا ہوتا اور اس نے زندگی  
گزارنے کے طریقے نہ بتائے ہوتے اس وجہ سے لوگ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے تو  
صورت حال شاید زیادہ حیرت ناک نہ ہوتی، لیکن تعجب انگیز بات تو یہی ہے کہ رسول کے  
آجانے اور جملہ شعبہ ہائے حیات سے متعلق واضح اور مبنی بر عقل ہدایات پالینے کے  
باوجود ان کی آنکھیں نہیں کھل رہی ہیں اور ان کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آرہی  
ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔“

چنانچہ اب وہ بات ٹالنے کے لئے یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ آسمان سے کوئی ایسا  
فرستادہ آجائے جو ہمارے جیسا نہ ہو بلکہ ہم سے یکسر مختلف ہو اور وہ جو احکام و ہدایات  
دے انہیں لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھیں کہ ایک مافوق البشر ہستی پیغام الہی پیش کر  
رہی ہے، قرآن نے اس کی تصویر کشی یوں کی ہے:

اہل کتاب اور مشرکین میں سے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

جنہوں نے قرآن کا انکار کیا وہ اپنی ضد

أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ

اور ہٹ سے باز آنے والے نہیں ہیں

مُنْفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ

یہاں تک کہ (ان کی طلب کے

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا

مطابق) ان کے پاس کھلی ہوئی نشانی آ

مُطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ وَمَا

جائے یعنی اللہ کی طرف سے ایک

تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اِلَّا

فرستادہ پاکیزہ اوراق پڑھتا ہوا جن میں  
صاف احکام لکھے ہوئے ہوں حالانکہ اہل  
کتاب اختلاف میں نہیں پڑے مگر اس وقت  
جب ان کے پاس کھلی ہوئی نشانی آگئی۔

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَةُ .

(البینۃ: ۱۰۱)

رسول جب اپنی دعوت لے کر قوم کے پاس آتا ہے تو وہ اس کی کامیابی کی ضمانت  
بھی لے کر آتا ہے، اور اگر معاملہ آخری رسول کا ہو تب تو اس کی کامیابی میں ایک عام  
آدمی کو بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ اگر آخری رسول ہی ناکام ہو جائے گا تو اس کا  
مطلب یہ ہوگا کہ اب روئے زمین پر نفاذ دین کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں بچی ہے  
لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ گنجائش کتنی ہے  
اور کتنی نہیں۔ اگر واقعی اب اس کی گنجائش نہ ہوتی تو وہ رسول نہ بھیجتا بلکہ قیامت لاتا اسی  
لئے اس نے اپنے آخری رسول کو دلا سادیتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ مت ابھی حالات ہر  
چند کہ نامساعد ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں جب حالات بالکل سازگار ہو جائیں گے اور  
دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ ماضی میں نامعلوم کتنے حالات ناسازگار آئے لیکن کیا تم نے  
دیکھا نہیں کہ ان میں خاطر خواہ تبدیلی آئی؟ ٹھیک اسی طرح یہ حالات بھی بدلیں گے اور  
ظلمتِ شب کے بعد سویرا ہوگا فرمایا:

کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا  
اور جو بوجھ تمہاری کمر توڑے دے رہا تھا  
اس کو تمہارے اوپر سے اتارا نہیں اور کیا  
تمہارا آواز بلند نہیں کیا؟ تو بس ہر مشکل  
کے ساتھ آسانی ہے بے شک ہر مشکل  
کے ساتھ آسانی ہے۔

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ  
وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ  
الَّذِي  
أَنْقَضَ ظَهْرَكَ  
وَرَفَعْنَا لَكَ  
ذِكْرَكَ  
فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا  
إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا .

(الشرح: ۱۰۱)

ان آیات میں اس امر کی طرف واضح اشارہ ہے کہ رسول کا لایا ہوا دین غالب ہو کر رہے گا چنانچہ دنیا نے دیکھا بھی کہ کل تیس برس کی قلیل مدت میں ایسا انقلاب آیا کہ اسلام کا ہلالِ نوبدِ رکامل بن گیا۔



## آنحضرت ﷺ حامل وحی ہیں

حضرت محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے، نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے امت کو جن باتوں کی تعلیم و تلقین کی ہے وہ سب آپ ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی تھیں۔ آپ کی کوئی تعلیم یا ہدایت خود ساختہ نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (النجم: ۳) وہ اپنے جی سے کچھ نہیں بولتا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (النجم: ۴) یہ تو وہ وحی ہے جو اسے کی جاتی ہے۔

اس وحی کو آنحضرت ﷺ تک پہنچانے کی ذمہ داری اس فرشتہ کی ہے جو نہ تو خود کوئی خرد برد کرتا ہے اور نہ دوسرا کوئی اسے مرعوب اور متاثر کر سکتا ہے:

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (النجم: ۱۱) یہ اس کے دل کی کوئی خیال آرائی نہیں۔

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ (النجم: ۶۵) اس کو مضبوط قوتوں والے اور عقل و

کردار کے توانا نے تعلیم دی ہے۔

اس طرح جو وحی حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ کے پاس آتی اسے جب آپ ﷺ اہل عرب کے سامنے پیش کرتے تو وہ اس کا شدت سے انکار کر دیتے؛ کیوں کہ انہیں تو حید سے چڑھتی اور قرآن مجید کی سب سے اہم تعلیم تو حید ہے۔

وہ آنحضرت ﷺ سے بار بار یہ مطالبہ کرتے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو ہم بھی درخور اعتناء سمجھیں تو آپ کو دو میں سے ایک کام کرنا ہوگا یا تو کوئی ایسا قرآن لائیے جس میں آپ کے خدا کے ساتھ ہمارے دیوتاؤں کی پوجا کی بھی گنجائش نکلتی ہو یا پھر اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جس میں توحید کی تعلیم ہے، اس کی جگہ پر کوئی اور تعلیم رکھ دیجئے تو ہم آپ کی دعوت پر غور کر سکتے ہیں۔ قرآن اس کا ذکر یوں کرتا ہے:

اور جب ہماری واضح آیات ان کو

پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری

ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ

اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اس

میں ترمیم کر دو۔

وَإِذَا تُلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

بَيِّنَاتٍ قَالِ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ

نَا آتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ.

(یونس: ۱۵)

ان کے اس مطالبہ کے جواب میں نبی کریم ﷺ سے یہ کہلوایا گیا کہ قرآن میری تصنیف تو ہے نہیں کہ اس کے بدلے میں کوئی اور کتاب تصنیف کر دوں یا اس میں کسی قسم کی ترمیم کر دوں۔ یہ تو وحی الہی ہے۔ اس میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار اسی کو ہے جس کا یہ کلام ہے اور اگر میں تمہاری خواہش کے مطابق اس میں ترمیم کر دوں تو اندیشہ ہے کہ جس عذاب سے میں تم کو ڈرا رہا ہوں وہ خود مجھ پر آدھمکے، اس لئے وحی الہی میں ترمیم و تنسیخ کی مجھ میں ہمت نہیں ہے، فرمایا:

کہہ دو کہ مجھے کیا حق ہے کہ میں اس میں

اپنے جی سے کوئی ترمیم کر دوں میں تو صرف

اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر آتی ہے

اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے

ایک ہولناک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ

أَبَدَلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ

إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ

عَظِيمٍ.

(یونس: ۱۵)

آنحضرت ﷺ سے مزید یہ بھی کہلوایا گیا کہ مجھے نہ تو کوئی کتاب سنانے کا شوق تھا اور نہ قیادت و سیادت کی تمنا تھی۔ یہ تو محض حکم الہی کی تعمیل ہے جو میں کر رہا ہوں۔ ویسے بھی اگر تم عقل سے کام لیتے تو مجھ پر شوق قیادت کا الزام نہ لگاتے۔ میں نے اپنی عمر کا ایک لمبا عرصہ تمہارے درمیان گزارا ہے۔ تمہارے ہی درمیان پیدا اور جوان ہوا۔ کیا اس پورے عرصے میں کبھی تم نے میرے اندر یہ شوق محسوس کیا؟ اور اگر نہیں تو تمہیں خود سمجھنا چاہئے کہ اچانک یہ شوق کہاں سے آگیا؟ قرآن کہتا ہے:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ  
عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ  
فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ.  
(یونس: ۱۶)

کہہ دو کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو میں تمہیں یہ نہ سنا تا اور (اگر اس میں تمہاری کوئی بھلائی نہ ہوتی تو) وہ (اللہ) بھی تمہیں اس سے باخبر نہ کرتا، اس سے پہلے میں تمہارے درمیان ایک عمر بسر کر چکا ہوں تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

اس کے بعد آپ ﷺ ہی کی زبان سے یہ بھی کہلوادیا گیا کہ میں کوئی افتراء پرداز نہیں ہوں کہ جھوٹا مدعی نبوت بن بیٹھا ہوں۔ اگر میں جھوٹا دعوائے نبوت کرتا تو افتراء علی اللہ کا مرتکب ہوتا اور عند اللہ مجرم گردانا جاتا اور جو عند اللہ مجرم ہو وہ کبھی اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ مجھے اس دعوت میں حیرت انگیز طور سے کامیابی مل رہی ہے۔ اعلیٰ دماغوں اور صالح طبیعتوں کا میلان بڑی تیزی سے اس کی طرف ہو رہا ہے۔ اب اگر افتراء کر کے میں جرم کا ارتکاب نہیں کر رہا ہوں اور یقیناً نہیں کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کی تکذیب کر کے تم جرم کا ارتکاب کر رہے ہو اور مفتری میں نہیں بلکہ تم ہو۔ اب تم سوچو کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے یا نہیں؟ قرآن



تو کہتا ہے کہ تم کامیاب نہیں ہو سکتے:

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ  
كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ  
الْمُجْرِمُونَ. (یونس: ۱۷)

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ  
پر افتراء کرے یا اس کی آیات کو جھٹلائے  
بے شک مجرم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

قرآن نے مزید یہ وضاحت بھی فرمادی کہ افتراء علی اللہ یا تو وہ کر سکتا ہے جو  
صاحب وحی ہونے کا جھوٹا مدعی ہو۔ اگر تم قرآن کو میری تصنیف سمجھ رہے ہو اور یہ الزام  
عائد کرتے ہو کہ میں اسے غلط طور سے اللہ کی طرف منسوب کر رہا ہوں تو قرآن تمہارے  
سامنے موجود ہے تم خود اسے پڑھ کر دیکھ لو کہ آیا یہ کوئی انسانی تصنیف ہے یا خدائی الہام ہے۔  
یا پھر افتراء علی اللہ وہ کر سکتا ہے جو خود قرآن جیسا کلام لا دینے پر قادر ہونے کا  
دعویدار ہو اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اس کا دعویدار ہرگز نہیں ہوں۔ پھر کس  
بنیاد پر تم مجھے مفتری قرار دے رہے ہو؟

ان باتوں کی صفائی نبی کریم ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے خود دے دی ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ  
عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ  
وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ  
سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ.  
(الأنعام: ۹۴)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا  
جو اللہ پر افتراء کرے یا یہ دعویٰ کرے  
کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اسپر وحی  
نہ آتی ہو اور اس سے جو دعویٰ کرے کہ  
جیسا کلام خدا نے اتارا ہے میں بھی

اتار دوں گا۔

اس آئینہ میں دیکھا جائے تو مفتری رسول نہیں بلکہ یہ خود نظر آتے ہیں۔ یہ کلام الہی  
کو اگلوں کا فسانہ قرار دیتے ہیں اور قرآن جیسا کلام پیش کر دینے کے دعویدار ہیں:

اور جب ان کو ہماری آتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ بس کرو ہم نے سن لیا اگر ہم چاہتے تو ہم بھی اسی طرح کا کلام پیش کر دیتے یہ ہے کیا! یہ تو بس اگلوں کے فسانے ہیں۔

وَإِذَا تُلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا  
قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ  
هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ .  
(الأنفال: ۳۱)

نبی کریم ﷺ پر آنے والی وحی پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کا جائزہ قرآن مجید اس پہلو سے بھی لیتا ہے کہ آپ ﷺ جس وحی کے آنے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ کوئی نئی چیز تو ہے نہیں کہ لوگوں کے لئے قابل قبول نہیں ہو پارہی ہے۔ یہ سلسلہ تو بہت پرانا ہے۔ تمام نبیوں اور رسولوں پر اسی طرح کی وحی آتی رہی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بے شک ہم نے تمہاری طرف  
اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح  
اور اس کے بعد آنے والے نبیوں کی  
طرف کی تھی اور ہم نے ابراہیم ،  
اسماعیل ، اسحاق ، یعقوب ، اولاد  
یعقوب ، عیسیٰ ، ایوب ، یونس ، ہارون  
اور سلیمان پر وحی بھیجی اور ہم نے داود کو  
زبور عطا کی اور دوسرے بھی بہت سے  
رسولوں پر وحی بھیجی جن کا حال پہلے ہم  
تم کو سنا چکے ہیں اور بہت سے رسولوں  
کا حال نہیں سنایا اور موسیٰ نے تو اللہ

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا  
أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ  
بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ  
وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ  
وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ  
وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا وَرُسُلًا قَدْ  
قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ  
رُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَ  
كَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا رُسُلًا  
مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

سے کلام کیا۔ اللہ نے رسولوں کو خوش خبری دینے والا اور انذار کرنے والا بنا کر بھیجا تا کہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے، اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔

لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ  
بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا  
حَكِيمًا.

(النساء: ۱۶۳، ۱۶۵)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اسی طرح خدائے عزیز و حکیم تمہاری طرف وحی کرتا ہے اور اسی طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر بھی وحی کرتا رہا ہے۔

كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَ  
إِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ.

(الشوری: ۳)

بعض لوگوں کو یہ اعتراض بھی تھا کہ اگر اللہ کو کوئی پیغام بھیجنا ہی تھا تو اسے بذریعہ وحی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ براہ راست ہم کلام ہوتا تا کہ ہم بھی براہ راست اسی سے سن لیتے۔ قرآن اس کا ذکر یوں کرتا ہے:

اور جنہیں علم نہیں وہ کہتے ہیں کہ  
کیوں نہیں اللہ براہ راست ہم سے

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ  
لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ.

(البقرہ: ۱۱۸)

اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ معترضین نبیوں اور رسولوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کیا ہم کبھی سیدھے سیدھے انسانوں کے سامنے آئے ہیں اور ہم نے ان سے کلام کیا ہے؟ ہم نے یا تو وحی کے ذریعے اپنا پیغام بھیجا ہے یا پردے کے پیچھے سے بات کی ہے۔ کیوں کہ انسانوں کی نگاہوں میں ہماری دید کی تاب نہیں۔ اور جہاں تک ہر کسی سے

بات کرنے کا معاملہ ہے تو یہ ہماری سنت اور حکمت دین دونوں کے خلاف ہے۔ فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ  
اللَّهُ إِلَّا وَخْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ  
أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذِنِهِ مَا  
يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ

کسی بشر کا بھی یہ مقام نہیں کہ اللہ  
اس کے سامنے آکر اس سے کلام کرے مگر  
وحی کے ذریعہ یا پردہ کی اوٹ سے یا کسی  
فرشتہ کو بھیجے پس وہ اس وحی کو پہنچائے اس  
کے اذن سے جو وہ چاہے وہ بڑا ہی عالی  
مقام اور حکیم ہے۔

(الشوری: ۵۱)

ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ اس طرح کا بے تکا اعتراض کوئی نئی بات نہیں،  
ان کے ہم مشرب اسی طرح کی بات ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔ فرمایا:

كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ  
قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ  
قُلُوبُهُمْ. (البقرہ: ۱۱۸)

اسی طرح ان کے پیش رو بھی انھی  
جیسی بات کہہ چکے ہیں ان سب کے  
دل ایک ہی جیسے ہیں۔

رہی یہ بات کہ معترضین اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ان کے یہ  
مطالبات پورے نہیں کر دئے جاتے تو یہ ان کی بے توفیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو نور  
ہدایت بھیج دیا ہے، اب اگر کوئی اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تو وہ سمجھے۔ رسول نے اپنا  
فریضہ ابلاغ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا  
الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِن  
جَعَلْنَا نُورًا نُورًا أَتَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ  
مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ

اور اسی طرح ہم نے تمہاری  
طرف بھی وحی کی ایک روح اپنے امر  
میں سے، نہ تم یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا  
ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا  
ہے؟ لیکن ہم نے اس کو ایک نور بنایا

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ صِرَاطِ  
 اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ  
 وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ  
 تَصِيرُ الْأُمُورُ.

جس سے ہم ہدایت دیتے ہیں  
 اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے  
 ہیں اور بے شک تم ایک سیدھی راہ  
 کی طرف رہنمائی کر رہے ہو، اس اللہ  
 کی طرف جس کا وہ سب کچھ ہے جو  
 آسمانوں اور زمین میں  
 ہے، سنو! سارے معاملے اللہ کی طرف

(الشوریٰ: ۵۲، ۵۳)

لوٹنے والے ہیں۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو وحی بھیجی ہی تھی اور کسی کو نبوت  
 و رسالت عطا کرنی ہی تھی تو جس طرح جبرئیل کے ذریعہ اس نے آنجناب ﷺ کے پاس  
 اپنا پیغام بھیجوایا خود اسی کو منصب رسالت عطا کر کے اس کام پر مامور کر دیا ہوتا جس پر  
 آنجناب کو مامور کیا ہے، آخر کسی انسان کے انتخاب کی ضرورت کیا تھی؟

ان کے اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اولاً ہم نے اب تک جتنے  
 رسول بھیجے سب انسان ہی تھے کوئی فرشتہ نہیں تھا۔ معترضین کا حضرت ابراہیم، حضرت  
 اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کو رسول تسلیم کرنا خود ان کے اعتراض کا  
 مسکت جواب ہے۔

ثانیاً جو لوگ اعتراض کر رہے ہیں یہ پیغمبر انہیں کے درمیان کا آدمی ہے اور اب تک  
 جتنے انبیاء و رسل آئے، جن قوموں کے لئے آئے، انہیں کے اندر سے آئے پھر اس پہلو  
 سے اعتراض کی گنجائش کہاں سے پیدا ہوگئی؟

اس کے بعد فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں اس آخری رسول کی دعوت قبول نہیں  
 کرنی ہے اس لئے طرح طرح کے بہانے تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم ہونا

چاہئے کہ یہ جس راہ پر چل رہے ہیں اس پر چلنے والوں کا انجام ماضی میں بڑا بھیانک ہوا، اس لئے ان کو اس طرح کے انجام سے ڈرنا چاہئے۔ فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا  
رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ  
الْقُرَىٰ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ  
فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ  
لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ.

(یوسف: ۱۰۹)

اور ہم نے تم سے پہلے بھی رسول  
آدمی ہی بھیجے انھیں بستیوں والوں میں  
سے۔ ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔  
کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں  
کہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو  
ان سے پہلے گزرے ہیں حالانکہ دار  
آخرت ان کے لئے بہتر ہے جنہوں

نے تقویٰ اختیار کیا تو کیا تم سمجھتے نہیں!

اور پھر جو اہل کتاب مکہ والوں کو اعتراضات پر اکسارہے تھے ان کی کتابوں کی  
پیشین گوئیوں کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا  
کہ تم پر جو وحی کی جارہی ہے یہی حق ہے اور اس کی حقانیت کی دلیل وہ پیشین گوئیاں ہیں  
جو سابق آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ فرمایا:

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ  
الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ  
يَدَيْهِ.

اور ہم نے تمہاری طرف جو  
کتاب وحی کی ہے وہی حق ہے ان  
پیشین گوئیوں کی مصداق جو اس کے

(فاطر: ۳۱) پہلے سے موجود ہیں۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن کی صورت میں جو  
وحی کی جارہی ہے اس کے نزول کی غایت کیا ہے؟ اس کی بنیادی غایت یہ بتائی ہے کہ جو لوگ  
سیدھی راہ پر نہیں ہیں ان کو سیدھی راہ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزماں سے فرمایا:

یہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تاکہ تم  
ڈراؤ ان کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے  
والا نہیں آیا تھا، شاید وہ ہدایت پا جائیں۔

اس کے بعد جو لوگ اس راہ کو اختیار نہیں کرتے انہیں دنیا و آخرت کے رسوا کن  
عذاب سے آگاہ کر دو۔

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا  
ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو  
ڈراؤں اور وہ بھی ڈرائے جس کو یہ پہنچے۔

اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے  
نازل کیا ہے بابرکت اور مصداق اپنے سے  
پہلے کی کتاب کی تاکہ تم خوشخبری دو اور ڈراؤ  
ام القریٰ اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو۔

کہہ دو میں تو تم کو وحی کے ذریعہ  
صرف ڈرا رہا ہوں لیکن ڈرانے والی پکار کو  
بہرے تو سنتے نہیں جب انہیں ڈرایا جاتا ہے۔

میری طرف صرف اس لئے وحی کی  
جاتی ہے کہ میں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! اگر یہ لوگ انذار کے باوجود اپنی زندگی میں تبدیلی

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا  
مَّا آتَاهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ  
لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ. (السجدة: ۳)

وَأَوْحَىٰ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ  
لِيُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ.  
(الأنعام: ۱۹)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ  
مُبَارَكٌ مُصَدِّقٌ لِلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ  
وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا.  
(الأنعام: ۹۳)

ایک جگہ اور فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ  
وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا  
يُنذَرُونَ. (الأنبياء: ۴۵)

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا  
نَذِيرٌ مُّبِينٌ. (ص: ۷۰)

لانے کے لئے تیار نہیں ہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور وحی الہی کی اتباع کرو اور ان کے سلسلہ میں فیصلہ الہی کا انتظار کرو:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ  
وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ وَهُوَ  
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ.

اور جو وحی تمہاری طرف کی جا رہی ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے موقف پر ڈٹے رہو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

(یونس: ۱۰۹)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ  
مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا  
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا. (الأحزاب: ۲)

اور جو وحی تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے کی جا رہی ہے اس کی پیروی کرو، بے شک وہ باخبر ہے ان چیزوں سے جو تم کر رہے ہو۔

یہود کی شرانگیزیوں سے کون واقف نہیں؟ جب انہوں نے دیکھا کہ عرب وحی الہی کی ناقدری کر رہے ہیں اور اس کی طرف سے کمال بے اعتنائی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس کے باوجود رسول کے رویہ میں نہ صرف یہ کہ کوئی تبدیلی نہیں آ رہی ہے بلکہ اس کی سعی و جہد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، تو وہ بھی کھل کر سامنے آ گئے اور ایک ایسی حقیقت کا انکار کر دیا جسے وہ اب تک تسلیم کرتے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ:

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشِيرًا مِّنْ شَيْءٍ.

اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ (الأنعام: ۹۲)

جوں ہی یہود نے یہ اشتغلا چھوڑا کفار و مشرکین مکہ سے لے اڑے اور جگہ جگہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ جب اہل مذہب و شریعت اس بات کا اقرار نہیں کر رہے ہیں کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی کتاب نازل کی ہے تو آنجناب کے دعوائے نبوت کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ اس پر ویسٹمنسٹر کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:



اے نبی! ان سے پوچھو کہ وہ  
کتاب جسے موسیٰ لے کر آئے تھے جو  
تمام انسانوں کے لئے روشنی اور  
ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے  
ہو جس کا کچھ حصہ تو تم ظاہر کرتے ہو  
اور ایک بڑا حصہ چھپاتے ہو اور جس  
کے ذریعہ سے تم کو علم دیا گیا جو نہ تمہیں  
حاصل تھا اور نہ تمہارے باپ دادا  
کو، آخر اس کو کس نے نازل کیا!

قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ  
الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى  
لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ  
تُبَدُّونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُمْ  
مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ.  
(الأنعام: ۹۲)

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ اعلان بھی کرایا کہ: اللہ ہی نے اسے بھی  
نازل کیا تھا۔ فرمایا:

اسے اللہ ہی نے نازل کیا ہے۔

قُلِ اللَّهُ. (الأنعام: ۹۲)

اس کے بعد رسول برحق کو یہ ہدایت فرمائی کہ:

پھر انہیں چھوڑ دو کہ وہ اپنی دلیل

ثُمَّ ذَرَّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ

بازیوں سے کھیلیں۔

يَلْعَبُونَ. (الأنعام: ۹۲)

چونکہ انکار رسالت محمدی ﷺ اور تکذیب قرآن میں بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل  
دونوں متحد تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سلسلوں کے مصدر حضرت ابراہیمؑ کی  
توحید پسندی کا حوالہ دے کر نبی کریم ﷺ کو توحید پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی۔ فرمایا:

بے شک ابراہیمؑ اپنی ذات میں

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً

ایک پوری امت تھا، اللہ کا مطیع فرمان

فَاتَّالَهُ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ

اور اس کے لئے بالکل یکسو، وہ مشرکوں

الْمُشْرِكِينَ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ

میں سے نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا، اللہ نے اس کا انتخاب کیا اور اسے سیدھی راہ دکھائی۔ ہم نے دنیا میں بھی اس کو بھلائی دی اور آخرت میں بھی۔ وہ نیکو کاروں میں سے تھا۔ پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقہ پر چلو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

(النحل: ۱۲۰-۱۲۳)

توحید کی تعلیم تمام تعلیمات قرآنی میں سب سے اہم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس بات کی تاکید فرمائی کہ لوگوں سے کہہ دو کہ میں توحید کا جو اعلان کر رہا ہوں اس کے ذریعہ میں اپنے آپ کو کوئی بڑی اہم ہستی قرار دینا نہیں چاہتا بلکہ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فی الواقع اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود حقیقی ہے ہی نہیں اور جو لوگ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے ان کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے نبی! ان سے کہو میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے، اس لئے تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے مغفرت چاہو اور بتا ہی ہے ان مشرکوں کے لئے جو ذکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ.

(حم السجده: ۶-۷)

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ اے نبی! تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں تو تمہیں توحید کی تعلیم دے کر اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں اب تم بتاؤ اسلام لانے کو تیار ہو یا نہیں؟ فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ أَنَّمَا  
الهِكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ  
مُسْلِمُونَ.  
اے نبی! بتا دو کہ میرے پاس  
وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک خدا  
ہے تو کیا تم اس کے آگے سِرِ اطاعت خم

(الانبیاء: ۱۰۸) کرتے ہو؟

قرآن مجید کی صورت میں جو وحی نبی کریم ﷺ پر آتی ہے وہ انسانوں کو ان کا حقیقی مقام عطا کرتی اور زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہے اس لئے حق تو یہ تھا کہ لوگ اس کا انکار نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ  
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ. (بنی تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں۔

اسرائیل: ۳۹)

حکمت کی ان باتوں میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار بھی ہے اور شرک سے اجتناب بھی، والدین کے حقوق کی پاسداری بھی ہے اور ان کی فرما برداری بھی، قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کا خیال بھی ہے اور اعتدال و کفایت شعاری بھی، رزق کی تنگی و کشادگی کا مشیت الہی پر انحصار بھی ہے اور قتل اولاد کی ممانعت بھی، زنا اور محرکات زنا سے احتراز بھی ہے اور مال یتیم کی حفاظت بھی، ایفائے عہد کی ہدایت بھی ہے اور ایفائے کیل و وزن کی تاکید بھی، قذف و تہمت سے گریز کی تعلیم بھی ہے اور غرور و تکبر سے اعراض کا حکم بھی اور عجز و انکسار کی تلقین بھی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی قرآنی کے ذریعہ سے ان ساری حکیمانہ باتوں کی تعلیم دی ہے۔

قرآن مجید وہ صحیفہ ہدایت ہے جو ماضی کے حقائق سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ ایک جگہ

Handwritten text in Urdu script, appearing as a list or series of entries. The text is extremely faint and illegible due to high contrast and noise in the scan. It seems to be organized into several paragraphs or sections, with some lines starting with what might be bullet points or numbers. The content is mostly illegible but appears to be a structured list of items or points.

کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ  
نُوحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ  
اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ  
يَمْكُرُوْنَ. (يوسف: ۱۰۲)

یہ پورا قصہ غیب کی خبروں میں  
سے ہے جو ہم تم کو بذریعہ وحی سنارہے  
ہیں ورنہ تم اس وقت وہاں موجود نہ تھے  
جب برادران یوسف نے باہم اتفاق  
کیا تھا اور وہ سازش کر رہے تھے۔

اس وحی قرآنی نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت تسلی بھی دی جب مخالفتوں کا طوفان

اپنے شباب پر تھا۔ فرمایا:

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلِيْ مَنْ  
قَبْلِكَ قَامَلِيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ  
اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ.  
(الرعد: ۳۲)

تم سے پہلے کے بہت سے رسولوں  
کا مذاق اڑایا گیا ہے اور ہم نے  
کافروں کو ڈھیل دی پھر بعد میں ان کو  
پکڑا تو ذرا دیکھو کہ میری سزا کیسی تھی!

مخالفین قرآن نے قرآن پر ایمان نہ لانے کے ہزار بہانے تلاش کئے۔ کبھی کچھ کہا  
اور کبھی کچھ۔ اور دوسروں کو ایمان لانے سے روکنے کی بھی بڑی کوشش کی لیکن جب یہ  
ایمان لانے والوں کو ایمان لانے سے نہیں روک سکے اور ان کی مخالفت کا کوئی حربہ کارگر  
نہیں ہوا تو یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر یہ حضرت واقعی اللہ کے رسول ہیں اور ان کے دعویٰ  
کے مطابق قرآن وحی الہی ہے تو یہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے لئے کوئی ایسی نشانی  
دکھائیں جس سے دل مطمئن ہو جائے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

لَوْ لَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ  
رَّبِّهِ. (يونس: ۲۰)

ان پر ان کے رب کی طرف سے  
کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری جاتی۔

اسی طرح کبھی یہ کہتے کہ یہ جناب سیدھے سیدھے آسمان سے پوری کتاب سماوی

قرطاس و سیاہی کے ساتھ کیوں نہیں پیش کرتے؟ ان کے اس اعتراض کا ایک جواب قرآن نے یہ دیا کہ:

فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ  
فَأَنْتَظِرُونَ إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ  
الْمُنْتَظِرِينَ. (یونس: ۲۰)

تو ان سے کہو کہ غیب کا مالک تو  
اللہ ہے اس لئے اس کے فیصلہ کا انتظار  
کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا

ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جس نشانی کا تم مطالبہ کر رہے ہو اس کا لادینا میرے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ ضرورت سمجھے گا تو نازل فرمائے گا۔ اب اگر تم اپنی طلب کے مطابق نشانی نہ پانے کی صورت میں ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہو تو نشانی کا انتظار کرو، میں بھی فیصلہ خداوندی کا انتظار کرتا ہوں۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي  
خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا  
أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا  
مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ.

اے نبی! کہہ دو کہ میں تم سے یہ تو  
کہتا نہیں کہ میرے پاس اللہ کے  
خزانے ہیں اور نہ میں غیب ہی کی خبر  
رکھتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں  
کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس  
وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف  
کی جاتی ہے۔

(الأنعام: ۵۰)

یعنی نہ تو میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں کہ تم جو مانگو میں حاضر کر دوں اور نہ میں غیب کی خبر رکھتا ہوں کہ تم کو یہ بتا دوں کہ تمہارا مطالبہ پورا ہوگا یا نہیں۔ اور اگر پورا ہوگا تو

کب اور کس شکل میں؟ اور نہ میں انسانیت سے ماوراء کوئی فرشتہ ہونے کا ہی دعویدار ہوں کہ تم میرے عجز پر مجو حیرت ہو۔

اور تیسرا جواب یہ دیا کہ:

اور اے نبی اگر ہم تمہارے اوپر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ اور اگر ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، پھر انہیں کوئی مہلت نہیں ملتی اور اگر ہم فرشتہ اتارتے بھی تب بھی انسانی شکل ہی میں اتارتے اور اس طرح انہیں اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اس وقت مبتلا ہیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا  
فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ  
لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا  
سِحْرٌ مُّبِينٌ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ  
عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكًا  
لَفُضِيَ الْأَمْرُ لَكُمْ لَا يُنظَرُونَ وَلَوْ  
جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ  
رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ.  
(الأنعام: ۷۰-۹)

اگر یہ معترضین قرآن پڑھتے اور اس پر غور و خوض کرتے تو انہیں اس کے انسانی زندگی کے لئے ایک رہنما کتاب ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوتا۔ یہ زندگی کے جن حقائق پر مشتمل ہے وہ صالح طبیعت کے دل کی آواز ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہو اور

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

دل پر مہر لگی ہوئی ہو نہیں کون سمجھا سکتا ہے؟ یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ قرآن کا یہ پیغام حیات آفریں جناتوں کی ایک جماعت کے کانوں میں راستہ چلتے پڑ گیا تو وہ اسے اپنا دل دے بیٹھے اور اس کی صداقت و حقانیت کے آگے سجدہ ریز ہو گئے، حیرت ہے کہ یہ انسان جس کے لئے اللہ کے رسول نے اتنی پتہ ماری کی کہ اللہ کو کہنا پڑا کہ اے نبی! ایسا لگتا ہے کہ تم اپنے آپ کو ان کے پیچھے تباہ کر ڈالو گے اگر یہ ایمان نہ لائے، اس کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

تو لگتا ہے تم اپنے آپ کو ان کے پیچھے ہلاک کر ڈالو گے، اگر یہ اس حدیث پر ایمان نہ لائے۔

عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا  
الْحَدِيثِ أَسَفًا. (الكهف: ۶)

جناتوں کی اس اثر پذیری کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

اے نبی! کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جناتوں کی ایک جماعت نے اسے سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ  
نَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا  
قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ.  
(الجن: ۱-۲)

یہ ہیں وہ الہامی بیانات جو قرآن مجید کے وحی الہی اور حضرت محمد ﷺ کے حامل وحی ہونے کی واضح دلیل ہیں۔





## مزاج رسالت محمدیؐ

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا مزاج بھی وہی ہے جو تمام انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت کا رہا ہے، اس لئے آپ ﷺ کی آمد سے نہ صرف یہ کہ کسی کو وحشت نہیں ہونی چاہئے تھی بلکہ سب کو آگے بڑھ کر آپ کی دعوت قبول کر لینی چاہئے تھی۔ اور اہل کتاب کو تو بطور خاص اس سلسلہ میں پہل کرنی چاہئے تھی۔ کیوں کہ وہ سب سے زیادہ نبوت و رسالت کے مزاج آشنا ہیں۔ قرآن نے بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نہ کوئی انوکھے رسول ہیں اور نہ قرآن کوئی انوکھی کتاب، بلکہ یہ نبوت و رسالت کی وہی آخری کڑی ہیں جس کا ذکر آسمانی کتابوں میں بار بار کیا گیا ہے۔ چنانچہ جب اہل کفر و شرک نے قرآن کو آنحضرت ﷺ کی اپنی گھڑی ہوئی چیز اور اس کی اثر آفرینی کو سحر قرار دینا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں کہ میری لائی ہوئی تعلیمات میں تمہیں اجنبیت محسوس ہو رہی ہے۔ میں تو تمہارے سامنے وہی کچھ پیش کر رہا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھے مل رہا ہے اور ہر رسول نے یہی کیا ہے۔ فرمایا:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ      ان سے کہو کہ میں کوئی انوکھا رسول تو

ہوں نہیں مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کل  
میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا  
ہوگا؟ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا  
ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے میں  
ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے کے سوا  
اور کچھ نہیں۔

وَمَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِي  
وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ  
وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ  
(الأحقاف: ۹)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اور بے شک ہم نے تم کو ٹھیک ٹھیک  
بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں  
گزری جس میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا  
وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا  
نَذِيرٌ  
(الفاطر: ۲۴)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست عام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:  
اور محمد رسول کے سوا کچھ نہیں اور ان  
سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔

وَمَا نُحَمِّدُ إِلَّا رَسُولًا قَدْ خَلَتْ مِنْ  
قَبْلِهِ الرَّسُلُ. (آل عمران: ۱۴۴)

ایک اور مقام پر فرمایا:

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی  
کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول  
اور خاتم النبیین ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ  
وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.  
(الأحزاب: ۴۰)

اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ:

اور اگلوں میں بھی ہم نے کتنے ہی  
نبی بھیجے ہیں۔

وَ كَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَبِيٍّ فِي  
الْأَوَّلِينَ. (الزخرف: ۶)

اور ایک جگہ اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ  
بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ.  
یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تمہیں  
ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں تم بلا شبہ  
(البقرة: ۲۵۲) رسولوں میں سے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ تم کو رسول ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو تمہیں پریشان  
ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم خود شہادت دے رہے ہیں کہ تم رسول ہو۔ اور ہماری شہادت  
تمہارے لئے کافی ہے۔ ہماری شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی احتیاج نہیں۔

اسی طرح یہ وضاحت بھی فرمادی کہ:  
وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا  
مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ.  
اور ہم نے جن رسولوں کو بھی بھیجا  
مبشر اور منذر ہی بنا کر بھیجا۔  
(الأنعام: ۴۸)

اور اپنی اسی سنت کے مطابق ہم نے تم کو بھی مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے:  
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا.  
اور ہم نے تم کو بھی مبشر اور نذیر  
ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(الفرقان: ۵۶)  
إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ  
هَادٍ.  
تم تو بس ڈرانے والے ہو اور ہر  
قوم میں ہادی آیا ہے۔

(الرعد: ۷)  
اس لئے اے نبی تم اپنی اس حیثیت کا لوگوں میں بر ملا اعلان کر دو:  
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا  
لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ.  
اے نبی! تم لوگوں سے کہہ دو کہ  
اے لوگو! میں صرف تمہیں واضح طور  
سے آگاہ کر دینے والا ہوں۔  
(الحج: ۴۹)

اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ  
بَشِیْرٌ .  
تمہارے پاس نذیر اور بشیر کی حیثیت  
بے شک میں اللہ کی طرف سے  
(ہود: ۲) سے آیا ہوں۔

قرآن مجید نے جگہ جگہ نبی کریم ﷺ کی اس حیثیت کی وضاحت کی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ  
بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا . (البقرة: ۱۱۹)  
بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔  
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ  
شَاهِدًا وَّ مُّبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا  
اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِہِ وَّ سِرَاجًا مُّنِیْرًا .  
اے نبی! ہم نے تمہیں گواہ ،  
بشارت دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی  
طرف اس کے اذن سے دعوت دینے  
(الأحزاب: ۴۵، ۴۶) والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کسی خاص قوم اور خطے کے  
لئے نہیں ہے بلکہ سارے عالم انسانیت کے لئے ہے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ  
بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا . (سبا: ۲۸)  
اور ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں  
کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔  
وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً  
لِّلْعٰلَمِیْنَ . (الانبیاء: ۱۰۷)  
اور ہم نے تم کو سارے ہی عالم  
کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔  
قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ  
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا .  
اے نبی! اعلان کر دو کہ اے لوگو  
! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا  
(الأعراف: ۱۵۸) رسول ہوں۔

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بحیثیت شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجنے  
کا ذکر کرنے کے ساتھ لوگوں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم اس کو بحیثیت رسول تسلیم کرو اور اس کی

تعظیم و توقیر کرو، نہ اس کے ساتھ گستاخی کرو اور نہ اس کی ناقدری کرو اور وہ جس خدائے واحد کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے ہر آن اس کی عظمت و کبریائی کا اعلان و اظہار کرو۔  
فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ  
مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ  
وَرَسُولِهِ وَ تَعَزُّوهُ وَ تُوَفِّرُوهُ وَ  
تُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَ أُصِيلاً.  
(الفتح: ۸، ۹)

بے شک ہم نے تم کو شہادت  
دینے والا، بشارت دینے اور خبردار  
کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے  
لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان  
لاؤ، اس کا ساتھ دو اور اس کی توقیر کرو  
اور صبح و شام اللہ کی عظمت و کبریائی کا  
اعلان و اظہار کرو۔

اور بعض مقامات پر رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان  
اپنی اس حیثیت کا اعلان کرو اور اپنا فریضہ منصبی ان پر اچھی طرح واضح کر دو، مثلاً فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَ مَا مِن  
إِلَهِ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ  
السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا  
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ  
أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ مَا كَانَ لِي مِنْ  
عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ  
إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ  
مُّبِينٌ.

اے نبی! کہہ دو کہ میں تو بس  
خبردار کرنے والا ہوں اور خدائے  
واحد و قہار کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو  
آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کا  
رب ہے، غلبہ والا اور بڑا اور گزر کرنے  
والا ہے، اور ان سے یہ بھی بتا دو کہ یہ  
ایک بڑی خبر ہے جس سے تم اعراض  
کر رہے ہو مجھے بالکل اس کی خبر نہیں  
تھی جب ملا اعلیٰ میں یہ (فرشتے اللہ

(ص: ۶۵، ۷۰)

سے) مباحثہ کر رہے تھے مجھ کو بذریعہ  
وحی یہ باتیں اس لئے بتائی جاتی ہیں  
کہ میں کھلا ہوا خبردار کرنے والا  
ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ ہم نے تم کو یہ کتاب اس  
لئے دی ہے کہ تم اسے لوگوں کے سامنے پیش کر دو بس تمہاری ذمہ داری ختم، ماننا نہ ماننا ان  
کا کام ہے۔ جو لوگ جواب دہی کا احساس رکھتے ہوں گے وہ اسے ضرور قبول کریں  
گے۔ رہے وہ جن کا احساس ہی مردہ ہو چکا ہے ان سے قبول حق کی بہت زیادہ امید نہ  
رکھو۔ فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ  
فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ  
فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا  
يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا.  
(الكهف: ۱۱۰)

اے نبی! کہہ دو کہ میں تو ایک  
انسان ہوں تمہارے جیسا۔ میری  
طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس  
ایک ہی خدا ہے پس جو کوئی اپنے رب  
کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے نیک عمل  
کرنا چاہئے اور اسے اپنے رب کے  
ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ  
الْكِتَابَ إِلَّا لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي  
اختلفوا فيه وهدى ورحمة  
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. (النحل: ۶۴)

اور ہم نے یہ کتاب تم پر اس لئے  
نازل کی ہے کہ ان کے سامنے اس کی  
حقیقت واضح کر دو جس میں یہ  
اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں یہ

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

کتاب روشنی، ہدایت اور رحمت ہے  
ان کے لئے جو ایمان لائیں۔

اس طرح دیکھا جائے تو رسول خاتم کا کام اور مزاج وہی نظر آتا ہے جو دیگر انبیاء و رسل کا رہا ہے۔ تمام ہی انبیائے کرام کا مشن عدل کا قیام، نیک برتاؤ، فیاضانہ سلوک، ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، عفو درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس و لحاظ، حقوق کی ادائیگی اور ایثار جیسے مکارم اخلاق کا فروغ اور بخل، زنا، برہنگی و عریانی، اغلام بازی، چوری، شراب، بدزبانی و بدکلامی، عریاں تصاویر کی نمائش، رقص و سرود، عیش و طرب، حد سے تجاوز اور حقوق کی پامالی جیسے رذائل اخلاق کی بیخ کنی رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا مزاج بھی یہی ہے، چنانچہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام امتوں کے پیغمبروں سے ان تمام چیزوں سے متعلق امتوں کے سامنے سوال کرے گا اور سارے انبیاء انہی اعمال کی شہادت دیں گے جو افراد امت کرتے رہے ہیں تب لوگوں کو پتہ چلے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ ابھی تو لوگ فقط انداز سے اپنی آنکھیں کھولنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ  
شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَ  
جِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ  
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا  
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَ  
بُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ .

اور یاد کرو اس دن کو جب کہ ہم  
ہر امت میں خود ان کے اندر سے ایک  
گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو ان کے  
خلاف شہادت دے گا۔ اور اے نبی  
! ہم تم کو بھی ان کے خلاف شہادت  
دینے کے لئے اٹھا کھڑا کریں گے۔

اسی لئے ہم نے آگاہ کر دیا ہے اور تم پر  
یہ کتاب نازل کی ہے ہر چیز کی

(النحل: ۸۹)

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

وضاحت کر دینے والی، ہدایت،

رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے

لئے جو سرطاعت ختم کرنے کو تیار ہیں۔

اور جس طرح تمام رسولوں کی ذمہ داری صرف یہ تھی کہ وہ پیغام خداوندی بے کم

وکاست امت تک پہنچادیں اگر امت نہیں مانتی تو اس پر رسول سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا

اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بھی محض ابلاغ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، نہ ماننے والوں کی

طرف سے جواب دہی آپ ﷺ کو نہیں کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے لوگو! تمہارا رب تمہارے

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنْ يَشَاءُ

حال سے بخوبی واقف ہے وہ چاہے تو

يَرْحَمَكُمْ أَوْ إِنْ يَشَاءُ يُعَذِّبْكُمْ

تم پر رحم کرے اور چاہے تو تم کو عذاب

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا

دے اور اے نبی! ہم نے تم کو لوگوں پر

(بنی اسرائیل: ۵۴)

داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بے توفیقوں کو لازماً حق کے آگے جھکا

دینے کی ذمہ داری دیگر پیغمبروں کی نہیں رہی ہے اسی طرح آپ ﷺ کی بھی ذمہ داری یہ

نہیں ہے کہ آپ لازماً سب سے اپنی بات منوالیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ

سے فرمایا کہ:

تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ

إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ

بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو جب کہ

وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا

انہوں نے پیٹھ پھیر لی ہو۔

(النمل: ۸۰)

مُدْبِرِينَ .

مزید فرمایا:



وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمِّي عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ.

اور تم اندھوں کو بھی بھٹکنے سے نہیں بچا سکتے۔ تم تو اپنی بات صرف ان کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے

(النمل: ۸۱) ہیں اور یہی فرمانبردار ہیں۔

قرآن مجید کے بعض مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے والوں سے خطاب کرتے ہوئے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ:

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ.

رسول پر تو صرف حق کا پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے اور اللہ تمہارے کھلے اور چھپے سارے حالات سے باخبر

(المائدة: ۹۹) ہے۔

البتہ اگر تبلیغ حق میں رسول کوتاہی کرے گا تو وہ یقیناً ماخوذ ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ.

اے رسول! تمہاری طرف جو کتاب اتاری گئی ہے تم اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اگر تم نے اس ذمہ داری

کا حق ادا نہ کیا تو یقیناً تم نے فریضہ

رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

رہی یہ بات کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی بڑا مشکل کام ہے، اس راہ میں لوگوں کی طرف سے ایسی رکاوٹیں کھڑی کی جاسکتی ہیں جن کو عبور کرنا انتہائی مشکل ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زندگی ہی سے ہاتھ دھو لینا پڑے تو اللہ تعالیٰ نے رسول کی اس مشکل کو یوں دور کر دیا ہے کہ:

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ.

اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا یقین رکھو کہ وہ تمہارے مقابلہ میں کافروں کو کامیابی کی راہ ہرگز نہیں دکھائے گا۔ (المائدہ: ۶۷)

اور آپ ﷺ کے اطمینان خاطر کے لئے مزید یہ فرمایا کہ:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا وَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.

کیا ہم نے تمہیں شرح صدر نہیں عطا فرمایا اور کیا تمہارے بوجھ کو نہیں اتارا جو تمہاری پیٹھ کو توڑے دے رہا تھا اور کیا تمہارا ذکر بلند نہیں کیا؟ بے شک پریشانی کے ساتھ آسانی ہے، ہاں ہاں پریشانی کے ساتھ آسانی ہے۔

(الشرح: ۱۰۱)

پھر اس امر کی بھی وضاحت کر دی کہ اے نبی! اگر تمہاری تمام تر کوششوں کے باوجود یہ لوگ ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہیں تو تمہارا یہ اعلان کافی ہے کہ:

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اِنِّيْۤ اَبْرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ.

اللہ ہی اکیلا معبود حقیقی ہے اور میں بری ہوں تمہارے اس عمل سے جو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (الانعام: ۱۹)

یہ ہے مزاج رسالت محمدی ﷺ



## رسالت محمدی ﷺ کی تائید

یوں تو پورا قرآن ہی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تائید کرتا ہے لیکن اس کی متعدد آیات ہیں جن میں صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی رسالت کی تائید موجود ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے تابوتِ سکینہ کا ذکر جس انداز میں ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی ان کے ہاں بڑی اہمیت تھی اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اسے ان کے لئے اہم قرار دیا تھا چنانچہ بنی اسرائیل اپنے تمام آلام و مصائب اور حوادث میں اپنے مورال (Moral) کو قائم رکھنے کے لئے اس کا سہارا لیتے تھے لیکن جب ان کا یہ تابوت ان سے چھین گیا تو ان کی ساری حشمت و شوکت ہی ان سے چھین گئی۔ اس پورے واقعہ کی جو تفصیل تورات میں موجود ہے اس سے کسی بھی غیر جانب دار شخص کی ذہنی تسلی نہیں ہوتی لیکن قرآن نے اس کی جو تفصیل بیان کی ہے اس سے اس کی حقیقت و اہمیت کا صحیح صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کے اس بیان کے سامنے آجانے کے بعد خود اہل کتاب کی آنکھیں کھل گئیں اور اس واقعہ کے سلسلہ میں وہ دفاع کے بجائے اقدام کی پوزیشن میں آگئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے سچے بیان کو رسالتِ محمدی ﷺ کی دلیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا  
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ  
الْمُرْسَلِينَ.  
یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں  
سنارہے ہیں مقصد کے ساتھ اور اس  
میں کوئی شبہ نہیں کہ تم اللہ کے رسولوں  
(البقرة: ۲۵۲) میں سے ہو۔

یعنی اگر تم اللہ کے رسول نہ ہوتے تو جس واقعہ کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کا  
کوئی ذریعہ موجود نہ تھا اسے اتنی سچائی کے ساتھ تم کیسے بیان کر دیتے؟ چونکہ اللہ تعالیٰ کو  
سب کچھ معلوم ہے اس لئے اس نے تم کو رسول ہونے کی وجہ سے اصل صورت حال سے  
آگاہ کر دیا۔

یہ تو صرف ایک واقعہ کی بات ہوئی ورنہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے  
پورے قرآن ہی کو آپ ﷺ کی رسالت کی تائید و شہادت کے طور پر پیش کیا ہے کہ دیکھ لو  
یہ قرآن عربوں کی اپنی ٹکسالی زبان میں ہے لیکن اس جیسا حکیمانہ اور معجز کلام پیش کرنے  
پر وہ قادر نہیں ہیں۔ آخر محمد ﷺ بھی تو انھی کے درمیان کے ایک فرد ہیں وہ اس طرح کا  
حکیمانہ کلام از خود کیسے پیش کر سکتے ہیں اس لئے قرآن کی اس شہادت کو یہ لوگ تسلیم کریں  
کہ یہ کوئی انسانی کلام نہیں ہے، بلکہ وحی الہی ہے۔ فرمایا:

يَسَّ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ  
إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلِيٌّ  
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ  
الرَّحِيمِ.  
یہ سورہ یس ہے۔ قرآن حکیم خود  
شاہد ہے کہ تم رسولوں میں سے ہو،  
ایک بالکل سیدھی راہ پر، جس کو خدائے  
عزیز و حکیم نے بڑے اہتمام کے ساتھ  
(یس: ۱-۵) نازل کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ ہم نے محمد ﷺ کو رسول بنا کر  
اس لئے بھیجا ہے کہ وہ خدا بے زار لوگوں کو ان کی غفلت اور خدا بے زاری کے عواقب سے

آگاہ کر دیں۔ اتنی اہم ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے جن اصولوں اور ضابطوں کی ضرورت تھی، ہم نے وہ اصول اور ضابطے بڑے اہتمام کے ساتھ نازل کئے ہیں ذرا دیکھو کہ یہ قرآن اولاً تو ہماری بارگاہ قدس سے اترا ہے، ثانیاً: ہماری بارگاہ سے اسے لے کر جانے والا کوئی اور نہیں بلکہ سرخیل قدسیاں جبریل امین ہیں۔ ثالثاً: اس کو ہم نے جس کے پاس بھیجا ہے وہ سید البشر ہے۔ رابعاً: اس کے مہبط کے طور پر ہم نے اس کے نفس کو نہیں بلکہ اس کے قلب کو منتخب کیا ہے۔ خامساً: اس کے مخاطب اول وہ ہیں جو اس سید البشر کی سیادت فکری اور علوئے ذہنی سے نہ صرف یہ کہ واقف ہیں بلکہ وہ اس کی ان حیثیتوں کے شروع ہی سے معترف بھی رہے ہیں۔ سادساً: ان اصول و ہدایات کے لئے ہم نے جو زبان اختیار کی ہے وہ بالکل سادہ، واضح اور قابل فہم ہے۔

کیا ان تمام اہتمامات کے باوجود بھی رسالت محمدی ﷺ پر کسی شک کی گنجائش باقی

رہ جاتی ہے؟ ارشادِ خداوندی ہے:

اور بے شک یہ اللہ رب العالمین

کی طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ

اتارا ہوا کلام ہے۔ اس کو تمہارے

قلب پر امانت دار فرشتے لے کر اترا ہے

تا کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دینے والوں

میں سے بنو اور اس کا ذکر اگلوں کے

صحیفوں میں بھی ہے۔ کیا ان لوگوں

کے لئے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ اس کو

علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ

قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ

الْأُولَىٰ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ

يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ.

(الشعراء: ۱۹۲-۱۹۷)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی نبوت و رسالت بھی بالکل

اسی طرح کی ہے جس طرح کی نبوت و رسالت موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا  
شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ  
فِرْعَوْنَ رَسُولًا.  
یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک  
رسول بھیجا ہے تم پر دین حق کا گواہ بنا کر  
جس طرح ہم نے فرعون کی طرف

(المزمل: ۱۵) ایک رسول بھیجا تھا۔

بعض لوگ حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعلان و اظہار تو کرتے تھے لیکن منافقانہ اسلوب میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفاق کے ساتھ اقرار و اعلان رسالت کا کوئی حاصل نہیں۔ اگر اقرار و اعلان کرنا ہی ہے تو دل کی گہرائی کے ساتھ کرو۔ اگر دل کی گہرائی کے ساتھ اقرار و اعلان نہیں کر سکتے تو مت کرو، اس رسول خاتم کو تمہاری اس منافقانہ تائید کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اس کی تائید و شہادت کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ  
قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ  
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ  
يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ  
اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن  
سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا  
يَعْمَلُونَ.  
اے نبی! جب منافقین تمہارے  
پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی  
دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں  
حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تم اس کے  
رسول ہو اور اللہ یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ  
منافقین بالکل جھوٹے ہیں۔ انھوں  
نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور

(المنافقون: ۱، ۲) وہ اللہ کی راہ سے رک گئے ہیں۔

کفار و مشرکین مکہ کا تعلق چونکہ کاہنوں اور نجومیوں سے تھا اس لئے ان کے سامنے کوئی ایسا اہم معاملہ آتا جس کی توجیہ وہ نہیں کر پاتے تو اس کا تعلق کاہنوں اور نجومیوں سے جوڑ دیتے اور جب کسی کلام کی عظمت کا احساس تو ہوتا لیکن اسے تسلیم نہیں کرنا چاہتے

تو اسے کبھی کہانت، کبھی جنون اور کبھی شاعری سے تعبیر کرتے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ پر قرآن اتارا تو کفار و مشرکین نے اسی طرح کے الزامات لگائے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی تائید میں فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ  
صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ  
عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ  
يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو  
مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ  
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ  
أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا  
أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ  
أَفْتُمَارُونَ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ وَلَقَدْ رَأَاهُ  
نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ  
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَغْشَىٰ  
السُّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ  
وَمَا طَفَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ  
الْكُبْرَىٰ

(النجم: ۱-۱۸)

اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے اور اس نے اس کو ایک بار اور اترتے دیکھا ہے  
سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب کہ چھائے ہوئی تھی سدرہ کو

شاید ہیں ستارے جب کہ وہ  
گرتے ہیں کہ تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے  
اور نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ وہ اپنے وحی  
سے یہ باتیں کہتا ہے بلکہ یہ وحی ہے جو  
اسے کی جاتی ہے، اس کو مضبوط قوتوں  
والے اور عقل و کردار کے ایک توانا نے  
تعلیم دی ہے۔ وہ نمودار ہوا اور وہ افق  
اعلیٰ میں تھا پھر قریب ہوا اور جھک پڑا  
پس وہ دو کمانوں کے بقدر یا اس سے  
بھی کم فاصلہ پر آ گیا پھر وہ وحی پہنچا  
دی اللہ کے بندے کی طرف جو اللہ  
نے اس کی طرف کی تھی جو کچھ اس نے  
دیکھا وہ اس کے دل کی خیال آرائی  
نہیں ہے تو کیا تم اس سے اس چیز کے  
بارے میں کج بحثی کرتے ہو جس کا وہ

جو چیز چھائے ہوئے تھی، نہ یہ اس کے نگاہ کی کجی تھی اور نہ گم رہی۔ اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (ترجمہ)

اور دوسری جگہ فرمایا:

فَلذِّكْرٍ فَمَا أَنْتَ بِبِعَمَتٍ  
رَبِّكَ بِيْغَاهِنِ وَلَا مَجْنُونٍ. أَمْ  
يَقُولُونَ شَاعِرٌ تَتَّبِعُ بِهِ رَيْبَ  
الْمَنُونِ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ  
مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ.

پس تم یاد دہانی کرتے رہو، تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کوئی کاہن ہو اور نہ دیوانے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس کے لئے ہم گردشِ روزگار کے منتظر ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں

(الطور: ۲۹، ۳۱)

میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کرنے اور حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجنے کی غایت یہ بتائی ہے کہ چونکہ کعبہ مرکبِ توحید ہے اور وہ مکہ میں ہے اس لئے مرکزِ توحید مکہ اور اس کے گرد و پیش کے لوگوں کے سامنے توحید کی اہمیت کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ اگر توحید اپنے مرکز ہی میں نامانوس رہ جائے گی تو دنیا تک یہ پیغام توحید پہنچے گا کیسے؟ چنانچہ فرمایا:

وَ كَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ  
حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا  
رَيْبَ فِيهِ.

اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ تم ام القریٰ اور اس کے گرد و پیش والوں کو آگاہ کر دو اور ان کو ڈراؤ اس دن سے جو سب کو اکٹھا کرنے کا دن ہوگا (الشوری: ۷)



قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت  
جس کے آنے میں کسی شک کی  
گنجائش نہیں۔

اور یہ ہدایت فرمادی کہ:

پس تم اس کو مضبوطی سے تھامے  
رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس  
میں کوئی شک نہیں کہ تم سیدھی راہ پر ہو۔  
تم ان کو چھوڑ دو یہ بوالفضولی اور  
ہنسی مسخری کر لیں یہاں تک کہ اس دن  
سے دو چار ہو جائیں جس کی ان کو دھمکی  
دی جا رہی ہے۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي  
أُوْحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ  
مُّسْتَقِيمٍ . (الزخرف: ۴۳)  
فَذَرُهُمْ يَخَوْضُونَ وَيَلْعَبُونَ  
حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي  
يُوعَدُونَ .

(الزخرف: ۸۳)

اور یہ بھی تلقین فرمائی کہ:

تو تم ان کو نظر انداز کرو اور کہو کہ  
اچھا بابا سلام! ان کو عنقریب خود ہی پتہ  
چل جائے گا۔

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ  
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ .

(الزخرف: ۸۹)

حضرت محمد ﷺ جس شریعت پر عامل اور جس کے داعی تھے آپ ﷺ کی خود ساختہ  
شریعت نہیں تھی بلکہ وہ شریعت آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ آپ ﷺ کی  
شریعت کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پھر ہم نے تم کو ایک واضح  
شریعت عطا کی ہے تو تم اسی کی پیروی  
کرو۔ ان لوگوں کی خواہشات کی مطلق  
پروانہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ  
مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ  
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ .

(البجاثية: ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو کتاب بطور دستور حیات عطا فرمائی اس پر جب لوگوں کے اعتراضات کا سلسلہ بہت زیادہ بڑھ گیا تو نبی کریم ﷺ کو فطری طور سے اس کا بڑا غم رہنے لگا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ  
الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ إِلَىٰ مَعَادِ قُلُوبِ  
رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ  
هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ وَمَا كُنْتُ  
تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ  
إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ.

(القصص: ۸۵، ۸۶)

بے شک جس نے تم پر قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے وہ تمہیں ایک اچھے انجام تک پہنچا کے رہے گا۔ ان کو بتا دو کہ میرا رب خوب جانتا ہے اس کو بھی جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اس کو بھی جو کھلی گمراہی میں ہے اور تم خود تو اس کے آرزو مند تھے نہیں کہ تم پر کتاب اتاری جائے بلکہ یہ تمہارے رب کا ایک خاص فضل ہے۔

اور اس بات کی تائید میں مزید فرمایا:

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ  
نَزَّلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا.

(بنی اسرائیل: ۱۰۵) ہے۔

چونکہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ لوگ پورے جذبہ تشکر و امتنان کے ساتھ اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے اور کہتے کہ:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيَّ  
عَبْدِهِ الْكِتَابَ. (الكهف: ۱)

شکر کا سزاوار ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔

اور یہ کتاب ہدایت اس صورت میں تو اور بھی زیادہ لائق اعتناء ٹھہرتی ہے جب کہ اس کی تعلیمات بالکل ہموار اور انسانی زندگی کے لئے بالکل سازگار ہیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيمًا  
لِيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ  
يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ  
الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا  
مَا كَثُرَ فِيهِ أَبَدًا.

(الکھف: ۱۰۳)

اور اس میں اس نے کوئی کج پیچ  
نہیں رکھا، بالکل ہموار اور استوار تا کہ  
وہ اپنی جانب سے جھٹلانے والوں کو  
ایک سخت عذاب سے آگاہ کر دے اور  
ایمان لانے والوں اور عمل صالح  
کرنے والوں کو اس بات کی خوش خبری  
سنادے کہ ان کے لئے بہت اچھا اجر  
ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لیکن ان کافروں اور ناشکروں کی ناسپاسی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس محسن کو رسول  
ہی ماننے سے انکار کر دیا جو اس کتاب کو ان کے پاس لے کر آیا ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
لَسْتَ مُرْسَلًا. (الرعد: ۴۳) نہیں ہو۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی رسالت کی تائید میں فرماتا ہے کہ ان کافروں کے انکار  
سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ یہ ناعاقبت اندیش تمہاری رسالت کی شہادت دیں یا نہ  
دیں، اللہ اور علم کتاب الہی کے سچے حاملین کی شہادت کافی ہے۔ فرمایا:

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَ  
بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ .  
اللہ اور وہ لوگ گواہی دینے کے لئے  
کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔  
(الرعد: ۴۳)

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ نہ تو ان کے انکار سے رسول کی رسالت مجروح ہوگی اور نہ ان کے روکنے سے حق کا غلبہ ہی رکنے والا ہے۔ فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ  
الْمُشْرِكُونَ.

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو  
ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے  
کہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر  
دے خواہ مشرکوں کو یہ چیز ناگوار خاطر

(التوبة: ۳۳) ہی کیوں نہ ہو۔

یہ کتاب بڑا المیہ ہے کہ منکرین اُس رسول کو اپنا قائد اور رہبر ماننے سے انکار کر رہے ہیں جس کی کاوشوں کا مرکز و محور ہی ان کی بھلائی، بہی خواہی اور بہبود ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ ان کی گمراہی سے بے چین رہتا ہے اور ان کی رہنمائی کے لئے اپنے شب و روز کے سکون غارت کئے رہتا ہے، جو ان کے لئے دافعِ کلفت اور طالبِ راحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے امت کے لئے اس درد و کرب کا ذکر ان لفظوں میں فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ  
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ  
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ  
رَّحِيمٌ.

سچ تو یہ ہے کہ تمہارے پاس جو  
رسول آیا ہے وہ تمہارے ہی اندر کا  
ایک آدمی ہے جس پر تمہارا ہلاکت میں  
پڑنا بہت شاق ہے جو تمہارے ایمان کا  
حریص اور اہل ایمان کے لئے سراپا

(التوبة: ۱۲۸)

شفقت و رحمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت کی تائید قرآن مجید میں جگہ جگہ اور مختلف اسالیب میں کی ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی ہے۔ کہیں پر خطاب عام رکھا ہے، کہیں صرف کفار و مشرکین مکہ کو مخاطب بنایا ہے تو

کہیں اہل کتاب سے خطاب فرمایا ہے۔ عام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ  
الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا  
خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ  
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ  
كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا.

(النساء: ۱۷۰)

اے لوگو! رسول تمہارے پاس  
تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر  
آ گیا ہے پس تم اس پر ایمان لے آؤ،  
یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم  
اس کا انکار کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ ہی کا  
ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے  
اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

کفار و مشرکین مکہ کو مخاطب بناتے ہوئے فرمایا:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا  
بَصَّاحِبِهِمْ مِنْ جَنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا  
نَذِيرٌ مُبِينٌ.

(الأعراف: ۱۸۴) ڈرانے والا ہے۔

کیا انہوں نے اس بات پر غور  
نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو کوئی  
جنون نہیں ہے بلکہ وہ ایک کھلا ہوا

یہاں کفار و مشرکین سے خطاب غائب کے اسلوب میں ہے۔ اس اسلوب کا  
سبب ان کی ناقدری کی وجہ سے ان سے کمال بے زاری اور نفرت کا اظہار ہے، کیوں کہ  
دنیا انکار کرتی تو کرتی لیکن جنہوں نے اس رسول کو چالیس برس تک دیکھا اور پرکھا ان کا  
ضمیر انکار کے لئے کیسے آمادہ ہوا؟ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ہم وطنوں کو  
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمْرًا مِّنْ  
قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ.

(یونس: ۱۶)

میں نے تمہارے درمیان اس  
سے پہلے ایک عمر گزاری ہے تو کیا تم  
عقل سے کام نہیں لیتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ  
رَسُولُنَا يَبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا  
كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو  
عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ  
وَكِتَابٌ مُبِينٌ.  
(المائدہ: ۱۵)

اے اہل کتاب! تمہارے پاس  
ہمارا رسول آ گیا ہے وہ بہت سی ایسی  
باتیں ظاہر کرتا ہے جن کو تم چھپاتے  
تھے اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کرتا  
ہے۔ اب تمہارے پاس ایک نور اور  
حقائق کی وضاحت کرنے والی کتاب  
آگئی ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ  
رَسُولُنَا يَبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِّنَ  
الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ  
بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ  
بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ.  
(المائدہ: ۱۹)

اے اہل کتاب! رسولوں کے  
ایک وقفہ کے بعد ہمارا رسول تمہارے  
پاس آچکا ہے تمہارے لئے دین حق کو  
واضح کرتا ہوا۔ مبادا تم کہو کہ ہمارے  
پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا تو لو ایک  
بشیر و نذیر تمہارے پاس آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی تائید میں انبیائے سابقین کی تاریخ اور  
ان کی تعلیمات کا حوالہ بھی دیا ہے اور منکرین کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ اس نبی کی لائی  
ہوئی تعلیمات اور اس کے مزاج دعوت کے تقدس کا دیگر انبیاء کی تعلیمات اور ان کے  
مزاج دعوت کے تقدس سے موازنہ کر کے دیکھ لو۔ تم کو ان تمام میں یکسر مماثلت نظر آئے  
گی۔ بعض مقامات پر تو خود نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ اعلان کرایا کہ میں کوئی انوکھا  
رسول نہیں ہوں کہ میری رسالت تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ جہاں تک میری

بشریت پر تمہارے اعتراض کا تعلق ہے تو میں بھی اسی طرح بشر ہوں جس طرح تمام انبیاء بشر رہے ہیں اور جس طرح تمام رسولوں نے صرف اپنی رسالت کا دعویٰ کیا ہے، اپنی خدائی کا نہیں۔ اسی طرح میں بھی محض اپنی رسالت کا دعویٰ ہوں، خدائی کا نہیں۔ جس طرح تمام رسولوں نے اس وحی کی پیروی کی ہے جو ان پر نازل ہوئی، اسی طرح میں بھی اسی وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ جس طرح تمام رسولوں نے اپنی قوم کو انداز کیا ہے اسی طرح میں بھی تم کو انداز کر رہا ہوں۔ آخر میرے اندر تم کون سی ایسی نئی چیز دیکھ رہے ہو جو دیگر رسولوں میں نہیں تھی کہ تم ان کی رسالت کے تو معترف ہو لیکن میری رسالت کا انکار کر رہے ہو۔ فرمایا:

ان سے کہو کہ میں کوئی انوکھا

قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَا مِّنْ

رسول تو ہوں نہیں اور نہ میں یہ جانتا

الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي

ہوں کہ کیا معاملہ میرے ساتھ کیا

وَلَا بِكُمْ إِنِ اتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ

جائے گا اور کیا تمہارے ساتھ کیا جائے

وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

گا میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا

(الأحقاف: ۹)

ہوں جو مجھے بتائی جاتی ہے اور میں محض

کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ تم جن رسولوں کی

رسالت کا اقرار کر رہے ہو خود انہوں نے بھی میری رسالت کی پیشین گوئی کی ہے۔

چنانچہ دیکھو! کہ حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی کتاب میں جس رسول کی آمد کی بشارت

دی گئی تھی اس کا میں عین مصداق ہوں یا نہیں؟ قرآن کہتا ہے:

اور اس کے پہلے سے موسیٰ کی

وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ

کتاب موجود ہے رہنما اور رحمت کی

إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ

مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا  
لِيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَى  
لِلْمُحْسِنِينَ.

(الأحقاف: ۱۲)

حیثیت سے اور یہ کتاب (قرآن) اس کی پیشین گوئیوں کی عین مصداق ہے، عربی زبان میں ہے تاکہ ان لوگوں کو آگاہ کرے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم ڈھائے اور بشارت دے نیکو کاروں کو۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ نے بھی میری رسالت کی شہادت دی ہے اور انہوں نے تو بقید زمانہ و نام شہادت دی ہے۔ قرآن کا بیان ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
يٰبَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ  
التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي  
هِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ.

(الصف: ۶)

اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں، میں ان پیشین گوئیوں کا مصداق ہوں جو مجھ سے پہلے تورات میں موجود ہیں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

یہی نہیں کہ صرف انہی انبیاء سابقین نے رسالت محمدی ﷺ کی شہادت و بشارت دی ہے بلکہ بنی اسرائیل نے بھی اپنے پیغمبروں کے توسط سے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ جب آخری رسول آئے گا تو ہم اس پر ایمان لائیں گے۔ قرآن کہتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ  
النَّبِيِّينَ لَمَآءَ آتِيكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ

اور یاد کرو جب کہ اللہ نے تم سے نبیوں کے بارے میں ميثاق لیا تھا کہ



آج تو میں نے تمہیں کتاب اور  
حکمت دے دی پھر جب کل تمہارے  
پاس ایک رسول ان پیشین گوئیوں کا  
مصدق بن کر آئے جو تمہارے پاس  
موجود ہیں تو تم اس پر لازماً ایمان لے  
آنا اور اس کی بھرپور مدد کرنا۔ پھر انہی  
نبیوں کے توسط سے تم سے پوچھا کہ کیا  
تم نے اس کا قرار کیا اور میری ڈالی  
ہوئی ذمہ داری اٹھائی؟ تو انہوں نے  
جواب دیا تھا کہ ہاں ہم نے اقرار کیا تو  
کہا تھا کہ تم گواہ رہو میں بھی تمہارے  
ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

حِكْمَةٌ ثُمَّ جَاءَكُمْ  
رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ  
بِهِ وَلَتُنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَ  
أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا  
أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ  
مِنَ الشَّاهِدِينَ.

(آل عمران: ۸۱)

اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت بھی فرمادی ہے کہ نہ تم کوئی نئے نبی ہو کہ تمہاری نبوت  
ورسالت ان کی سمجھ سے بالاتر ہے اور نہ یہ کوئی نئی امت ہیں جن کے درمیان پہلی بار نبی  
کی بعثت ہو رہی ہے بلکہ تم سے پہلے بھی انبیاء گزر چکے ہیں اور وہ بھی اپنی اپنی امتوں کے  
پاس ہی بھیجے گئے تھے تو جس طرح ان امتوں کے لئے اسوہ ان کے پیغمبر تھے اسی طرح  
ان کے لئے اسوہ تم ہو۔ بالکل اسی طرح اے نبی! ان کا انکار بھی کوئی نئی بات نہیں، پہلے  
کے لوگ بھی اسی طرح انکار کر چکے ہیں۔ اس لئے تمہیں دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ  
اپنا کام کرتے رہنا چاہئے۔ ان کے مطالبات کی چنداں پروا نہیں کرنی چاہئے۔ سنو! اگر  
تمہارے پاس کوئی ایسی کتاب آتی جس کی تاثیر سے پہاڑ جیسے جمادات بھی حرکت میں آ  
جاتے یا زمین جیسی ٹھوس چیز بھی پاش پاش ہو جاتی یا مردے بولنے لگ جاتے تب بھی

جن کو نہیں ماننا ہے وہ نہیں مانتے اور اس تاثیر کی کوئی نہ کوئی توجیہ کر ہی ڈالتے۔ فرمایا:

كذٰلِكَ اَرْسَلْنَا فِيْ اُمَّةٍ  
 قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَّمٌ لِّتَتْلُوْا  
 عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَهُمْ  
 يَكْفُرُوْنَ بِالرُّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَا  
 اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ  
 مَتَابِعٌ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سِيَّرْتُ بِهٖ  
 الْجِبَالُ اَوْ قُطِعَتْ بِهٖ الْاَرْضُ اَوْ  
 كُتِبَ بِهٖ الْمَوْتٰى!

(الرعد: ۳۰، ۳۱)

اسی طرح ہم نے تم کو بھیجا ہے  
 ایک ایسی امت میں جس سے پہلے  
 بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تم انہیں  
 وہ چیز سنادو جو ہم نے تم پر وحی کی ہے۔  
 ہر چند کہ وہ انکار کر رہے ہیں تم کہو کہ  
 میرا رب وہی ہے، اس کے سوا کوئی  
 معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا  
 ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اگر  
 کوئی ایسا قرآن اترتا جس سے پہاڑ  
 بھی حرکت میں آجاتے یا زمین پاش  
 پاش ہو جاتی ہے یا مردے بولنے لگتے  
 تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں  
 تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ حقیقت بھی رکھ دی ہے کہ قرآن انسانوں کے دستور  
 اساسی کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس سے گریز درحقیقت اپنے دستور اساسی سے گریز ہے  
 لیکن جب وہ اس پر غور ہی نہیں کرتے تو یہ حقیقت ان کے دل و دماغ میں اترے گی کیسے!  
 اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ رسول اپنی امت کا نجات دہندہ ہوتا ہے چنانچہ جو لوگ  
 اپنے نجات دہندہ کی قدر نہیں کرتے وہ لازماً ہلاک کر دئے جاتے ہیں۔ ذرا سوچو! کہ جو  
 رسول کی دردمندی کو دیوانگی اور اپنی دیوانگی کو فرزانگی قرار دینے لگے اسے تباہی سے کون  
 بچا سکتا ہے!

جہاں تک رسول کی رسالت اور اس کی لائی ہوئی کتاب کی صداقت کا معاملہ ہے تو اس کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ اس سے بڑی شہادت اور کس کی ہوگی؟ اس لئے اس کی شہادت کے بعد کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُم لِلْحَقِّ كَارِهُونَ.

کیا ان لوگوں نے کلام الہی پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے اگلے آباء و اجداد کے پاس نہیں آئی تھی یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اس وجہ سے اس کے منکر بنے ہوئے ہیں یا وہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون لاحق ہے۔ سنو! یہ جنون نہیں ہے بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے لیکن ان کی اکثریت حق ہی سے بے زار ہے۔

(المومنون: ۶۸، ۷۰)

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ تم کو رسول ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں ان کو بتادو کہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خداوندی بھی معتبر نہیں ہے لیکن اگر وہ صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے کسی بھی طرح تیار نہ ہوں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، انہیں بہر صورت قائل کر لینے اور اپنی بات لازماً منوالینے کی ذمہ داری تمہاری نہیں ہے۔ اپنے اس انکار و اعراض کی سزا خود انہیں ہی بھگتنی پڑے گی۔

فرمایا:

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ  
أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا  
أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا.  
(النساء: ۸۰)

جو رسول کی اطاعت کرے گا تو  
اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے  
رسول کی اطاعت سے روگردانی کی تو  
ہم نے ان پر تم کو نگراں مقرر نہیں کیا

ہے۔

مزید فرمایا کہ تم اسی کو انداز کر سکتے ہو جس کے دل میں خوف خداوندی اور آخرت کی  
جواب دہی کا احساس ہو۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّنْ  
يَخْشَاهَا.

تم تو بس اسی کو ڈرا سکتے ہو جو اس  
سے خوف کھائے۔

(النازعات: ۴۵)



## رسول رحمت کی اقتدا کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے آخری رسول کی حیثیت سے مبعوث فرما کر سارے لوگوں کو آپ کی اقتدا کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا کہ آنحضرت کی پوری زندگی لوگوں کے لئے بہترین اسوہ ہے۔ فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب: ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین اسوہ ہے۔

اب اگر لوگ دنیا اور آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا کی اتباع کریں۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس نے متعدد مقامات پر انبیائے سابقین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ان تمام نبیوں کا دین اسلام ہی رہا ہے۔ اور اسی دین اسلام کی تعلیم آنحضرت ﷺ بھی دے رہے ہیں اس لئے سابق انبیاء و رسل پر ایمان کے مدعیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس نبی پر بھی ایمان لائیں اور اب اسی کی اتباع کریں۔ اس کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی روشنی میں زندگی گزاریں اور جو لوگ بھی اس پیغمبر اور اس کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان نہیں لائیں گے وہ اچھی طرح نوٹ کر لیں کہ ان کے اس رویہ سے نہ رسول کا کچھ بگڑے گا اور نہ کتاب ہدایت کی عظمت و

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

جلالت پر ہی کوئی حرف آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ان محروم القسمت لوگوں کی جگہ پر دوسری قوم کا انتخاب فرمائے گا اور انہیں اس پر ایمان کی سعادت عطا فرمادے گا۔ البتہ ان ایمان نہ لانے والوں کا نقصان یہ ہوگا کہ یہ عذاب الہی کی گرفت میں آجائیں گے، اس وقت اللہ کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت ان کی مدد نہیں کر سکتی۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ  
الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ  
يَكْفُرُ بِهَا هُوَ لِأَفْقَدُ وَكَلْنَا بِهَا  
قَوْمًا لَيَسُؤُوا بِهَا بَكَاةً  
أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ  
فَبُهِدَاهُمْ أَفْتَدِيهِ قُلٌ لَا  
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا  
ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ

یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب،  
قوت فیصلہ اور نبوت عطا فرمائی ہے تو  
اگر یہ لوگ اس (قرآن) کا انکار کر  
دیں گے تو کوئی پروا نہیں ہم نے ایسے  
لوگ مامور کر دئے ہیں جو اس کے منکر  
نہیں ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ  
نے ہدایت بخشی ہے تو تم بھی انہی کے  
طریقہ کی پیروی کرو۔ اے نبی! تم  
ان کے اندر یہ اعلان کر دو کہ میں کسی  
صلہ کا طالب نہیں ہوں یہ تو اہل عالم  
کے لئے ایک ہاددہانی ہے۔

(الأنعام: ۹۰، ۹۱)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ  
إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ  
يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَ أَنْتُمْ لَا  
تَشْعُرُونَ

اور تم پیروی کرو اس بہترین چیز  
کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی  
طرف سے اتاری گئی ہے قبل اس کے  
کہ تم پر اچانک عذاب آدھمکے اور تم کو

(الزمر: ۵۵)

خبر بھی نہ ہو۔ ☆☆☆

## اہل کتاب کو بھی آخری رسول کی معرفت حاصل تھی

بنی اسرائیل کے پاس جو آسمانی کتابیں آئی تھیں ان میں آخری رسول کی آمد کی خبر اور اس کی علامات درج تھیں، اس لئے انہیں آخری رسول کی آمد کا انتظار بھی بڑی شدت سے تھا اور جب آخری رسول آ گیا تو انہوں نے اپنی کتابوں کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپ ﷺ کو پہچانا بھی لیکن تعصب اور تنگ نظری نے انہیں اس پر ایمان لانے سے روک دیا۔ تعصب اور تنگ نظری وہ بیماری ہے کہ جو بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے اندر سے اعتراف و اقرار کا جوہر نکل جاتا ہے اور وہ ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے۔ یہی کچھ یہود کے ساتھ بھی ہوا۔ قرآن مجید بہت صاف لفظوں میں بتاتا ہے کہ یہ یہود جس رسول خاتم کے منتظر تھے، جس کی آمد کے لئے دعائیں بھی مانگ رہے تھے جب وہ آ گیا اور جب ان کے پاس وہ چیز آگئی جس کی انہیں پہلے سے معرفت حاصل تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

اہل کتاب حضرت محمد ﷺ کو بحیثیت آخری رسول اسی طرح جانتے اور پہچانتے تھے جیسے وہ اپنے بیٹوں کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ  
اس کو ویسے ہی جانتے ہیں جیسے اپنے  
بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں ایک  
گروہ ایسا ہے جو حق کو جان بوجھ کر

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ  
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ  
وَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

(البقرة: ۱۲۶) چھپاتا ہے۔

اسی طرح اہل کتاب قرآن کو بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کوئی انسانی کلام نہیں  
بلکہ خدائی الہام ہے لیکن چونکہ وہ شامت زدہ ہیں اس لئے اس پر ایمان نہیں لارہے  
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جن کو ہم نے کتاب عطا کی ہے  
وہ اس کو پہچانتے ہیں بالکل ویسے ہی  
جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن  
جنہوں نے اپنے آپ کو گھائے میں

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ  
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ  
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا  
يَسْمَعُونَ.

(الأنعام: ۲۰) ڈالا وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔





## تورات اور انجیل میں درج صفات محمد کی ﷺ کا حوالہ

قرآن نے متعدد مقامات پر تورات و انجیل میں واردان تعلیمات کا حوالہ دیا ہے جن میں آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت ہے۔ سورہ بقرہ کی یہ آیات ملاحظہ ہوں:

اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری	يٰۤاَيُّهَا اِسْرَائِيْلُ اذْكُرُوْا
اس نعمت کو جو میں نے تم پر کی ہے اور	نِعْمَتِي الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
میرے عہد کو پورا کرو میں بھی تمہارے	وَ اَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ وَ
عہد کو پورا کروں گا اور مجھ سے ہی ڈرو	اَيَّايْ فَارْهَبُوْنَ وَ اٰمِنُوْا بِمَا
اور ایمان لاؤ اس چیز پر جو میں نے	اَنْزَلْتُ مُّصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا
اتاری ہے تصدیق کرتی ہوئی اس چیز	تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرٍ بِهٖ وَ لَا تَشْتَرُوْا
کی جو تمہارے پاس ہے اور تم ہی اس	بِاَيَّاتِيْ ثَمٰنًا قَلِيْلًا وَ اَيَّايْ فَاتَّقُوْنَ.
کے پہلے انکاری نہ بنو اور میری آیات کو	(البقرہ: ۴۰، ۴۱)
حقیر پونجی کے عوض نہ بیچو اور میرے	

غضب سے بچتے رہو۔

ان آیات کے کئی ٹکڑے ہیں جو خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ ایک ٹکڑا یہ ہے:

أوفوا بعهدی أوف بعهدکم (تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔)  
یہاں جس عہد کا حوالہ ہے اس میں منجملہ اور چیزوں کے اس عہد کی طرف بھی اشارہ  
ہے جو حضرت محمد ﷺ سے متعلق اہل کتاب سے لیا گیا تھا۔ جیسا کہ تورات میں ہے:  
”میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور  
اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہ ان سے وہی کہے گا،  
اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب  
اس سے لوں گا۔“

(کتاب استثناء: ۱۹ بحوالہ تفسیر تدریج قرآن۔ آیات مذکور کی تفسیر)

اس عہد کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے:

اور میری رحمت ہر چیز کو شامل	وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ
ہے میں اس کو لکھ رکھوں گا ان لوگوں	شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَ
کے لئے جو تقویٰ اختیار کریں گے،	يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
زکاۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری	يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ
آیات پر ایمان لائیں گے یعنی جو	النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُعْجِدُونَهُ
پیروی کریں گے اس رسول نبی امی کی	مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ
جس کو وہ اپنے یہاں تورات و انجیل	وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ
میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا	يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
حکم دیتا اور منکر سے روکتا ہے، ان کے	الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک	الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ
چیزوں کو حرام کرتا ہے، ان کے اوپر	وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ
سے ان کا بوجھ اتارتا اور ان پابندیوں	فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَ

نَصْرُوهُ وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ  
مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.  
(الأعراف: ۱۵۶، ۱۵۷)

کو ان سے ہٹاتا ہے جن کو انہوں نے  
اپنے اوپر خود لا دیا تھا۔ تو جو لوگ اس  
پر ایمان لائے، اس کی حمایت اور مدد  
کی اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس پر  
اتاری گئی ہے تو وہی لوگ دراصل  
کامیاب ہونے والے ہیں۔

دوسرا ٹکڑا ”ما أنزلت مصدقا لما معكم“ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مصداق  
بھی قرآن کے علاوہ دوسری کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ قرآن نہ صرف یہ کہ تورات  
کی بنیادی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے بلکہ اللہ کی آخری کتاب سے متعلق تمام پیشین  
گوئیوں کا عین مصداق بھی ہے۔

اور تیسرا ٹکڑا ”ولا تشتروا بآياتي ثمنا قليلا“ ہے۔ جس میں اس بات کا  
واضح اشارہ موجود ہے کہ عارضی منفعت اور ذاتی مفادات کے لئے قرآن سے متعلق  
تورات کی پیشین گوئیوں کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرو۔

اور چوتھا ٹکڑا ہے ”و ایای فاتقون“ یعنی ڈرنے کی چیز میرا غضب ہے نہ کہ وہ  
عارضی منفعت اور ذاتی مفادات جن کے تحفظ کے لئے تم اتنی پستی میں گر گئے ہو جس سے  
نیچے کوئی سطح نہیں ہے۔ جب کہ تم خود اپنے پیغمبر کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے  
ہو کہ جب آخری رسول آئے گا تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور ہر حال میں اس کی مدد  
کرو گے۔ قرآن نے ان کے اس عہد کا حوالہ یوں دیا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ  
النَّبِيِّينَ لَمَّا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ  
حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم سے  
نبیوں کے بارے میں ميثاق لیا کہ ہم  
نے تم کو کتاب اور حکمت سے نوازا پھر

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ  
بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَ  
أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا  
أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ  
مِنَ الشَّاهِدِينَ.

تمہارے پاس ایک رسول آئے  
گا ان پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتا ہوا  
جو تمہارے پاس موجود ہیں تو تم اس پر  
ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے  
پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور  
اس سلسلہ میں میری سوچی ہوئی ذمہ  
داری اٹھاتے ہو انہوں نے کہا کہ  
ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا تم بھی  
اس پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے  
ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

(آل عمران: ۸۱)

انجیل میں بھی آخری کتاب اور آخری رسول کے سلسلہ میں بڑی واضح پیشین گوئیاں  
موجود ہیں۔ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے یہ اقوال ملتے ہیں:

”اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک  
تمہارے ساتھ رہے۔“ (یوحنا: ۱۴-۱۷)

”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور  
مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔“ (یوحنا: ۱۴-۳۱)

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں ان کے بعد ان کے درمیان کوئی نبی  
نہیں آیا پھر ابد تک رہنے والا اور دنیا کا سردار حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کون ہو سکتا ہے؟  
اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ نے تو بقید اسم و زمانہ آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع دی تھی  
جس کو اہل کتاب یعنی نصاریٰ نے تو اپنی انجیلوں سے نکال دیا لیکن قرآن نے حضرت  
عیسیٰؑ کی اس پیشین گوئی کا حوالہ دے کر اسے پھر سے زندہ کر دیا اور نصاریٰ کی تحریف کا

پردہ بھی چاک کر دیا۔ قرآن کہتا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
يَبْنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ  
التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي  
مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ.

(الصف: ۶)

اور یاد کرو جب کہ عیسیٰ بن مریم  
نے کہا: اے بنی اسرائیل میں تمہاری  
طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور  
تورات کی ان پیشین گوئیوں کا مصداق  
ہوں جو مجھ سے پہلے سے موجود ہیں  
اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک  
رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام

احمد ہوگا۔

لیکن حیرت ہے کہ ان واضح پیشین گوئیوں کے باوجود سید المرسلین حضرت محمد ﷺ  
کی آمد کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کا یہود نے بھی انکار کیا اور نصاریٰ نے بھی اور اپنے  
اس انکار کو سند جواز عطا کرنے کے لئے انہوں نے تورات و انجیل کے ان حصوں میں  
تحریف کر ڈالی جن میں حضرت محمد ﷺ کی واضح شناخت موجود تھی اور کہنے لگے کہ یہ تو  
جادو ہے۔ قرآن کہتا ہے:

جب وہ ان کے پاس کھلی

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

نشانہ کے ساتھ آیات تو انہوں نے یہ

قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ.

کہہ کر ان کو دیا یہ تو کھلا ہوا جادو

(الصف: ۶)

ہے۔

☆☆☆

## آنحضرت ﷺ کے اخلاق و اوصاف

آنحضرت ﷺ کے اخلاق و اوصاف پر بھی قرآن نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آپ ﷺ کے بعض اخلاق و اوصاف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے احسان کے طور پر کیا ہے، بعض کا آپ ﷺ کی ذاتی خصوصیات کے طور پر، بعض کا نبوی امتیازات کے طور پر اور بعض کا معاندین و حاسدین کے الزام کے جواب کے طور پر۔ منافقین نے مومنین کے بھیس میں اسلام اور مسلمانوں کو جس طرح کا نقصان پہنچایا تھا وہ کوئی معمولی نقصان نہیں تھا بلکہ انہوں نے تو اسلام کے امتیازات اور مومنین کے اختصاصات ہی کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ ایسی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ اور مومنین کی طرف سے شدید رد عمل کا اندیشہ تھا لیکن قربان جائیے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ حقیقی اہل ایمان پر کہ انہوں نے جس حسن اخلاق اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ انسانی میں کم ہی ملے گی۔ ان دشمنان اسلام کی تمام تر معاندت اور اسلام دشمنی کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہؓ کا رویہ ان کے سلسلہ میں انتہائی رفق و نرمی اور لہجہ و محبت کا تھا۔ آپ ﷺ کے اس کردار کی ستائش قرآن نے جن لفظوں میں کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ اشارہٴ غیبی کا نتیجہ تھا اس لئے یہ بندوں پر اللہ کا ایک عظیم احسان تھا۔ فرمایا:

تم ان پر اللہ کے فضل سے نرم خو  
ہوئے اور اگر تم درشت خو اور سخت  
ثابت ہوئے ہوتے تو یہ تمہارے پاس  
سے منتشر ہو گئے ہوتے پس تم ان سے  
درگزر کرتے رہو، ان کے لئے  
معفرت طلب کرو اور معاملات میں  
ان سے مشورہ لیتے رہو البتہ جب تم  
فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یقیناً اللہ  
اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو پسند  
فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ  
لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ  
لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ  
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ  
فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ  
عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ  
الْمُتَوَكِّلِينَ.

(آل عمران: ۱۵۹)

اللہ کے رسول ﷺ نے ہر طرح کے نرم اور گرم حالات کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا  
اور اپنے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دی۔ اس کا فطری اثر مومنین صادقین پر بھی پڑا  
اور وہ بھی عزیمت کے پہاڑ بن گئے۔ قرآن نے رسول ﷺ کے اس اخلاق کو خود رسول  
اور اہل ایمان پر اللہ کے احسان سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا:

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی  
رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ  
نے تو یہ ٹھان ہی لی تھی کہ تمہیں بے راہ  
کر کے چھوڑے گا۔ حالانکہ وہ اپنے  
اس عمل سے اپنے آپ ہی کو بے راہ کر  
رہے ہیں، تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے  
ہیں اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ  
وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ  
يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا  
أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ  
شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ  
مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

عَلَيْكَ عَظِيمًا.

نازل فرمائی اور تمہیں وہ چیز سکھائی جو تم

(النساء: ۱۱۳) نہیں جانتے تھے۔ اور یہ اللہ کا تم پر

بہت بڑا فضل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اندر جو شرافت اور کریم النفسی تھی اس سے مقابلہ کے لئے منافقین اور معاندین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا اس لئے وہ آپ ﷺ کی اس شرافت کو عوام کے درمیان آپ ﷺ کی بے وقوفی، سادہ لوحی اور ناعاقبت اندیشی باور کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس کے لئے وہ آپ ﷺ کو ”کان کا کچا“ قرار دیتے تھے قرآن نے ان کے اس پروپگنڈا کو ان لفظوں میں نقل کیا ہے:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ  
النَّبِيَّ وَ يَقُولُونَ هُوَ أَذُنٌ  
اور انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو  
نبی کو ایذا پہنچاتے اور کہتے ہیں کہ ان

(التوبة: ۶۱) کے پاس تو صرف کان ہیں۔

یعنی یہ کان کے بڑے کچے ہیں۔ ان کے قریبی رفقاء انہیں جو رپورٹ دے دیتے ہیں وہ خاموشی سے سن لیتے اور آنکھ بند کر کے اسے قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کے جواب میں فرمایا:

قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمَئِذٍ  
بِاللَّهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ رَحْمَةٌ  
لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ.

اے نبی! ان کو بتادو کہ اللہ کا رسول

کان کا کچا نہیں ہے بلکہ وہ سراپا گوش

محض تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ وہ

خود اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ پر

ایمان رکھنے والوں ہی کی بات باور کرتا

ہے اور وہ تو تم میں سے ان لوگوں کے

لئے رحمت ہے جو ایمان لائے ہیں۔

(التوبة: ۶۱)



رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو داعدار کرنے والوں کی شرارت کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں ان کی ان شرارتوں کی سزا دے دی جاتی اور ان کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین پاک کر دی جاتی لیکن ان شریروں کو جو مہلت ملی ہوئی تھی وہ دراصل بنفیس رسول رحمت ہی ملی ہوئی تھی قرآن اس پہلو کا ذکر یوں کرتا ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ . (الأنفال: ۳۳)

اور اللہ انہیں عذاب نہیں دے سکتا جب تک تم ان کے درمیان ہو۔

حضرت محمد ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا دائرہ عمل اور اس کا حیظہ اثر بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل سب کو بہت فائدہ پہنچا۔ بنی اسماعیل کو سب سے بڑا فائدہ یہ ملا کہ وہ ایک نئی روشنی سے روشناس ہوئے اور عالمی برادری میں ان کا قد بہت اونچا ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل کو سب سے بڑا فائدہ یہ ملا کہ ان کے دوش گراں بار سے اصر و اغلال کے بوجھ اترے، ان کے لئے خوان کرم وسیع ہوا اور مضرات سے ان کی جاں بخشی ہوئی۔ قرآن آپ ﷺ کے اوصاف فاضلہ کا ذکر ان لفظوں میں کرتا ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ . (الأعراف: ۱۵۷)

وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے، ان پر خبیث چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور پابندیاں اتارتا ہے جو ان پر اب تک رہی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ذاتی اوصاف و خصائص سے قریش کے لوگ اچھی طرح واقف تھے اور اعلان نبوت و رسالت تک وہ کھلے لفظوں میں ان کا اعتراف و اظہار بھی کرتے

تھے لیکن جوں ہی آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام ان تک پہنچانا شروع کیا ان کا رویہ آپ ﷺ کے تئیں یکسر تبدیل ہو گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ تم ان ٹاڈ خاؤں سے کہو کہ میری چالیس سالہ طویل زندگی تمہارے سامنے ہے اور اس چالیس سالہ زندگی کی اخلاقی عظمت کا اعتراف تمہارے ایک ایک فرد نے کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اس کے بعد میری زندگی کا کون سا پہلو ہے جس میں تمہیں میرے اندر اخلاقی انحطاط کا احساس ہونے لگا۔ ذرا اس کی نشان دہی کرو۔ قرآن اس کا ذکر یوں کرتا ہے:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ  
عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ  
فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا  
تَعْقِلُونَ.

کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اس  
کو تمہیں نہ سنا تا اور نہ وہ خود تمہیں اس  
سے باخبر کرتا۔ میں اس سے پہلے تم  
میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں۔ تو کیا تم  
عقل سے کام نہیں لیتے؟ (یونس: ۱۶)

قریش یا دیگر کافروں اور مشرکوں کے پاس اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں تھا اس لئے ان کے سامنے اب دو ہی راستے باقی بچے تھے۔ یا تو وہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار و اعتراف کر کے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لیتے یا پھر ایسے الزامات تراشتے جن سے عوام کو بے وقوف بنایا جاسکتا ہو۔ دانائی کا تقاضا تو یہ تھا کہ پہلا راستہ اختیار کیا جاتا لیکن انہوں نے اپنی شامت اعمال سے دوسرا راستہ اختیار کیا چنانچہ انہوں نے مختلف مواقع پر مختلف قسم کے الزامات لگائے۔ کبھی تو کہا کہ یہ کاہن ہیں لیکن جب انہیں احساس ہوا کہ چونکہ ان کی زندگی کا ہنوں جیسی نہیں ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ لوگ اس الزام کو مسترد کر دیں تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ مجنوں ہیں لیکن پھر جب خیال ہوتا کہ ان کے اندر مجنونانہ کیفیت نہ دیکھ کر کہیں لوگ ہمارے خلاف ہی کچھ سوچنا نہ شروع کر دیں تو کہہ دیا کہ یہ تو شاعر ہیں، ان کے کلام کی تاثیر رسالت و نبوت کا نتیجہ نہیں بلکہ شاعری کا کرشمہ

ہے اس طرح وہ مختلف قسم کے الزامات تراشتے اور آپ ﷺ کو حتی المقدور متہم کرنے کی سعی نامحود کرتے۔ قرآن نے مختلف مقامات پر ان کے ان بے سرو پا الزامات کو سامنے رکھ کر آپ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کی تحسین کی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

فَذَكَرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ تَتَّبِعُ بِهِ رِيبَ الْمَنُونِ قُلْ تَرَبُّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ.

تو اے نبی! تم یاد دہانی کراتے رہو۔ اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ کوئی دیوانے کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس کے لئے ہم گردش روزگار کے منتظر ہیں۔ ان سے کہہ دو کہ تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

(الطور: ۲۹، ۳۱)

ایک دوسری جگہ ہے:

مَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ.

تم اپنے رب کے فضل سے کوئی دیوانے نہیں ہو اور تمہارے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور تم خلق عظیم کے مالک ہو۔

(القلم: ۲، ۴)

حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے:

مَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ.

تم اپنے رب کے فضل سے کوئی دیوانے نہیں ہو اور تمہارے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے اور تم خلق عظیم کے مالک ہو۔

(القلم: ۲، ۴)

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم  
ایمان ہی لانا نہیں چاہتے اور یہ کسی  
کاہن کا کلام بھی نہیں ہے تم یاد دہانی  
ہی حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ یہ تو رب  
العالمین کی طرف سے بڑے اہتمام

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا  
مَا تُؤْمِنُونَ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا  
مَا تَدَّكُرُونَ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ  
الْعَالَمِينَ.

(الحاقة: ۴۱-۴۳)

کے ساتھ اتر اہوا کلام ہے۔

بعض دفعہ مشرکین یہ کہتے کہ جسے آنجناب قرآن کہہ رہے ہیں وہ خدائی الہام نہیں  
بلکہ ان کی گھڑی ہوئی تصنیف ہے۔ محض دھونس جمانے کے لئے یہ اسے اللہ کی طرف  
منسوب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کے جواب میں فرمایا:

اور اگر یہ (نبی) کوئی بات گھڑ کر  
ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم ان کو  
قوی بازو سے پکڑتے پھر ہم ان کی شہ  
رگ ہی کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی  
بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ بنتا۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ  
الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ  
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ  
أَحَدٍ عَنْهُ حَاژِرِينَ.

(الحاقة: ۴۴-۴۷)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اور تمہارا ساتھی کوئی دیوانہ نہیں  
ہے اور اس نے اس کو (اس کلام کے  
پہنچانے والے کو) کھلے افق میں دیکھا  
ہے اور یہ غیب کی باتوں کا کوئی حریص  
نہیں ہے اور یہ کسی شیطان مردود کا القا  
بھی نہیں ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ  
وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ وَمَا هُوَ  
عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ  
شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ.

(التکویر: ۲۲-۲۵)

نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم خلق امت کے لئے آپ ﷺ کی انتہائی دردمندی بھی ہے۔ قرآن نے آپ ﷺ کے اس خلق عظیم کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ  
عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا  
الْحَدِيثِ أَسَفًا.

شاید تم اپنے آپ کو ان کے پیچھے  
غم سے ہلاک کر ڈالو گے اگر وہ اس  
بات پر ایمان نہ لائے۔

(الکہف: ۶)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ  
أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ  
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ  
رَّحِيمٌ.

تمہارے پاس تمہارے اندر ہی  
سے ایک رسول آچکا ہے جس پر تمہارا  
ہلاکت میں پڑنا بہت شاق ہے۔ وہ  
تمہارے ایمان کا حریص اور اہل ایمان  
کے لئے سراپا شفقت و رحمت ہے۔

(التوبة: ۱۲۸)

جن معاندین اسلام کی شقاوت قلبی اور حرماں نصیبی اپنی آخری حد کو پہنچ چکی تھی ان کے لئے بھی آنحضرت ﷺ کی دردمندی، دل سوزی اور جگر کا ہی کم نہیں ہو رہی تھی اور آپ ﷺ ہر ممکن کوشش کر رہے تھے کہ حقیقت ان کے دل و دماغ میں اتر جائے۔ جب آپ ﷺ کا یہ کرب و اضطراب حد سے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہمدردی اور محبت میں فرمایا:

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ  
حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ.

اور تم ان کے ایمان کی کتنی ہی  
حرص کرو ان کی اکثریت ایمان لانے

(یوسف: ۱۰۳) والی نہیں ہے۔

اللہ کے رسول کی اس دردمندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے بھی فرمایا کہ یہ نبی امی جس خدا اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے وہ خود پہلے اس خدا اور قرآن

پر ایمان لا چکا ہے۔ اگر وہ خود ایمان نہ لاتا اور تم سے ایمان لانے کو کہتا تو تمہارے لئے  
بچھکنے اور بدکنے کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن وہ جو دعوت دے رہا ہے اس کا عملی نمونہ بھی  
فراہم کر رہا ہے اس لئے انکار کی گنجائش نہیں۔ فرمایا:

فَأٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهِ  
النَّبِیُّ الۡاُمِّیُّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ  
کَلِمَتِهِ. (الأعراف: ۱۵۸) اللہ اور اس کے کلمات پر۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ رسول رحمت جو کچھ کہہ رہا ہے تمہاری ہمدردی اور محبت ہی میں  
کہہ رہا ہے اس کو تو ہم نے رسول رحمت بنا کر بھیجا ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا اُرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً  
لِّلْعٰلَمِیۡنَ. سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر۔

(الانبیاء: ۱۰۷)

یہ رسول اپنی اس دعوت کے ذریعہ اپنے آپ کو کوئی مافوق البشر ہستی بھی باور نہیں  
کرانا چاہتا کہ تم یہ سوچو کہ ہماری ہی طرح ایک عام انسانی زندگی گزارنے والا کوئی مافوق  
البشر ہستی کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا تو خود یہ واضح اعلان ہے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک  
انسان ہوں، مجھ میں اور تم میں بس یہ فرق ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے اور تم پر نہیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
یُوْحٰی اِلَیَّ. میں تو محض تمہارے جیسا ایک  
انسان ہوں مجھ پر وحی آتی ہے۔

(الکھف: ۱۱۰)

اللہ کے رسول ﷺ کے اس خلق عظیم کی ستائش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ  
ﷺ کو اپنا کام کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ کوئی مانے یا نہ مانے میں یہ  
شہادت دیتا ہوں کہ تم اپنے دعوائے رسالت و نبوت میں بالکل سچے ہو، تمہاری دعوت بھی

سچی ہے اور تمہارا طریقہ زندگی بھی صحیح ہے۔ فرمایا:

تم اپنے رب کی طرف لوگوں کو  
بلا تے رہو تم ہی سیدھی راہ پر ہو۔  
بے شک تم حق مبین پر ہو۔

أُدْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلىٰ  
هُدًى مُّسْتَقِيمٍ. (الحج: ۶۷)  
إِنَّكَ عَلَىٰ الْحَقِّ الْمُبِينِ

(النمل: ۷۹)

یقیناً تم سیدھی راہ دکھاتے ہو۔

إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ  
مُّسْتَقِيمٍ. (الشوریٰ: ۵۲)

قرآن نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس لئے  
مبعوث فرمایا ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار نہ کرنے والوں کو ان کے انجام بد سے آگاہ کر  
دے۔ فرمایا:

بڑا ہی با برکت ہے وہ جس نے  
حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب کو  
اپنے بندے پر بڑے اہتمام کے  
ساتھ نازل کیا ہے تاکہ وہ سارے عالم  
کو آگاہ کر دے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ  
الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ  
لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا.

(الفرقان: ۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ رسول ایسا بے لوث ہے کہ اپنی اس کارگزاری کی لوگوں  
سے کوئی اجرت بھی نہیں چاہتا بلکہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ فی اللہ کر رہا ہے البتہ یہ آرزو رکھتا  
ہے کہ کسی طرح لوگ اپنے رب کو پالیں۔ فرمایا:

اور اے نبی! ہم نے تم کو نہیں بھیجا  
مگر بشیر و نذیر بنا کر تم لوگوں سے کہہ دو  
کہ میں تم سے اپنی اس کارگزاری کی

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ  
أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

سَبِيلًا.

کوئی اجرت نہیں چاہتا میں تو صرف یہ

(الفرقان: ۵۶، ۵۷)

چاہتا ہوں کہ جو چاہے وہ اپنے رب کا  
راستہ پالے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ  
أَجْرٍ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ.

کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کسی  
عوض کا طالب نہیں ہوں میں کوئی

(ص: ۸۶) بناوٹ کرنے والا بھی نہیں ہوں۔

اس کے باوجود اگر منکرین اپنے انکار پر اڑے ہوئے ہیں تو اڑے رہیں اس سے وہ  
رسول یا اہل ایمان کا کوئی نقصان نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں جہاں  
تک رسول کے مشن کی تکمیل اور مستقبل میں اس کی کامیابی کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ واضح  
طور سے فرماتا ہے کہ:

وَأَنْتُمْ الْأَغْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ  
مُؤْمِنِينَ. (آل عمران: ۱۳۹) مومن رہو۔

بالآخر وہ مرحلہ آیا کہ اسلام کا نظام اخلاق سر بلند ہونے کو آیا، اسلام کا غلبہ اور  
مسلمانوں کی فتح و کامیابی واضح طور سے نظر آنے لگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ میں  
فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا  
لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ  
ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهُ  
عَلَيْكَ وَ يَهْدِيكَ صِرَاطًا  
مُسْتَقِيمًا وَ يَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا

بے شک ہم نے تم کو ایک کھلی  
ہوئی فتح عطا فرمائی کہ اللہ تمہارے  
اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے، تم  
پر اپنی نعمت تمام کر دے، تمہارے لئے  
ایک بالکل سیدھی راہ کھول دے اور



تمہیں ایک ناقابل شکست نصرت

عَزِيزًا.

(الفتح: ۱. ۳) سے نوازے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی کارگزاری پر اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یہ تسلی بھی دی کہ تم اپنا کام کرتے رہو، گھبراؤ نہیں، ہم تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو دیکھ رہے ہیں اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ تمہیں تمہاری محنت و کاوش کا مناسب صلہ نہ ملے۔ فرمایا:

اس خدائے عزیز و رحیم پر بھروسہ

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ

رکھو جو تمہیں دیکھتا ہے اس وقت جب

الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ

تم کھڑے ہوتے ہو اور جس وقت

وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ.

تمہاری آمد و شد ہوتی ہے سجدہ کرنے

(الشعراء: ۲۱۷. ۲۱۹)

والوں میں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اخلاقی برتری کی تائید میں یہ بھی فرمایا کہ اے مکہ والو! یہ رسول واقعی ہمارا برگزیدہ ہے جسے ہم نے نبوت و رسالت کے لئے منتخب کیا ہے وہ جو دعوت دے رہا ہے بالکل حق ہے اور وہ تمہارے سامنے وہی تعلیمات پیش کر رہا ہے جس کی وحی ہم نے اس کی طرف کی ہے وہ تمہیں کوئی ہدایت اپنے جی سے نہیں دے رہا ہے اور نہ وہ کوئی لپاٹیا ہے۔ فرمایا:

اور تمہارا ساتھی نہ بھولا ہے اور نہ

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا

بھٹکا اور نہ وہ اپنے جی سے کچھ کہہ

غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ.

رہا ہے۔

(النجم: ۲. ۳)

قرآن نے یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ اصل مصیبت یہ ہے کہ یہ منکرین اپنی عقلوں کا استعمال بالکل نہیں کر رہے ہیں بلکہ محض پروپیگنڈہ پرکان دھر رہے ہیں، ان

کے اعیان و اکابر نہیں جو بھاد دیتے ہیں آنکھ بند کر کے وہ وہی مانتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی! تم ان سے کہو کہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرو، تنہائی میں بیٹھو، رسول کی زندگی کا مطالعہ کرو، اور قرآنی تعلیمات پر غور کرو تو خود تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ میں کوئی ڈھونگی نہیں ہوں اور نہ قرآن کوئی انسانی تخلیق ہے۔ فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَعْظُمُ بِوَاحِدَةٍ  
 أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مثنًى وَفَرَادًى ثُمَّ  
 تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ  
 إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ  
 عَذَابٍ شَدِيدٍ.

اے نبی! کہہ دو کہ میں تمہیں  
 ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ  
 کے لئے دو دو آدمی کھڑے ہو یا اکیلے  
 اکیلے پھر غور کرو تو تمہاری سمجھ میں آئے  
 گا کہ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون نہیں  
 ہے۔ وہ تو محض تم کو آنے والے عذاب  
 سے آگاہ کر رہا ہے۔

(سبا: ۴۶)

اس رسول کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ ریشم کی طرح نرم اور فولاد کی طرح سخت ہے، وہ پھول بھی ہے اور تلوار بھی، اس میں درشتی بھی ہے اور نرمی بھی، اللہ کے آگے جھکنے والوں کے لئے تو اس کے بازو جھکے ہوئے ہیں لیکن اللہ کے مقابلہ میں سینہ تاننے والوں کے لئے وہ انتہائی سخت گیر ہے۔ قرآن کہتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
 وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ  
 رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ.

محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی  
 کفار پر بہت سخت اور باہم انتہائی رحم  
 دل ہیں۔

(الفتح: ۲۹)

نبی برحق کا حال یہ ہے کہ اگر ایک طرف بیویوں کی دلجوئی کی خاطر نہ صرف جائز

بلکہ اپنی انتہائی مرغوب شے کے استعمال سے یکسر گریز کا اعلان فرماتے ہیں تو دوسری طرف اپنی بیویوں سے کہتے ہیں کہ:

اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی  
زینتوں کی طالب ہو تو آؤ میں تمہیں  
دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ  
اِنْ كُنْتُمْ تُرِيدْنَ الْحَيٰوةَ  
الدُّنْيَا وَ زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمْتَعِكْنَ وَ  
اَسْرَحِكْنَ سَرٰحًا جَمِيْلًا.

(الأحزاب: ۲۸) رخصت کر دوں۔

اس طرح کے اور بھی بہت سارے اخلاق نبوی ہیں جن کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔



## رسول ﷺ پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم

اللہ تعالیٰ جب کسی کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تو اس پر اپنا خصوصی فضل بھی فرماتا ہے۔ شروع ہی سے اس کی حفاظت و نگرانی کرتا ہے، اسے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے، اس کے لئے حالات کو سازگار بناتا ہے، لوگوں کے درمیان اسے وقار و اعتبار بخشتا ہے اور اسے اس کے مشن میں کامیابی عطا فرماتا ہے، قرآن مجید نے >خبرت محمد ﷺ کے تعلق سے ان تمام پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس قوم کے درمیان گزرنا جن میں آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کا فریضہ انجام دینا تھا اور یہ حصہ تقریباً چالیس سال پر محیط ہے۔ اس پورے عرصہ میں آپ ﷺ کو قوم کا مکمل اعتبار حاصل تھا، لوگ آپ ﷺ کا احترام کرتے تھے، آپ ﷺ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آپ ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم کرتے تھے، مکہ میں آپ ﷺ کی شہرت سب سے اچھے انسان کی حیثیت سے تھی، خود انہوں نے آپ ﷺ کو صادق و امین کا خطاب دے رکھا تھا لیکن جب آپ ﷺ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور اللہ کے پیغام کو ان تک پہنچانا شروع کیا تو چونکہ اس کی وجہ سے ان کے خود ساختہ معاشرتی اصول ٹوٹ رہے تھے، ان کا استحصالی معاشی نظام متاثر ہو رہا تھا اور ان کے ذاتی اور خود غرضانہ مفادات کو زک پہنچ رہی تھی اس لئے انہوں

نے آپ ﷺ کی مخالفت شروع کر دی، اب وہی منصف ان کو ظالم، صادق کاذب اور امین بددیانت نظر آنے لگا۔ اس طرح انہوں نے آپ ﷺ کے گرد گھیرا اس قدر تنگ کر دیا کہ آپ ﷺ کی زندگی اجیرن ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اے نبی! اس وقت تم کو جس عسر، فقر اور تنگی کا سامنا ہے وہ محض تم کو تپا کر کندن بنا نے کے لئے ہے۔ اور تمہارے مخالفین کو جو یسر، فراخی اور غنی میسر ہے وہ ان کے امتحان اور اتمام حجت کے لئے ہے ورنہ جہاں تک ہمارے فضل کا معاملہ ہے تو وہ تمہیں ان سے زیادہ اب بھی حاصل ہے اور آئندہ مزید حاصل ہوگا۔ اس لئے تم اطمینان رکھو اور اپنا مشن جاری رکھو۔ فرمایا:

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا  
سَجَىٰ مَا وَدَّ عَيْكَ رَبُّكَ وَمَا  
قَلَىٰ وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنْ  
الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ  
رَبُّكَ فَارْضَىٰ أَلَمْ يَجِدْكَ  
يَتِيمًا فَآوَىٰ وَجَدَكَ ضَالًّا  
فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ.  
(الضحى: ۱-۸)

شاید ہے وقت چاشت اور شاہد  
ہے رات جب وہ پرسکون ہو جاتی ہے  
کہ تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں  
چھوڑا ہے اور نہ تم سے بیزار ہوا ہے اور  
بعد کا دور تمہارے لئے پہلے دور سے  
بہتر ہوگا اور تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا  
کہ تم نہال ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے  
تمہیں یتیم نہیں پایا تو ٹھکانا دیا اور جو یا  
ئے راہ پایا تو رہنمائی فراہم کی اور محتاج  
پایا تو غنی کیا۔

پھر جب اللہ کے فضل و کرم سے حالات سازگار اور پہلے کے مقابلہ میں بہتر ہوئے  
اور اسلام کا چہرہ طرف عام ہوا تو اس نے اپنے فضل کا ذکر ان لفظوں میں کیا:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ  
 وَرِزْقَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَ  
 رَقَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَإِنَّ مَعَ  
 الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ  
 يُسْرًا.  
 (الم نشرح: ۶۰) بالکل ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

پھر اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر معاندین اسلام کی معاندت میں جب اضافہ  
 ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! تمہارا خاصا وقت انہیں سمجھانے میں گزرا اور تم نے  
 ہر پہلو سے انہیں راہ راست پر لانے کی تدبیریں کیں پھر بھی جو لوگ ایمان نہیں لا رہے  
 ہیں اب انہیں بتا دو کہ ان کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے تم ان کی ریشہ دوانیوں اور  
 ٹاٹ خانوں سے مطلق پریشان نہ ہونا یہ جتنی تنگ دو کرنا چاہیں کر لیں لیکن تمہیں کوئی  
 گزند نہیں پہنچا سکتے اور نہ اپنے آپ کو ہماری گرفت ہی سے بچا سکتے ہیں۔ فرمایا:

وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ  
 فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور: ۴۸)  
 اور تم صبر کے ساتھ اپنے رب  
 کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ بے شک تم  
 ایک دوسری جگہ فرمایا:  
 وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى.  
 (الأعلى: ۸) ہماری نگاہوں میں ہو۔  
 اور ہم عنقریب تمہیں آسان راہ پر  
 لے چلیں گے۔

نبی کریم ﷺ کی دنیا میں سب سے بڑی کامیابی یہ ہو سکتی تھی کہ آپ ﷺ کا لایا  
 ہوا پیغام ساری دنیا میں عام ہو جائے اور ایک ایسا انسانی سماج تشکیل پا جائے جو دوسروں  
 کے لئے نمونہ بن سکے۔ اس طرح کی کامیابی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت تھی:

۱۔ فکر اسلامی کی مقبولیت۔

۲۔ خانہ کعبہ پر غلبہ جو اس وقت تمام مذاہب کا مرکز عقیدت تھا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی چیز پر یقین کے لئے یہ بشارت نازل فرمائی:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ  
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ  
اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ  
وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.  
(النصر)

جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح  
مل جائے اور تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ اللہ  
کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے  
ہیں تو تم اپنے رب کی حمد کے ترانے  
گاو اور اس سے استغفار کرو، وہ یقیناً  
بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اور دوسری چیز کی بشارت کے لئے یہ سورہ نازل فرمائی:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ  
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرِ إِنَّ شَأْ  
نَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ.  
(الكوثر)

یقین رکھو، ہم نے تم کو کوثر دے دیا  
پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور  
اسی کے لئے قربانی کرو۔ بے شک  
تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے اور بھی بے شمار افضال و عنایات ہیں جن کا ذکر  
قرآن نے کیا ہے ان میں سے ایک بڑا فضل اور احسان یہ ہے کہ اس نے نبی کو لوگوں کے  
لئے ان کی اپنی ذات سے زیادہ اہمیت اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو پوری امت  
کی ماؤں کا درجہ دیا۔ فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَرْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ  
(الاحزاب: ۶)

نبی ﷺ کا حق مومنوں پر ان کی  
اپنی ذات سے بھی زیادہ ہے اور اس کی  
بیویوں کی حیثیت ان کی ماؤں کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خیر و برکت کی فراوانی اور زندگی کی مشقت کے بعد آسانی کا ذکر کرتے ہوئے جس شہر کی قسم کھائی ہے اس کی عظمت و تقدس کے ثبوت میں اپنے آخری رسول کی وہاں موجودگی کو پیش کیا ہے۔ فرمایا:

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ  
بِهَذَا الْبَلَدِ (البلد: ۱، ۲) سرزمین کی اور اس میں تم فروکش ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر اللہ کا ایک فضل و احسان یہ بھی ہے کہ جہاں اس نے تمام اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنے کی گنجائش دی ہے وہیں آپ کو اس تحدید سے آزاد رکھا ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

فَأَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ  
مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ.  
(النساء: ۳) اور چار چار تک تم نکاح کر سکتے ہو۔

اس وقت آپ ﷺ کی چار بیویاں تھیں۔ اس حکم کے آجانے کے بعد جن اہل ایمان کے پاس چار سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے ان زائد بیویوں کو طلاق دے دی۔ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اس وقت صرف چار ہی بیویاں تھیں اس لئے اس حکم کے مطابق کسی کو طلاق دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ پہلے ہی انتقال کر چکی تھیں۔ اس وقت آپ ﷺ کی زوجیت میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ تھیں، لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم و اجازت سے پانچویں عورت حضرت زینب بنت جحش کو اپنی زوجیت میں داخل کیا تو منافقین نے اس پر اعتراض جتایا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فضل کا ذکر یوں فرمایا کہ رسول اس تعداد کا پابند نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ کی طرف



سے خصوصی رعایت حاصل ہے واضح رہے کہ رسول ﷺ کو جہاں بہت ساری خصوصی رعایتیں ملی ہوئی تھیں وہیں اس کی ذمہ داریاں بھی دیگر افراد امت سے بڑھی ہوئی تھیں۔ اس خصوصی رعایت کا ذکر قرآن میں ان لفظوں میں بیان ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا  
لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أُ  
جُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ  
مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ  
عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَ  
بَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ  
الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً  
مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ  
أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا  
خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ  
قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي  
أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ  
لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ  
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا .  
(الاحزاب: ۵۰)

جو کچھ ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے باب میں ان پر فرض کیا ہے تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔ (ترجمہ)

نبی کریم ﷺ نے اس خصوصی اجازت سے مناسب فائدہ اٹھا کر مزید کچھ نکاح

کئے۔ ایک نکاح اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے ۵ھ میں کیا جو دور جاہلیت کے ایک غلط عقیدہ کے خاتمہ کے لئے بھی ضروری تھا اور آنحضرتؐ کی دل جوئی کے لئے بھی ناگزیر تھا۔ دوسرا نکاح اپنے چچا ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ سے ۶ھ میں کیا جنہوں نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر اپنے شوہر عبید اللہ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی جہاں پہنچ کر ان کے شوہر نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی۔ ان کی اس قربانی کا صلہ اللہ کے رسولؐ نے یہ دیا کہ خود ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت جویریہؓ غزوہ بنی مصطلق اور حضرت صفیہؓ غزوہ خیبر میں بطور مال فی حصہ میں آئیں لیکن ان کی خاندانی وجاہت کا تقاضا تھا کہ انہیں باندی نہ رکھا جائے اس لئے آپ ﷺ نے انہیں اپنے حوالہ محقد میں لے لیا۔

حضرت میمونہؓ نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہبہ بھی کر دیا تھا، اور آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی سفارش بھی تھی کہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت سوداءؓ صرف یہ چاہتی تھیں کہ انہیں زوجہ نبی ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور کچھ نہیں چاہئے اس لئے آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

یہ سارے نکاح انہی سلسلوں سے تعلق رکھتے تھے جن میں نکاح کی آپ ﷺ کو خصوصی اجازت و رعایت ملی ہوئی تھی۔ صرف ماریہ قبطیہؓ کو آپ ﷺ نے باندی کی حیثیت سے رکھا اور وہ بھی اس لئے کہ دنیا جان لے کہ باندیوں کے ساتھ کیسا سلوک مطلوب ہے؟



## اللہ کی طرف سے رسول ﷺ کی حفاظت و صیانت کی ضمانت

لوگ حضرت محمد ﷺ کی ذاتی شرافت، اخلاق کی عظمت اور کردار کی بلندی کے معترف تو شروع ہی سے رہے ہیں لیکن جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو بوجہ مخالفتوں کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ اپنوں نے بھی آپ ﷺ کے خلاف ایکا کیا اور پراپیوں نے بھی بہت کے محاذ کھول دئے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے عام انسانوں کو اپنا مخاطب بنایا اور انہیں ایمان کی دعوت دی تو یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے ایمان لائے ہوئے ہیں اب کون سا ایمان لانا ہے؟ کیا آنجناب یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی قیادت و سیادت تسلیم کر کے اپنا دین و ایمان بدل دیں۔ سو یہ تو ہونے سے رہا۔ یوں انہوں نے آپ ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا جس میں تمام مخالفین اسلام شامل ہو گئے۔ یہ صورت حال کسی بھی نئی جماعت اور اس کے قائد کے لئے انتہائی تشویشناک ہوتی ہے۔ اس لئے فطری طور سے آپ ﷺ کو بڑی تشویش ہوئی کہ کہیں یہ سیلاب شر اشاعت اسلام کی کاوشوں کو بہانہ لے جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تسلی کی خاطر فرمایا کہ اگر یہ اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح تم اور تمہارے صحابہ ایمان لائے ہیں تب تو ان کا ایمان معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ مومن نہیں بلکہ گمراہ ہیں۔ اور گمراہ لوگ چاہے جتنا بڑا

محاذ قائم کر لیں انہیں کامیابی نہیں مل سکتی۔ کیوں کہ رسول کی حفاظت اور اس کے مشن کی تکمیل کی ذمہ داری اللہ نے اپنے سر لے لی ہے۔ ارشاد ہوا:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ  
بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ  
فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ  
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

(البقرة: ۱۳۷)

پس اگر وہ اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تب تو وہ راہ یاب ہوئے اور اگر وہ اعراض کریں گے تو پھر تو وہ درپے مخالفت ہیں بایں صورت ان کے مقابل میں اللہ تمہارے لئے کافی ہوگا

اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی مدنی زندگی میں بہت سے لوگوں نے سیاسی مصلحت کے تحت اسلام تو قبول کر لیا تھا لیکن وہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کی ضرر رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہونے دیتے تھے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اس نے اسلام، رسول اور اہل ایمان سب کی حفاظت کی۔ ان کی اسی طرح کی ایک کوشش کی ناکامی کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا  
(التوبة: ۷۴)

اور انہوں نے وہ چاہا جو وہ نہ پا سکے۔

اسی طرح کفار و مشرکین نے بھی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جب آپ ﷺ انہیں دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈراتے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی ریک حرکتوں سے باز نہیں آتے بلکہ لٹے دیوتاؤں کی طاقت اور شکتی کا دھونس جما کر آپ ﷺ کی زبان بند کرنے کی کوشش کرتے اور یہ مذاق اڑاتے کہ یہ چند چنے کیا

بھاڑ پھوڑ لیں گے۔ ان کے اس دھونس اور استہزا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اپنا کام کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی اور یہ بھی واضح کیا کہ یہ غیر اللہ کے سہارے جینے والے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیوں کہ تمہاری حفاظت کرنے والے ہم ہیں۔ اور ہمارے مقابلہ میں بڑی سے بڑی طاقت اور بڑی سے بڑی جمعیت بھی نہیں ٹک سکتی۔ ابھی تو وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ پارہے ہیں لیکن بہت جلد ان کی سمجھ میں سب کچھ آ جائے گا۔ فرمایا:

اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِرِ  
يُنَ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا  
آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ.  
(الحجر ۹۵، ۹۶)

بے شک ہم تمہاری طرف سے  
ان مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے  
لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرے  
معبود کو شریک کرتے ہیں سو عنقریب  
انہیں معلوم ہو جائے گا۔

بالآخر ہوا بھی یہی کہ دھیرے دھیرے اسلام لانے والوں کی تعداد بڑھنے لگی اور مکہ و اطراف مکہ سے کفر کا دائرہ اثر کم ہونے لگا۔ مخالفت کے اس شدید طوفان میں رسول اور دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ہی فرمائی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي  
الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا  
(الرعد: ۳۱)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم  
سر زمین مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں  
اس کے اطراف سے اس کو کم کرتے  
ہوئے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا  
 قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا.  
 اور دوسری فتوحات بھی ہیں جن  
 پر تم ابھی قادر نہیں ہو سکے۔ لیکن اللہ  
 (الفتح: ۲۱) نے اس کو اپنے احاطہ میں لے لیا ہے۔

اور ایک تیسری جگہ فرمایا:

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ  
 أَحَاطَ بِالنَّاسِ  
 اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم سے  
 کہا کہ تمہارے رب نے لوگوں کو اپنے  
 (بنی اسرائیل: ۶۰) احاطے میں لے لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت رہی کہ اس نے اپنے رسول کی اس کے مخالفین سے حفاظت فرمائی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کبھی کوئی قوم کسی رسول کی زندگی کا دیا گل کر دینے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے تھے کہ اللہ کے رسول پر عرصہ حیات اس قدر تنگ کر دیں کہ وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائے اور یہ بھی اسی وقت ہوتا ہے جب وہاں فروغ دعوت دین کے امکانات تقریباً ناپید ہو جائیں اور وہاں کے مقابلہ میں دوسری جگہ امکانات زیادہ روشن ہوں تب کہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ وہ وہاں سے ہجرت کر کے فلاں جگہ چلا جائے اور وہاں جا کر وہ اپنا کام کرے۔ اللہ تعالیٰ رسول کو جس جگہ ہجرت کر کے جانے کا حکم دیتا ہے وہاں اولاً کام کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں اور ثانیاً رسول کے تحفظ کے مواقع بھی زیادہ ہوتے ہیں اور یہی صورت حال حضرت محمد ﷺ کے ساتھ بھی پیش آئی۔ کون نہیں جانتا کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کو قتل کر ڈالنے کی تدبیریں کرنے والے آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ آپ ﷺ ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مدینہ چلے گئے لیکن اس کے بعد سنت الہی کے مطابق خود انہیں بھی مکہ میں اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ رہنے کا زیادہ موقع نہیں مل سکا۔ یا تو وہ مارے گئے، یا گھریا چھوڑ کر در بدری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے یا پھر ایمان لا کر اس کے

مطیع فرمان ہو کر رہے اور جس کی کل تک مخالفت کر رہے تھے آج اس کی وکالت کرنے لگے۔ قرآن کہتا ہے:

وَأِنْ كُنَّا لَأَقْلِبُكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبِثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا .  
(بنی اسرائیل: ۷۶، ۷۷)

اور بے شک یہ سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہیں تاکہ وہ تم کو یہاں سے نکال چھوڑیں اور اگر ایسا ہوا تو تمہارے بعد یہ بھی نکلنے نہیں پائیں گے مگر تھوڑے دن ہم نے تم سے پہلے اپنے جو رسول بھیجے ہیں ان کے باب میں ہماری سنت کو یاد رکھو تم ہماری سنت میں تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

اللہ کے رسول ﷺ جب لوگوں کو دعوت تو حید دیتے تو مشرکین آپ ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کے قہر و غضب سے ڈراتے کہ اگر تم نے ان کی مخالفت جاری رکھی تو یہ دیوتا تمہارے لئے ایسی مصیبت پیدا کر دیں گے جن سے نکلنا ممکن نہیں ہو پائے گا جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔ ان کی اس تخویف اور دھمکی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی حفاظت کی یقین دہانی ان لفظوں میں کرائی:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَ يَخَوْفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ .

کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور تم کو ان سے ڈراتے ہیں جن کو انہوں نے اس کے سوا بنا رکھا ہے (یہ گمراہ لوگ ہیں) اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

(الزمر: ۳۶، ۳۷)

دے سکتا اور جس کو اللہ ہدایت دے

اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ کیا اللہ غلبہ

والا اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

اور جیسا کہ پیچھے بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صریح الفاظ میں اپنے رسول کی حفاظت و نگرانی کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے۔ فرمایا:

اور اے نبی! تم اپنے رب کے

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

فیصلہ کا صبر کے ساتھ انتظار کرو تم ہماری

فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

(الطور: ۴۸) نگاہوں میں ہو۔





## اہل ایمان پر رسولؐ کی شفقت و مہربانی

یوں تو رسولؐ قوم کے ہر فرد پر انتہائی شفیق و مہربان ہوتا ہے اور اس کے لئے اپنے بازوئے شفقت اسی طرح پھیلائے رہتا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو اپنے بازو میں چھپائے رہتا ہے لیکن جب قوم رسولؐ کی اس درد مندی کی ناقدری کرتی ہے تو رسولؐ کی ساری توجہ اہل ایمان کی طرف مبذول ہو جاتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہی حکم ملا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کفار و مشرکین نے رسولؐ رحمت کی شفقت و درد مندی کی ناقدری کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنِيَ إِلَىٰ مَا  
مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ  
عَلَيْهِمْ وَارْحَمِضْ جَنَاحَكَ  
لِلْمُؤْمِنِينَ.

(الحجر: ۸۸)

اور ہم نے ان کے مختلف  
گروہوں کو جن چیزوں سے بہرہ مند  
کر رکھا ہے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی  
نہ دیکھو اور نہ ان کی حالت پر غم کرو اور  
اپنی شفقت کے بازو اہل ایمان پر جھکا  
ئے رکھو۔

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ اے نبی! تمہاری توجہ کے سب سے پہلے مستحق تو تمہارے  
اہل خاندان ہیں اس لئے پہلے تم ان کی طرف اپنی توجہ مبذول کرو لیکن اگر وہ تمہاری اس

عنایت خاص کا فائدہ نہیں اٹھاتے تو پھر ان سرپھروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان پر شفقت و مہربانی کرو جو تمہاری اتباع کے لئے آمادہ بیٹھے ہیں اور جن کو یہ متکبرین گھاس نہیں ڈالتے۔ فرمایا:

اور اپنے خاندان والوں کو ان	وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ
کے کئے کے انجام سے ڈراؤ اور جن	الْأَقْرَبِينَ وَانْحِفِضْ جَنَاحَكَ
اہل ایمان نے تمہاری پیروی کی ہے	لِمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ .
ان کے لئے اپنی شفقت کے بازو جھکا	(الشعراء: ۲۱۴: ۲۱۵)
ئے رکھو۔	



## امتیازات و خصائص ختم الرسل ﷺ

حضرت محمد ﷺ کے متعدد امتیازات و خصائص ہیں۔ ایک امتیاز تو یہ ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ اب آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. (الأحزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔

آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جس سلسلہ احکام و فرامین کا آغاز آدم علیہ السلام سے کیا تھا اس کی تکمیل حضرت محمد ﷺ پر ہوگئی۔ اب انسانی زندگی سے متعلق کوئی اہم اور بنیادی رہنمائی ایسی نہیں ہے جو باقی رہ گئی ہو۔ اب قیامت تک جملہ مسائل حیات میں رہنمائی فراہم کرنے کیلئے آپ ﷺ کا اسوہ اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کافی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہی اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ  
دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.  
آج میں نے تمہارے لئے  
تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت  
تمام کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین  
اسلام کو پسند کیا۔ (المائدة: ۳)

یہ امتیاز صرف حضرت محمد ﷺ کا ہے جس میں کوئی دوسرا نبی اور رسول آپ ﷺ کا شریک نہیں ہے۔

آں حضرت ﷺ کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی آمد سے لے کر قیامت تک کے لئے تنہا مطاع و مقتدا ہیں۔ اب کسی بھی انسان کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کرے اور آپ ﷺ ہی کے نقش قدم پر چلے۔ آپ ﷺ کی سنت نہ منسوخ ہوگی اور نہ آپ ﷺ کا اسوہ ناقص اور نامکمل ہے۔ قرآن کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا  
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عُنُقَهُ وَ أَنْتُمْ  
تَسْمَعُونَ. (الأ نفال: ۲۰)  
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی  
اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو  
جب کہ تم (اس کی دعوت) سن رہے ہو۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأ حزاب: ۲۱)  
یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول  
کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا تیسرا امتیاز یہ ہے کہ آپ کو جو کتاب بطور کتاب ہدایت دی گئی ہے وہ ایک عظیم کتاب ہے جس میں تمام اہم اور بنیادی تعلیمات کو اس ترتیب سے بیان کر دیا گیا ہے جس میں مکی اور مدنی دونوں زندگیوں کی پوری جھلک موجود ہے۔ بالفاظ دیگر ان حالات کے لئے بھی واضح رہنمائی ہے جب اہل ایمان زیر دست ہوں اور ان حالات کے لئے بھی ہدایت موجود ہے جب وہ برسر اقتدار ہوں۔ قرآن مجید میں ہر

بنیادی موضوع کی وضاحت کے لئے دونوں طرح کے حالات کو سامنے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اسے سات گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر گروپ کا ایک مرکزی موضوع ہے اور ہر گروپ میں کئی اور مدنی سورتیں ہیں۔ ان تمام گروپوں کے مضامین میں ایک خاص منطقی اور تدریجی تعلیمی ربط ہے۔ دیکھئے کہ:

پہلا گروپ: سورۃ الفاتحہ تا سورۃ المائدہ ہے جس کا موضوع ہے ”دعوت ایمان“ اس گروپ کی پہلی سورہ کو دیباچہ قرآن کی حیثیت بھی حاصل ہے۔  
دوسرا گروپ: سورۃ الاعراف تا سورۃ التوبہ ہے جس کا موضوع ہے ”اسلامی عقائد کی توضیح“

تیسرا گروپ: سورۃ یونس تا سورۃ النور ہے جس کا موضوع ہے ”حق و باطل کی کشمکش اور غلبہ حق“

چوتھا گروپ: سورۃ الفرقان تا سورۃ الاحزاب ہے جس کا موضوع ہے: ”اثبات رسالت“  
پانچواں گروپ: سورۃ سبا تا سورۃ الحجرات ہے جس کا موضوع ہے ”اثبات توحید“  
چھٹا گروپ: سورۃ ق تا سورۃ التحریم ہے جس کا موضوع ہے ”اثبات آخرت“  
ساتواں گروپ: سورۃ الملک تا سورۃ الناس ہے جس کا موضوع ہے ”انذار“  
اس میں آخری دو سورتوں (معوذتین) کی حیثیت تہ کتاب کی ہے جو تعویذ پر مشتمل ہے۔ ان مضامین میں جو تدریجی اور منطقی ربط ہے اب ذرا اس پر نظر ڈال لی جائے۔

بندگان خدا کے سامنے سب سے پہلے ایمان ہی کی دعوت آنی چاہئے کیوں کہ ایمان بنیاد ہے اس اسلام کی جسے اللہ تعالیٰ نے دیگر ادیان کے مقابلہ میں پسند فرمایا ہے۔ اس لئے پہلے گروپ کا موضوع ”دعوت ایمان“ رکھا گیا ہے۔

جب دعوت ایمان لوگوں کے سامنے آجائے گی تو فطری طور سے ذہنوں میں یہ سوال ابھرے گا کہ اسلام جس ایمان کی دعوت دے رہا ہے اس کے خدو خال کیا ہیں؟ اور وہ کن

بنیادی عقائد پر مشتمل ہے، اسی لئے دوسرے گروپ میں اسلامی عقائد کی توضیح کی گئی ہے۔

جب اسلامی عقائد کی توضیح سامنے آجائے گی تو چونکہ باطل کی اس سے تردید ہو رہی ہوگی اس لئے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ باطل اسے ٹھنڈے پیٹ برداشت کر لے۔ اس لئے کشمکش حق و باطل ناگزیر ہے۔ اس کشمکش میں فتح کس کی ہوگی اور شکست کون کھائے گا، اس کی بھی وضاحت ضروری تھی اس لئے تیسرے گروپ کا موضوع یہی رکھا گیا۔

اسلامی عقائد کے جو تین بنیادی ستون ہیں یعنی توحید، رسالت اور آخرت ان کے باب میں قدیم اہل مذاہب کے یہاں بڑا تضاد اور تناقض ہے اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے بے آمیز تصور کو لوگوں کے سامنے رکھ دیا جائے اس کے بغیر تکمیل دین ممکن ہی نہیں اس لئے ان موضوعات کے بعد جن کا ذکر اوپر ہوا انہی تینوں بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ ان پر خصوصی توجہ دی گئی اور ان کو درمیان میں اس لئے رکھا گیا کہ یہ اپنے آگے اور پیچھے اسی طرح روشنی بکھیریں جیسے بیچ کا چراغ ہر طرف روشنی بکھیرتا ہے۔ ان عقائد کی ترتیب کا تقاضا بظاہر یہ تھا کہ پہلے توحید کا بیان ہو پھر رسالت کا اس کے بعد آخرت کا لیکن چونکہ توحید تک رسائی رسول کی ذات بابرکات کے بغیر ممکن نہیں اس لئے پہلے رسالت ہی کو موضوع بحث بنایا جو چوتھے گروپ کا موضوع ہے۔ پھر توحید کو جو پانچویں گروپ کا موضوع ہے اس کے بعد آخرت کو جو چھٹے گروپ کا موضوع ہے۔

چونکہ ہر سماج میں کچھ ہٹ دھرم اور ڈھیٹ لوگ ہوتے ہیں جو دعوت و تبلیغ میں ترغیب و تشویق کی زبان نہیں سمجھتے تو ایسے لوگوں کے لئے تہدید اور تحویف کی زبان موثر ہوتی ہے اس لئے آخر میں انذار کو موضوع بحث بنایا گیا۔

غور کیجئے کہ ایک کتاب زندگی اور دستور حیات میں اس سے بہتر تدریجی ربط اور کیا ہو سکتا ہے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ اب کوئی ایسا بنیادی موضوع باقی نہیں بچا ہے جس سے حیات انسانی کا راست تعلق ہو۔

اس تفصیل سے باسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن کو اس ترتیب پر رکھنے کی کیا حکمت ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ  
الْمَشَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ .  
اور ہم نے تم کو سات مشانی یعنی  
قرآن عظیم عطا کیا۔

(الحجر: ۸۷)

آپ ﷺ کا چوتھا اختصاص یہ ہے کہ اہل ایمان کی پوری جماعت میں آپ ﷺ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت تو سا یہ فگن ہے ہی، فرشتے بھی آپ ﷺ کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور تمام اہل ایمان کو باقاعدہ من جانب اللہ یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہیں۔ قرآن کہتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ  
يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا  
تَسْلِيمًا . (الأحزاب: ۵۶)

بے شک اللہ نبی پر رحمت نازل  
کرتا ہے۔ اس کے فرشتے اس کے  
لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اس  
لئے اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود  
وسلام بھیجو۔

رسول خاتم کا پانچواں امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معراج کی سعادت عطا فرمائی چنانچہ وہ انہیں راتوں رات خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ لے گیا جہاں آپ ﷺ نے تمام نبیوں کی امامت فرمائی پھر وہاں سے آپ ﷺ کو ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی، عرش اعظم تک لے جایا گیا اور آپ ﷺ کو رب کائنات سے براہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن کہتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى  
بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ  
بہت ہی باعظمت ہے وہ ذات جو  
اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا.  
 مسجد اقصیٰ لے گئی جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی  
 (بنی اسرائیل: ۱) کچھ نشانیاں دکھائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اسی سفر میں جبریل امین کو دو بارہ ان کی اصلی حالت میں دیکھا جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ  
 عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَغْشَى السُّدْرَةَ مَا يَغْشَى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ.  
 اور اس نے ایک بار اور اس کو سدرة المنتہیٰ کے پاس دیکھا جس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب کہ سدرة کو چھائے ہوئے تھی وہ چیز جو چھائے ہوئے تھی، نہ اس کی نگاہ کج ہوئی اور نہ بے قابو ہوئی۔ اس نے اس موقع پر  
 (النجم: ۱۳، ۱۸)

اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

رسول رحمت ﷺ کا چھٹا اختصاص یہ ہے کہ جو لوگ اس کی ایذا رسانی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے وہ ان کے لئے بھی سراپا رحمت تھا۔ اگر کسی موقع پر کسی کا احتساب کیا بھی تو محض سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر بدگمانی کے نتیجے میں نہیں بلکہ صورت حال کا صحیح اندازہ اور تحقیق کر لینے کے بعد ہی کیا ہے۔ قرآن کا بیان ہے:

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أذُنٌ قُلُّهُ أَوْ هُوَ أذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ.  
 اور انہیں میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو بس کان ہی کان ہیں کہہ دو وہ سراپا گوش تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔  
 (التوبة: ۶۱)



جناب رسالت مآب ﷺ کا ساتواں اختصاص یہ ہے کہ مخالفین کی تمام تر مخالفتوں، ہرزہ سرانیوں اور ستم رانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا کام کرتے رہنے کا حوصلہ بخشا اور ہر قدم پر ان کی ایسی مدد فرمائی کہ عام حالات میں اور عام انسانوں کے تعلق سے اس قسم کی مدد کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔ قرآن نے اس طرح کے بعض مواقع کا ذکر کیا ہے۔ ایک موقع تو وہ ہے کہ پورا قریش آپ ﷺ کے خون کا پیسا تھا لیکن آپ ﷺ اللہ کے فضل اور اس کی مدد سے سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے گھیرے سے نکل گئے۔ دوسرا موقع وہ ہے کہ دشمن آپ ﷺ کے تعاقب میں ہیں اور اس جگہ تک پہنچ آتے ہیں جہاں آپ ﷺ اپنے ساتھی حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ روپوش ہیں۔ لوگ تلاش کرتے کرتے روپوشی کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں لیکن ان کی جاسوسی کا نظام فیل ہو جاتا ہے۔ قرآن اس کا ذکر ان لفظوں میں کرتا ہے:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ  
اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ  
يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ  
مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ  
وَأَيْدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ  
كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى  
وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا.

(التوبة: ۴)

اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے (تو کوئی پروا نہیں اللہ اس کی مدد کے لئے کافی ہے) اس نے اس کی مدد تو اس وقت فرمائی جب کافروں نے اس کو اس حال میں نکالا کہ وہ صرف دو کا دوسرا تھا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب کہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی مدد ایسی فوجوں کے ذریعہ کی جو تمہیں نظر نہ آئیں اور اس نے کافروں کے کلمہ کو نیچا دکھایا اور اللہ کا حکم ہی بلند رہا۔

حضور اکرام ﷺ کا آٹھواں اختصاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشکل حالات میں کافروں اور مشرکوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوج بھیجی اور فرشتوں کی اس فوج ظفر موج نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی اور میدان سر کیا۔ میدان جنگ میں آپ ﷺ کے رفقاء کو تو اس مدد کی بالکل خبر نہیں تھی اس لئے وہ صرف اللہ کے بھروسے اور اپنی ایمانی قوت کے بل بوتے پر میدان کارزار میں اتر آئے اور اپنے خوب خوب جوہر دکھائے لیکن رسول ﷺ کو اللہ کے وعدہ نصرت کی وجہ سے یہ اطمینان تھا کہ جنگ میں غلبہ اہل ایمان ہی کو ملے گا۔ غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو اسی قسم کی مدد ملی تھی جس کے نتیجہ میں تین سو تیرہ اہل ایمان نے اپنی تمام تر بے سروسامانیوں کے باوجود ایک ہزار کی مسلح فوج کو شکست فاش دی اور ان کی کشتوں کے پتے لگا دیے جس کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے:-

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ	اسی طرح کی بات اس وقت
مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ	ظاہر ہوئی جب تمہارے رب نے ایک
الْمُؤْمِنِينَ لَكَا رِهُونَ	مقصد کے ساتھ تم کو گھر سے نکلنے کا حکم
يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ	دیا حالانکہ مومنوں کی ایک جماعت کو
بَعْدَ مَا بَيَّنَّ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى	یہ بات ناگوار تھی وہ تم سے امر حق
الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ وَادْبَعُهُ	میں جھگڑ رہے تھے باوجودیکہ حق ان پر
كُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا	اچھی طرح واضح تھا۔ معلوم ہو رہا تھا
لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ	کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے
الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ	ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یاد
أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ	کر وجب کہ اللہ تم سے دو گروہوں میں
دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ	سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ وہ تمہارا

لقمہ بنے گا اور تم یہ چاہ رہے تھے  
 کہ غیر مسلح گروہ تمہارا لقمہ بنے اور اللہ  
 چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات سے حق کا  
 بول بالا کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ  
 دے۔ تاکہ مجرموں کے علی الرغم وہ  
 حق کو پا برجا اور باطل کو نابود کر دے اور  
 یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر  
 رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سنی کہ  
 میں ایک ہزار فرشتے تمہاری کمک پر  
 بھیجنے والا ہوں جن کے پرے کے بعد  
 پرے نمودار ہوں گے اور یہ صرف اس  
 لئے کیا کہ تمہارے لئے خوش خبری  
 ہو اور اس سے تمہارے دل مطمئن  
 ہوں اور مدد تو اللہ کے پاس ہی سے آتی  
 ہے بے شک اللہ عزیز و حکیم ہے۔ یاد  
 کرو جب وہ تم کو چین دینے کے لئے  
 اپنی طرف سے تم پر نیند طاری کر دیتا  
 ہے اور تم پر آسمان سے پانی برساتا  
 ہے تاکہ اس سے تم کو پاکیزگی بخشے اور  
 تم سے شیطان کے وسوسے کو دفع  
 کرے اور تاکہ اس سے تمہارے دلوں

وَيُطِلُّ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ  
 الْمُجْرِمُونَ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ  
 فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ  
 بِالْفِ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرَدِّفِينَ وَمَا  
 جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ  
 قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ  
 اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ  
 إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنزِّلُ  
 لَكُمْ عَلَیْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً  
 لِّيُطَهِّرَ كُفْرًا بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ  
 رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ  
 قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ إِذْ  
 يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي  
 مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ  
 آمَنُوا سَأَلِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ  
 الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ  
 بَنَانٍ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ  
 وَرَسُولَهُ، وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
 لَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ذَلِكُمْ  
 فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ

عَذَابِ النَّارِ بِأَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا  
 فَلَا تُولُوهُمُ الْآدْبَارَ وَمَنْ يُؤَلِّمُ  
 يَوْمَئِذٍ دُبْرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ  
 أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ  
 بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ  
 وَبِئْسَ الْمَصِيرُ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ  
 وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ  
 رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ  
 الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ  
 سَمِيعٌ عَلِيمٌ ذَلِكَمُ وَأَنَّ اللَّهَ  
 مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ إِنَّ  
 تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَ كُمْ الْفَتْحُ  
 وَإِنْ تَنْتَهُوا فهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَإِنْ  
 تَعُوذُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ  
 فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ  
 مَعَ الْمُؤْمِنِينَ. (الانفال : ۱۹.۵)

کو مضبوط کرے اور قدموں کو جمائے  
 یاد کرو جب کہ تمہارا رب فرشتوں کو وحی  
 کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم  
 ایمان والوں کو جمائے رکھو میں  
 کافروں کے دلوں میں رعب ڈال  
 دوں گا اور ماروان کی گردنوں پر اور مارو  
 ان کے پور پور پر یہ اس سبب سے ہے  
 کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے  
 مقابلے کو اٹھے ہیں اور جو لوگ اللہ اور  
 اسکے رسول کے مقابلے کو اٹھتے ہیں تو  
 اللہ ان کے لئے سخت پاداش والا ہے  
 سو یہ تو نقد چکھو اور کافروں کے لئے  
 دوزخ کا عذاب ابھی آگے ہے۔ اے  
 ایمان والو جب تمہارا سامنا کافروں  
 سے میدان جنگ میں ہو اس وقت  
 جو پیٹھ دکھائے گا بجز اس کے کہ جنگ  
 کے لئے پینترا بدلنا چاہتا ہو یا کسی

جماعت کی طرف سمٹ رہا ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ  
 نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے پس تم لوگوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور  
 جب تم نے ان پر خاک پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی کہ وہ اپنی شانیں  
 دکھائے اور اپنی طرف سے اہل ایمان کے جوہر نمایاں کرے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے

والا ہے۔ یہ جو کچھ ہوا سامنے ہے اور اللہ کافروں کے سارے داؤ بے کار کر کے رہے گا۔ اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے سامنے فیصلہ آ گیا، اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم پھر یہی کرو گے تو ہم بھی یہی کریں گے اور تمہاری جمعیت کام نہ آئے گی خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اور بے شک اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔ (ترجمہ)

اور اسی طرح کی مدد غزوہ احزاب کے موقع پر بھی آپ ﷺ کو نصیب ہوئی تھی جس کا تفصیلی ذکر سورہ احزاب میں موجود ہے۔ اس غزوہ میں یہودیوں اور کافروں کی دس ہزار مشترکہ فوجوں نے مدینہ پر چڑھائی کر دی تھی اس میں مکہ اور اطراف مکہ کے کافروں اور مشرکوں کے علاوہ قبیلہ بنی قینقاع، قبیلہ بنی نضیر اور قبیلہ بنی قریظہ کے یہودی بھی شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ غطفان اور ہوازن کے مسلح فوجی بھی تھے۔ اس لشکر جرار کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں کی اسی طرح کی آسمانی فوج سے مدد کی اور حملہ آور ہمت ہار کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ قرآن واقعہ کی صورت یوں بیان کرتا ہے۔

اے ایمان والو! تم اپنے اوپر اللہ	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُرُوا
کے اس فضل کو یاد کرو جب تم پر فوجیں	نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ
چڑھ آئیں تو ہم نے ان پر ایک باد تند	جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا
بھیجی اور ایسی فوجیں بھی بھیجیں جو	وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
تمہیں نظر نہیں آئیں اور جو کچھ تم	تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَاءَ وَكُمْ
کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے یاد کرو	مَنْ فَوْقَكُمْ وَمِنْ أَسْفَلٍ مِنْكُمْ
جب کہ وہ تم پر آ چڑھے تمہارے اوپر کی	وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ
طرف سے اور تمہارے نیچے کی طرف	الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ
سے اور جب کہ نگاہیں کج ہو گئیں	الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ

وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا وَإِذْ يَقُولُ  
 الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
 مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا  
 غُرُورًا وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ  
 يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ  
 فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ  
 النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ  
 وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِن يُرِيدُونَ إِلَّا  
 فِرَارًا وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ  
 أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ  
 لَا تَوْهَابًا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا  
 وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ  
 لَا يُولُونَ إِلَّا ذُبَارًا وَكَانَ عَهْدُ  
 اللَّهِ مَسْئُولًا قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ  
 الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوْ  
 الْقَتْلِ وَإِذْ لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا  
 قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ  
 اللَّهِ إِن أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ  
 بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِّنْ  
 دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا قَدْ يَعْلَمُ  
 اللَّهُ الْمُعْرِضِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ

اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ کے  
 بارے میں طرح طرح کے گمان  
 کرنے لگے اس وقت اہل ایمان  
 امتحان میں ڈالے گئے اور ہلا کر رکھ  
 دئے گئے۔ اور یاد کرو جب کہ منافقین  
 اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ  
 ہے کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول  
 نے جو وعدے کئے تھے وہ محض فریب  
 نکلے اور جب کہ ان میں سے ایک  
 گروہ نے کہا اے یثرب والو!  
 تمہارے لئے نکلنے کا کوئی مقام نہیں  
 ہے۔ تو تم لوگ لوٹ جاؤ اور ان میں  
 سے ایک گروہ نبی سے اجازت  
 کا طلب گار تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے گھر  
 غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں  
 تھے بس یہ لوگ بھاگنا چاہتے تھے اور  
 اگر ان کے اطراف سے ان پر حملہ ہو  
 جاتا پھر ان سے ارتداد کا مطالبہ کیا جاتا  
 تو وہ اس پر راضی ہو جاتے اور ان میں  
 سے بہت کم ہی اس پر توقف  
 کرتے۔ حالانکہ اس سے پہلے انہوں

نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں دکھائیں گے، اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی پریشانی ہونی ہے۔ کہہ دو کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے کام نہ آئے گا تم کو دنیا سے کم ہی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا پوچھو کون ہے جو تم کو اللہ سے بچا سکے گا اگر وہ تم کو کوئی گزند پہنچانا چاہے یا کون ہے جو اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت نازل کرنا چاہے، اور وہ اپنے لئے اللہ کے مقابل میں نہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ مددگار، اللہ تم میں سے ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہے جو روکنے والے اور اپنے بھائیوں سے کہنے والے رہے ہیں کہ

ہمارے پاس آ جاؤ اور وہ جنگ میں

لَا خَوَانِهِمْ هَلَمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ  
الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا أَشْحَةً عَلَيْكُمْ  
فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ  
يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ  
كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ  
فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ  
بِالْسِّنَةِ حِدَادٍ أَشْحَةً عَلَى الْخَيْرِ  
أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ  
أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ  
يَسِيرًا يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ  
يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ  
يَوَدُّوَالُو أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي  
الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَاءِكُمْ  
وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا  
قَلِيلًا .

(الاحزاب: ۹، ۲۰)

بہت کم حصہ لیتے رہے ہیں تم سے جان چراتے ہوئے چنانچہ اگر خطرہ پیش آجاتا تو تم ان کو دیکھتے کہ وہ تمہاری طرف اس طرح تاک رہے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گردش کر رہی ہیں جس پر سکرات موت کی حالت طاری ہو پھر جب خطرہ دور ہو جاتا تو وہ مال کی طمع میں تم سے خوب خوب باتیں کرتے، یہ لوگ ایمان نہیں لائے اس لئے اللہ نے ان کے اعمال رائیگاں کر دئے اور یہ اللہ کے لئے نہایت آسان ہے یہ لوگ گمان کر

رہے ہیں کہ دشمن کی جماعتیں ابھی گئی نہیں ہیں اور اگر وہ جماعتیں پھر آجائیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ دیہاتیوں کے ساتھ دیہات میں رہیں اور وہیں سے تمہارے بارے میں حالات کا پتہ لگاتے رہیں اور اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے بھی تو جنگ میں برائے نام ہی حصہ لیتے۔ (ترجمہ)

حضور اکرم ﷺ کا نواں اختصاص یہ ہے کہ مال نے یا مال غنیمت دنیا کے کسی بھی گوشہ سے حاصل ہو اس میں ایک حصہ لازماً اللہ کے رسول کا ہوگا خواہ اس نے بالفعل جنگ کی ہو یا نہ کی ہو۔ قرآن کہتا ہے:

وہ تم سے اموال غنیمت کے  
بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اموال  
غنیمت اللہ اور اس کے رسول کے لئے  
ہیں۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ  
قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ  
(الانفال: ۱)

اور آگے فرمایا:

اور جان لو کہ جو مال غنیمت تم نے  
حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ،  
اس کے رسول، قرابت داروں،  
قیموں، مسکینوں اور مسافروں کے  
لئے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ  
لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي  
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ  
وَأَبْنِ السَّبِيلِ  
(الانفال: ۴۱)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

جو مال نے اللہ نے بستیوں  
والوں سے لے کر اپنے رسول کو دیا ہے  
وہ اللہ، اس کے رسول، قرابت

مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ  
مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ  
وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ



## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

داروں، یتیموں، مسکینوں اور

الْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ.

(الحشر: ۷) مسافروں کے لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ کا دسواں اختصاص یہ ہے کہ جب بھی آپ ﷺ اہل ایمان کو کسی میٹنگ کے لئے طلب کریں تو جن جن لوگوں کو طلب فرمائیں ان کے لئے ان میں شرکت واجب ہے، خواہ ان کے سامنے کیسا ہی عذر ہو الا آن کہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا عذر پیش کریں اور آپ ﷺ ان کے عذر کو معقول قرار دے کر انہیں رخصت دے دیں۔

اسی طرح جب لوگ آپ ﷺ کی طلب پر میٹنگ میں آجائیں تو آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر میٹنگ چھوڑ کر نہیں جاسکتے خواہ کتنی ہی ہنگامی صورت حال کیوں نہ پیش آجائے اور اگر کوئی ہنگامی صورت حال پیش آجائے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت لیں۔ اگر بارگاہ نبوی ﷺ سے جانے کی اجازت مل جائے تو جائیں ورنہ رکے رہیں اور اطاعت رسول کو یقینی بنانے کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار رہیں۔ اگر اجازت نہیں ملتی تو ناگواری کا اظہار کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

مومن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر سچے دل سے ایمان لائے اور جب وہ کسی اجتماعی معاملہ کے لئے رسول کے پاس ہوں تو اس وقت تک وہاں سے نہیں ہٹ سکتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں۔ بے شک جو لوگ تم سے اجازت لے کر

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ  
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا  
كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ  
يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ  
يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ  
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا  
اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذَنُ

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

لَمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور: ۶۲)

جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے ہیں پس وہ

جب اپنی کسی ضرورت سے تم سے اجازت مانگیں تو تم ان میں سے جس کو چاہو اجازت دے دو۔

آگے سخت تنبیہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

تم رسول کے بلانے کو اس طرح کا بلانا نہ سمجھو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں سے اچھی طرح باخبر ہے جو ایک دوسرے کی آڑ لے کر کھسک جایا کرتے ہیں تو جو لوگ اس کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان کو کوئی فتنہ لاحق ہو جائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب آئیے۔

رسول اکرم ﷺ کا گیارہواں اختصاص یہ ہے محض آپ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی بیویوں کا مرتبہ و مقام دیگر خواتین کے مقابلہ میں بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو کچھ ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ. (الأحزاب: ۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

آپ ﷺ کا بارہواں اختصاص یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بیک وقت چار سے زائد عورتیں اپنی زوجیت میں رکھنے کی اجازت تھی اور یہ اجازت متعدد دینی مصالِح کے پیش نظر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے نبی! ہم نے تمہارے لئے تمہاری ان بیویوں کو حلال کر رکھا ہے جن کے مہر تم دے چکے ہو اور تمہاری ان مملوکات کو بھی تمہارے لئے حلال کیا ہے جو اللہ نے تم کو بطور مال غنیمت عطا فرمائیں اور تمہارے چچا کی بیٹیوں، اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیوں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیوں اور تمہاری خالائوں کی بیٹیوں میں سے بھی ان کو حلال ٹھرایا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے اور اس مومنہ کو بھی جو اپنے آپ کو نبی کے لئے ہبہ کر دے بشرطیکہ وہ اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لئے ہے عام مسلمانوں سے الگ، ہم کو اچھی طرح معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے باب میں فرض کیا ہے تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ الَّتِي هَا جَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا.

(الأحزاب: ۵۰)

رسول خاتم ﷺ کا تیرہواں اختصاص یہ ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کی ازواج

مطہرات کی حیثیت امت کی ماؤں کی ہے اس لئے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ نبی کی بیوی کو اپنے جہالہ عقد میں لانے کی جرأت کرے فرمایا:

وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ  
مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا. (الاحزاب: ۵۳)

اور یہ جائز نہیں کہ تم اس کے بعد اس کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔

آپ ﷺ کا چودہواں اختصاص یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذہنی یا جسمانی کسی قسم کی بھی اذیت کو قطعی ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے اور جو آپ ﷺ کو کسی قسم کی اذیت دے اسے دنیا اور آخرت دونوں میں ملعون گردانا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَ  
رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ.

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کر دی

(الاحزاب: ۵۷) ہے۔

آپ ﷺ کا پندرہواں اختصاص یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جس مشن پر اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ضمانت بھی فراہم کر دی ہے۔ فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ  
شَهِيدًا.

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو سارے ادیان پر غالب کر دے (اور یہ دین ایک دن تمام ادیان پر غالب آ کے رہے گا) اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

(الفتح: ۲۸)

آپ ﷺ کا سولہواں اختصاص یہ ہے کہ آپ ﷺ اہل ایمان پر ریشم کی طرح نرم اور کافروں پر فولاد کی طرح سخت تھے اور اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے بھی یہی

رو یہ درست سمجھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے فیض صحبت سے مستفیض صحابہ کرام اس باب میں آپ ﷺ کے پر تو جمال تھے۔ قرآن کہتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ  
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ. (الفتح: ۲۹) رحم دل ہیں۔

آپ ﷺ کا ستر ہواں اختصاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بھی اپنی ہی طرح محترم ٹھہرایا ہے چنانچہ کسی شخص کو بھی آگے بڑھ کر آپ ﷺ کو مشورہ دینے اور آپ ﷺ پر اپنی ذہانت کا دھونس جانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تَقْلُوبُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ.  
(الحجرات: ۱) اے ایمان لانے والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مقدم نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اسی طرح امت کو اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی کرے اور انہیں اس طرح بے تکلف مخاطب کرے جس طرح وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ  
النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ  
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ  
أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ.  
(الحجرات: ۲) اے ایمان لانے والو! تم اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ اس کو اس طرح آواز دے کر پکارو جس طرح ایک دوسرے کو آپس میں پکارتے ہو مبادا کہ تمہارے اعمال ڈھے جائیں اور تم کو احساس تک نہ ہو۔

اسی طرح رسول پر اپنی رائے تھوپنے اور اسے اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے کیوں کہ رسول رسول ہوتا ہے کوئی جانب دار فریق نہیں ہوتا ارشاد ہوا:

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ  
رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ  
مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ.  
(الحجرات: ۷)

اور اچھی طرح جان لو کہ تمہارے  
اندر اللہ کا رسول ہے اگر وہ بہت سے  
معاملات میں تمہاری بات مان لیا  
کرے تو تم خود ہی مصیبت میں پھنس  
جاؤ گے۔

اور آپ ﷺ کا اٹھارہواں اختصاص یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے ازدواجی تعلقات میں رسول کے منصب رسالت کا پاس و لحاظ ضروری قرار دیا گیا ہے چنانچہ انہیں رسول پر دباؤ ڈالنے اور اس کے اعتماد کو عام ازدواجی زندگی کے پیمانہ پر ناپنے کی اجازت نہیں ہے چنانچہ ایک موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک بیوی کو ایک راز کی بات بتائی اور یہ ہدایت فرمادی کہ دیکھو یہ راز کی بات ہے کسی کو بتانا مت لیکن انہوں نے محض اعتماد و محبت میں آپ ﷺ کی ایک دوسری بیوی پر اس راز کو منکشف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ کی ازواج کو جو ہدایات دی ہیں ان سے آپ ﷺ کے اس اختصاص کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ قرآن نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

وَإِذَا سَرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ  
أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا تَبَأَتْ بِهِ  
وَأظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَ  
أَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَأَهَا بِهِ

اور یاد کرو جب کہ نبی نے اپنی  
ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی تو  
جب انہوں نے اس کی خبر دوسری بیوی  
کو دے دی اور اللہ نے اس سے پیغمبر کو

قَالَتْ مَنْ أَبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَأَنِي  
 الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ إِنَّ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ  
 فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَا  
 هَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ  
 وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَ  
 الْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرُ  
 عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ  
 أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكَنَّ مُسْلِمَاتٍ  
 مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَا  
 بِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَ  
 أَبْكَارًا.

آگاہ کر دیا تو پیغمبر نے کچھ بات بتائی  
 اور کچھ سے اعراض کیا چنانچہ جب  
 پیغمبر نے بیوی کو اس کی خبر دی تو وہ  
 بولیں کہ آپ کو کس نے اس کی خبر دی؟  
 پیغمبر نے کہا مجھے خدائے علیم وخبیر نے  
 خبر دی ہے اگر تم دونوں اللہ کی طرف  
 رجوع کرو تو یہی تمہارے لئے زیبا ہے  
 کیوں کہ تمہارے دل تو پہلے ہی سے  
 اللہ کی طرف مائل ہیں اور اگر تم اس  
 کے خلاف ایسا کرو گی تو اس کا حامی اللہ  
 ہے اور جبریل اور تمام نیکو کار مسلمان

اور فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں ہو  
 (التحریم: ۵.۳)

سکتا ہے کہ وہ تم کو طلاق دے دے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا پروردگار تمہارے  
 بدلے میں تم سے بہتر بیویاں اس کو دے دے گا جو اطاعت شعار، مومنہ، فرماں بردار،  
 توبہ کرنے والیاں اور عبادت گزار ہوں گی ریاض کرنے والیاں، شوہر آشنا اور کنواریاں  
 ہوں گی۔ (ترجمہ)

یہ سب آنحضرت ﷺ کے وہ اختصاصات و امتیازات ہیں جن کا ذکر باقاعدہ  
 قرآن مجید نے کیا ہے۔



## رسول ﷺ کو اذیت دینے والوں کا انجام

رسول جو فریضہ دعوت انجام دیتا ہے اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے اس لئے اسے زک پہنچانے کی کوشش کرنا، تنگ کرنا اور اذیت دینا گویا اللہ کی قدرت کو چیلنج کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ جو اللہ کی قدرت کو چیلنج کرے گا اسے ہزیمت سے دوچار ہونا اور اپنے کیفر کردار کو پہنچانا ہی ہے۔ عہد رسالت ﷺ میں اس کیفر کردار کو پہنچنے کی شکلیں کئی ایک ہوئی ہیں۔

ایک شکل تو وہ ہے جو یہود بنی نضیر کو پیش آئی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اگرچہ صلح و امن کا معاہدہ کر رکھا تھا لیکن بدر کے چھٹے مہینے معاہدہ کے خلاف انہوں نے اسلام کے دشمنوں سے ساز باز بھی کی اور آنحضرت ﷺ کے قتل کی ایک ناکام سازش بھی، ان کے اس جرم کی پاداش میں انہیں سزایہ ملی کہ مدینہ بدر ہونا پڑا اور جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑا جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے۔

وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ	اور اگر اللہ نے ان کے لئے جلا
عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا	وطنی نہ مقدر کر رکھی ہوتی تو ان کو دنیا
وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ	میں بھی عذاب دیتا اور ان کے لئے
النَّارِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ	آخرت میں تو دوزخ کا عذاب ہے ہی
وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ	ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور



فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ .  
(الحشر: ۳۰)

اس کے رسول کو تنگ کرنے کی کوشش  
کی اور جو اللہ کو تنگ کرنے کی کوشش  
کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اللہ سخت  
پاداش والا ہے۔

اس کی دوسری شکل یہ ہوئی کہ ایسے مجرموں کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے برسر پیکار  
کرادیا اور ان کے دلوں پر اہل ایمان کا ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ میدان جنگ چھوڑ کر  
بھاگ کھڑے ہوئے اور ان پر اہل ایمان کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ ان کے آگے  
مکمل طور سے سپر انداز ہو گئے۔ پھر تو انہوں نے ان کو گرفتار بھی کیا اور ان کو قتل بھی کیا اور  
صورت حال یہ بنی کہ ان میں قوت مزاحمت تو کجا تاب احتجاج بھی باقی نہ رہی جیسا کہ اسی  
غزوہ بدر کے موقع پر کفار و مشرکین کا حال ہوا۔ قرآن اس صورت حال کی وضاحت یوں  
کرتا ہے:

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى  
الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ  
آمَنُوا سَأَلْتُ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ  
كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ  
الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ  
ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ  
اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ذَلِكُمْ  
فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ  
النَّارِ . (الأنفال: ۱۲-۱۳)

اور یاد کرو جب کہ تمہارا رب  
فرشتوں کو وحی کرتا ہے کہ میں تمہارے  
ساتھ ہوں تو تم ایمان والوں کو جمائے  
رکھو میں کافروں کے دلوں میں رعب  
ڈال دوں گا تو ماروان کی گردنوں پر اور  
ماروان کے پور پور پر ایسا حکم اس لئے  
دیا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت  
دینے اٹھے ہیں اور جو اللہ اور اس کے  
رسول کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے  
ہوتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ

ان کے لئے سخت پاداش والا ہے  
- یہ تو نقد چکھو اور کافروں کے لئے  
دوزخ کا عذاب ہے۔

ایک تیسری شکل یہ بھی ہوئی کہ ایسے مجرموں کے اندر سے امتیاز خیر و شر اٹھادیا  
اور ان کے احساس کو مردہ کر دیا یہ بجائے خود ایک بڑی سزا ہے کیوں کہ اس کے بعد حق کی  
طرف بازگشت کا امکان تقریباً ختم ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عام طور سے منافقین کے  
ساتھ کیا۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ  
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ  
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَ  
نُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَ سَاءَ ثَمَاصِيرًا.  
(النساء: ۱۱۵)

اور جو کوئی راہ ہدایت واضح ہو  
چکنے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا  
اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی  
اور راستہ کی پیروی کرے گا تو ہم اس کو  
اسی راہ پر ڈال دیں گے جس پر وہ جا پڑا  
ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے

اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی، بڑی بہت سی شکلیں سامنے آئیں۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور رسول کو تنگ کرنے کی کوشش  
کرتے ہیں وہ نہ اللہ کا نقصان کرتے ہیں اور نہ رسول کا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔  
اس کردار کے نتیجہ میں ان کے بہت سارے نقصانات ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑا  
نقصان یہ ہے کہ ان کے نیک اعمال بھی اکارت جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا  
اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور  
ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی  
رسول کی مخالفت پراڑے رہے وہ اللہ  
کا کچھ نہیں بگاڑیں گے اور اللہ ان کے  
اعمال ڈھا دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا  
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ  
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنُ  
يُضْرَبُوا اللَّهُ شَيْئًا وَ سَيُحْبَطُ  
أَعْمَالُهُمْ. (محمد: ۳۲)



## رسول ﷺ کا احترام ایمان کا لازمی تقاضا ہے

رسول امت کی سب سے محترم شخصیت ہوتا ہے اور اس کے لئے مطاع و مقتدا کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تمام افراد امت اس کا ادب و احترام کریں اور اس کو وہ اہمیت دیں جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے۔

احترام رسول کے بہت سے تقاضے ہیں:

ایک تقاضا تو قرآن نے یہ بتایا ہے کہ جب رسول کسی مسئلہ پر کوئی نشست رکھے تو جن لوگوں کو بھی اس میں بلایا جائے وہ لازماً اس میں شریک ہوں، کوئی عذر یا بہانہ تلاش نہ کریں اور نشست اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک رسول نشست کی برخاستگی کا اعلان نہ کر دے یا پھر وہ اس مجلس سے جانے کی رسول سے اجازت نہ لے لیں جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا گیا۔ قرآن کہتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ  
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا  
مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا  
حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ .  
مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس  
کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ کسی  
اجتماعی معاملہ میں رسول کے ساتھ ہوں تو  
اس وقت تک مجلس سے نہ جائیں جب  
تک اس سے اجازت نہ لے لیں۔  
(النور: ۶۲)

اجازت لینے کی صورت میں آپ ﷺ کو یہ اختیار ہے کہ آپ ﷺ جسے چاہیں جانے کی اجازت دیں اور جسے چاہیں اجازت نہ دیں اور جسے جانے کی اجازت نہ ملے وہ نہ تو جائے اور نہ اس کا برامانے کیوں کہ رسول زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کسے جانے کی اجازت دینی ہے اور کسے نہیں۔ قرآن کہتا ہے:

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ  
شَأْنِهِمْ فَأُذِنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ.  
پھر جب وہ تم سے کسی کام کے لئے  
اجازت مانگیں تو تمہیں اختیار ہے کہ ان  
میں سے جسے چاہو اجازت دو۔  
(النور: ۶۲)

اس کے ادب و احترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کے کسی حکم سے سرتابی ہرگز نہ کی جائے۔ قرآن کہتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ  
عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ  
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.  
اس کے حکم سے جو لوگ سرتابی  
کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے اس بات  
سے کہ مبادا وہ کسی فتنہ میں پڑ جائیں یا  
ان کو عذاب الیم آدبوچے۔  
(النور: ۶۳)

رسول کے ادب و احترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی کو دعوت دے تو وہ دعوت میں شریک تو ہو لیکن بہت پہلے سے خانہ نبوی میں جانہ براجے بلکہ وقت پر جائے اور کھانا کھا کر واپس آجائے الا آں کہ رسول نے اسے روکا ہو، وہاں بیٹھ کر نہ رسول کا وقت برباد کرے اور نہ گھر میں بیٹھ کر ازواج مطہرات کو ضیق میں مبتلا کرے اور جتنی دیر گھر میں رہے گفتگو انتہائی محتاط انداز میں کرے بالکل ایسے جیسے اپنے والدین کے سامنے انتہائی باادب اور محتاط گفتگو کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگنے کی ضرورت ہی پیش آجائے تو دندناتے ہوئے گھر میں داخل نہ ہو جائے بلکہ گھر کے باہر ہی سے آواز دے کر مانگ لیا کرے۔ اسی طرح ازواج مطہرات میں سے کسی کو اپنی

زوجیت میں لانے کا خیال تک دل میں نہ لائے، قرآن نے یہ ساری تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں:

اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تم کو کسی کھانے پر آنے کی اجازت دی جائے لیکن کھانے کی تیاری کے انتظار میں پڑے نہ رہو البتہ جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو اور کھا کر وہاں سے منتشر ہو جاؤ، باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو یہ باتیں نبی کے لئے باعث اذیت ہیں لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتا ہے البتہ اللہ حق کے اظہار میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم کو ازواج نبی سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لئے بھی زیادہ پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کی بیویوں سے اس کے بعد کبھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِيَّاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا.

(الأحزاب: ۵۳)

رسول کے ادب و احترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اسے ایک عام لیڈر سمجھ کر اپنی رائے سے متاثر کرنے یا اس کی رائے پر اپنی رائے کو مقدم کرنے کی کوشش نہ کی جائے، لوگوں کو یہ اطمینان رکھنا چاہئے کہ رسول جو بھی رائے دے گا بہت سوچ سمجھ کر ہی دے گا، کوئی شخص رسول سے بڑا مدبر و مفکر بننے کی کوشش نہ کرے، قرآن اس کا ذکر ان لفظوں میں کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ.  
اے ایمان والو! تم اللہ اور اس  
کے رسول کے سامنے اپنی رائے مقدم  
نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔

(الحجرات: ۱)

اس کے ادب و احترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ تم اپنی آواز اس کی آواز سے اونچی نہ رکھو اور نہ تم اسے ہانک لگا کر پکارو بلکہ اس کے پاس جا کر سلیقہ سے اسے مخاطب کرو۔ قرآن ہدایت دیتے ہوئے کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا  
تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ  
النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ  
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ.  
اے ایمان والو! تم اپنی آواز نبی  
کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ اس کو اس  
طرح ہانک لگا کر پکارو جس طرح تم  
آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے

(الحجرات: ۲) ہو۔

یہ سب رسول کے ادب و احترام کے بنیادی تقاضے ہیں جن کو سنجیدگی کے ساتھ لینے کی ضرورت ہے ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔



## سید المرسلین ﷺ پر کافروں اور منافقوں کے اعتراضات اور اللہ کا جواب

سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر کافروں اور منافقوں نے متعدد اعتراضات کئے ہیں اور آپ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بعض اعتراضات و الزامات کو نقل کر کے ان کا مسکت جواب دیا ہے۔

منافقوں کا ایک الزام یہ تھا کہ آنجناب ہر چھوٹے چھوٹے مسئلہ پر ہمیشہ کان لگائے رہتے ہیں، ہر دم تجسس اور ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، یہ تو کسی بھی شریف آدمی کا وطیرہ نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ وہ قاند ملت ہو، چنانچہ وہ کہتے تھے:

هُوَ أُذُنٌ. (التوبة: ۶۱) وہ تو کان ہی کان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کا سنجیدہ نوٹس لیا اور اپنے نبی کو مخاطب بناتے ہوئے ان کے اس الزام کا جواب دیا چنانچہ فرمایا کہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ اے لوگو! میں یقیناً ہر دم کان لگائے رکھتا ہوں لیکن تمہارے عیوب کی تلاش میں نہیں بلکہ تمہاری بھلائی کے لئے کان لگائے رکھتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم ایمان لانے کے بعد بھی نامراد ہی رہو۔ میری اس باخبری پر تو تمہیں خوش اور میرا احسان مند ہونا چاہئے کہ ہمارا قاند ہمارا ایسا ہی خواہ ہے کہ ہماری ہر نقل و حرکت پر ہمیشہ نظر رکھتا ہے تاکہ ہم بہکنے اور گمراہ ہونے سے محفوظ رہیں لیکن حیرت ہے کہ تم اس بھی خواہی اور دردمندی پر معترض ہو، قرآن کہتا ہے:



قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ. (التوبة: ۶۱) وہ سراپا گوش تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔  
مزید اللہ تعالیٰ نے یہ تبصرہ بھی فرما دیا کہ یہ رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور وہ خواہ  
مخواہ کسی کی ٹوہ میں نہیں پڑتا اس لئے رسول کی بابت تجسس بے جا کی بدگمانی درست نہیں  
ہے۔ وہ یقیناً رپورٹیں لیتا ہے لیکن ہر کسی کی ہر رپورٹ کو صحیح نہیں مان لیتا بلکہ انہی کی  
رپورٹوں کو درست مانتا ہے جو ایمان والے ہیں اور حقیقی اہل ایمان جھوٹی رپورٹ نہیں  
دے سکتے، یہ تو ان کے ایمان کے منافی ہے اور وہ انہی رپورٹوں کا نوٹس لیتا ہے جس سے  
تم کو فائدہ پہنچ سکتا ہو۔ وہ تو ہر مومن کے لئے سراپا رحمت ہے اس لئے وہ ناحق کسی مومن  
کو محض رپورٹ کی بنیاد پر زحمت میں نہیں ڈال سکتا۔ فرمایا:

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ  
لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا  
مِنْكُمْ. (التوبة: ۶۱)  
وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اہل  
ایمان ہی کی بات باور کرتا ہے اور تم  
میں سے ایمان لانے والوں کے لئے  
سراپا رحمت ہے۔

اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے پیغام کو لوگوں کے سامنے رکھا اور لوگ  
کلام الہی اور اخلاق نبوی سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو کفار و مشرکین نے  
متاثرین کے ذہن و دماغ سے تاثر کو زائل کرنے کے لئے آپ ﷺ پر جادو گر ہونے کا  
الزام لگایا، اس الزام کے کئی محرکات تھے۔

ایک محرک تو یہ تھا کہ وہ اس چیز کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ ان کی  
قیادت و سیادت اس کے ہاتھ میں آئے جو اب تک سیاسی لحاظ سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا  
تھا، قرآن نے اس صورت حال کا ذکر یوں کیا ہے:

أَكَا نَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ  
أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ  
کیا لوگوں کو اس بات پر حیرانی  
ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص

النَّاسُ بِبَشْرِ الَّذِينَ آمَنُوا  
 أَنَّهُمْ قَدِمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ  
 قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِرٌ  
 مُّبِينٌ

پروچی کی کہ لوگوں کو ہوشیار کر دو اور اہل  
 ایمان کو یہ بشارت دے دو کہ ان کے  
 لئے ان کے رب کے پاس بڑا مرتبہ  
 ہے کافروں نے کہا بے شک یہ کھلا ہوا  
 (یونس: ۲) جادوگر ہے۔

اس کا دوسرا محرک یہ تھا کہ چونکہ کفار و مشرکین خواہش نفس کی پیروی میں بہت  
 سارے غلط کام پوری بے تکلفی کے ساتھ کرتے تھے، اگر یہ حقیقت سماج میں عام طور سے  
 تسلیم کر لی جائے گی کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور ہر ایک کو اپنے کئے کا  
 حساب و کتاب دینا ہے تو لوگوں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی آجائے گی۔ یوں ان کے  
 گورکھ دھندے پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا اس لئے بھی وہ رسول اللہ ﷺ کے منی بردلائل  
 تصور آخرت کو لوگوں کے ذہنوں سے نکالنے کے لئے آپ ﷺ پر جادوگر ہونے کا الزام  
 لگاتے تھے۔ قرآن ان کے الزام کا ذکر یوں کرتا ہے:

وَلَئِن قُلْتِ إِنَّكُمْ  
 مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ  
 الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ  
 مُّبِينٌ

اور اگر تم یہ کہتے ہو: لوگو! تم  
 مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے  
 تو کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو  
 ہے۔

(ہود: ۷)

ان کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو وہ اس دوبارہ  
 اٹھائے جانے کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن جب یہ بعث بعد الموت حقیقت کا روپ دھارے  
 گا تب ان سے کچھ بن نہیں پڑے گا اس لئے ابھی سے ہوش کے ناخن لیں اور اتنی واضح  
 حقیقت کا انکار نہ کریں۔ قرآن کہتا ہے:

خبردار! جس دن وہ ان پر آدھمکے  
 گاتوان سے ٹالانہ جاسکے گا اور آج  
 جس چیز کا وہ مذاق اڑا رہے ہیں وہ  
 انہیں آگھیرے گی۔

أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ  
 مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا  
 كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ.

(ہود: ۸)

اس کا تیسرا محرک یہ تھا کہ معاندین اسلام قرآن کے کلام الہی ہونے کا یقین تو رکھتے تھے لیکن وہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ کلام الہی کے لوگوں کے دلوں میں گھر کر جانے کی صورت میں ان کے دنیوی مفادات براہ راست متاثر ہوتے، اس لئے انہوں نے وسوسہ اندازی شروع کی کہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہوتا تو اللہ یہ کلام تمہارے ہی جیسے ایک انسان پر کیوں نازل کرتا۔ وہ تو اس کلام کے شایان شان فرشتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجتا۔ لوگو! جب تم جانتے ہو کہ محمد، عبد اللہ کے بیٹے اور ایک انسان ہیں تو پھر کیسے تم انہیں رسول تسلیم کرتے ہو؟ کیا محض اس لئے کہ وہ اپنی جادو بیانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ خبردار! نہ تمہیں ان کو رسول ماننا چاہئے اور نہ ان کے پیش کردہ کلام کو کلام الہی سمجھنا چاہئے، اگر تم ایسا کرتے ہو تو یہ تمہاری حماقت تصور کی جائے گی۔ قرآن نے اس کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

وَأَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِينَ  
 ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ  
 أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ.

اور ان ظالموں نے آپس میں یہ  
 سرگوشی کی کہ یہ تو بس تمہاری ہی طرح  
 کے ایک انسان ہیں تو کیا تم آنکھوں  
 دیکھتے جادو میں پھنسو گے۔

(الانبیاء: ۳)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کہلوا یا کہ میرا رب یہ بھی جانتا ہے کہ میں تمہارے سامنے اپنا کلام پیش کر رہا ہوں یا اس کا اور یہ بھی جانتا ہے

کہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے محض لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس قسم کے اشغلیے چھوڑتے ہو یا حقیقت بیانی سے کام لے رہے ہو۔ وہ تو میری اور تمہاری باتوں کو کیا، زمین و آسمان کی ہر بات کو جانتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي  
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ  
الْعَلِيمُ. (الانبیاء: ۴)

اس نے کہا: میرا رب آسمان اور  
زمین کی ہر بات کو جانتا ہے وہ خوب  
سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ اشغلیہ کفار و مشرکین نے کچھ موقعوں پر محمد ﷺ کی بشریت کو تسلیم کرتے ہوئے چھوڑا اور عوام کے سامنے یہ سوال رکھا کہ آخر یہ کیسے رسول ہیں کہ ان میں اور عام انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہے؟ رسول اور عام لوگوں میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا:

مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ  
الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ  
لَوْلَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ  
نَذِيرًا أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ  
لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ  
الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا  
رَجُلًا مَسْحُورًا.

یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا اور  
بازاروں میں چلتا پھرتا ہے! اس کے  
پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ  
اس کے ساتھ ہٹو بچو کرتا یا پھر اس کے  
لئے آسمان سے کوئی خزانہ اتارا جاتا یا  
اس کے پاس کوئی اسپیشل باغ ہوتا جو  
اس کی معاشی ضرورت پوری کرتا اور

ظالموں نے کہا کہ تم تو بس ایک سحر زدہ  
شخص کے پیچھے ہو لئے ہو۔

(الفرقان: ۸، ۷)

ان کی ان ہفتوات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے  
صرف یہ فرمایا کہ اب جبکہ انہیں تمہاری مخالفت کی کوئی اور راہ بھائی نہیں دے رہی ہے یہ

تم پر اسی طرح کی پھبتیاں کتے رہیں گے اور ایسی ہی ہفتوات بکتے رہیں گے لیکن تم اطمینان رکھو کہ ان کی ان یا وہ گویوں کا کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے۔ فرمایا:

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ  
الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ  
سَبِيلًا.  
دیکھو! یہ تم پر کیسی کیسی پھبتیاں  
چست کر رہے ہیں یہ تو بالکل ہی  
کھوئے گئے اب انہیں کوئی اور راہ

(الفرقان: ۹) سجھائی نہیں دے رہی ہے۔

البتہ کفار و مشرکین کے اس کردار کا جو اثر آنحضرت ﷺ پر ہوتا تھا اور آپ ﷺ جس طرح کی تکلیف محسوس کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے بار بار آپ ﷺ کی تسلی کے لئے کچھ نہ کچھ سکون بخش کلمات ضرور کہے ہیں اور محبت آمیز ہدایات دی ہیں اور بعض ہدایات تو پیشگی دے دی ہیں۔ مثلاً:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا  
يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ  
صَلْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ  
عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ إِنَّمَا  
أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ  
وَكَيلٌ.  
شاید اس چیز کا کچھ حصہ تم چھوڑ  
دینے والے ہو جو تم پر وحی کی جا رہی  
ہے اور اس سے تمہارا سینہ بھنج رہا ہے کہ  
وہ کہیں گے کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں  
نہیں اتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی  
فرشتہ کیوں نہ آیا؟ تم تو محض ڈرانے

والے ہو اپنا کام کرتے رہو اور اللہ ہر

چیز کا نگران ہے۔

کافروں کے الزام سحر کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ قرآن کے تصور توحید سے ان کے  
• شرک کی دنیا اجڑ رہی تھی اور اگر یہ تصور توحید عام ہو جاتا تو دیوتاؤں کے نام پر کمانے  
کھانے والوں کی دکان بند ہو جاتی اس لئے انہوں نے قرآن کو جادو اور رسول کو جادوگر

قراردے کر اپنے بچھے چراغ کو تیل فراہم کرنے کی کوشش کی ہے قرآن ان کی اس کوشش کو ان لفظوں میں بیان کرتا ہے:

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا  
بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ  
يُّرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانُ  
تَعْبُدُونَ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا  
إِنْفَاكٌ مِّمَّنْ قَالُوا الَّذِينَ  
كَفَرُوا لَلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ  
إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ

اور جب ان کو ہماری واضح  
آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ  
یہ تو ایک ایسا آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تم  
کو ان چیزوں کی پوجا سے روک دے  
جن کی پوجا تمہارے باپ دادا کرتے  
آئے ہیں اور انہوں نے کہا کہ یہ تو من  
گھڑت جھوٹ ہے اور جب حق ان  
کافروں کے سامنے آ گیا ہے تو انہوں  
نے یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیا کہ یہ تو کھلا  
ہوا جادو ہے۔

(سبا: ۴۳)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتنے محروم قسمت لوگ ہیں کہ پہلی بار  
ہم نے انہیں کتاب اور رسول سے سرفراز کیا تو بجائے اس کے کہ وہ اس سرفرازی پر اللہ  
کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے اور اس کے لئے سراپا سپاس بن جاتے انہوں نے اس نعمت کی  
ناقدری شروع کر دی اور اپنے تاج اقبال کو خود اپنے پاؤں تلے روندنا شروع کر دیا۔ یہی  
حرکت ان لوگوں نے بھی کی تھی جن سے یہ نعمت چھین کر ہم نے ان کو دی ہے۔ لگتا ہے یہ  
بھی ہماری سزا کی گرفت میں آئیں گے۔ ارشاد ہوا:

وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كِتَابٍ  
يَلْتَمُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ  
قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ وَكَذَّبَ الَّذِينَ

اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی  
تھیں جن کو وہ پڑھتے ہوں اور نہ ہم  
نے تم سے پہلے ان کی طرف کوئی نذیر

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا  
بِعِشَارٍ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي  
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ.

(سبا: ۴۲، ۴۵)

بھیجا تھا اور ان سے پہلے والوں  
نے بھی تھملا یا ہے اور یہ تو اس کے عشر  
عشیر کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا  
تھا تو انہوں نے میرے رسول کی  
تکذیب کی پھر دیکھو کیسی ہوئی ان پر

## میری پھٹکارا

اسی سے ملتا جلتا الزام اور اس کا جواب سورہ احقاف آیات ۱۰ تا ۱۱ میں بھی ہے جس  
میں ان کافروں کے اس الزام کا ذکر ہے کہ قرآن جادو ہے اور حضرت محمد ﷺ ایک  
مفتری ہیں ان کے اس الزام کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! ان کو بتادو  
کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی متعدد رسول آچکے ہیں اور سب انہیں  
اوصاف و خصوصیات کے حامل تھے جن اوصاف و خصوصیات کا حامل میں ہوں اس لئے  
اہل کتاب کے گمراہ کن پروپگنڈے سے متاثر ہو کر میری مخالفت مت کرو، میرے رسول  
ہونے کی شہادت بنی اسرائیل کا ایک عظیم شاہد دے چکا ہے، اس کی شہادت کو نظر انداز کر  
کے اپنی عاقبت برباد مت کرو، اس الزام اور جواب الزام کو قرآن نے ان لفظوں میں نقل  
کیا ہے:

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا  
بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ  
لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ أَمْ  
يَقُولُونَ افترَاهُ قُلْ إِنْ افتريتهُ فَلَا  
تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا هُوَ  
أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ كَفِيَ بِهِ

اور جب ان کو ہماری واضح  
آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر  
لوگ حق کی بابت، جب کہ وہ ان کے  
پاس آ گیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا  
جادو ہے، یا ان لوگوں کا الزام یہ ہے کہ  
اس نے اس کو گھڑ لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر

میں نے اس کو گھڑا ہے تو تم لوگ مجھ کو  
خدا سے ذرا بھی نہ بچا سکو گے اور تم جو  
سخن سازیاں کر رہے ہو وہ ان سے  
خوب واقف ہے وہ میرے اور  
تمہارے درمیان گواہی کے لئے کافی  
ہے اور وہ غفور رحیم ہے، ان سے کہو کہ  
میں کوئی پہلا رسول تو ہوں نہیں اور میں  
نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا  
جائے گا، اور تمہارے ساتھ کیا کیا  
جائے گا میں تو صرف اس بات کی

شَهِدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ  
وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ قُلْ مَا كُنْتُ  
بِدْعَا مَنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا  
يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا  
يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ  
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَ  
كَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي  
إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنْ  
وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنْ اللَّهُ لَا يَهْدِي  
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ.

(الاحقاف: ۷، ۱۰)

جاتی ہے اور میں تو صرف ایک کھلا ہوا آگاہ کرنے والا ہوں، ان سے پوچھو کہ اس وقت کیا  
ہوگا اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا حالانکہ بنی اسرائیل کے  
ایک شاہد نے اس کے مانند کتاب کی گواہی بھی دی ہے سو وہ تو اس پر ایمان لایا اور تم نے  
تکبر کیا! بے شک اللہ ظالموں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ (ترجمہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اے نبی! ان سے کہہ دو کہ یہ لوگوں کے پردہ پگنڈے  
سے متاثر ہونے کے بجائے تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں تو خود ہی ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ  
نہ تو قرآن انسانی کلام ہے اور نہ رسول کو کوئی دیوانگی لاحق ہے۔ فرمایا:

قُلْ إِنَّمَا أَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ  
أَنْ تَقُولُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ  
تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ  
إِنْ سَأَلْتُمْ عَنِ السَّاعَةِ لَوِيظًا  
رَاضِيًا

ان سے کہہ دو میں تمہیں ایک  
بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ  
کی خاطر دو دو ایک ایک کر کے اٹھو پھر



قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

غور کرو، تمہارے ساتھی کو کوئی جنون

نہیں ہے وہ تو تمہیں ایک سخت عذاب

کے آنے سے پہلے آگاہ کر رہا ہے۔

إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ

يَدَيَّ عَذَابٍ شَدِيدٍ.

(سبا: ۴۶)

ان کے اسی اعتراض کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:

اور ان لوگوں کو اس بات پر تعجب

ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک

آگاہ کرنے والا آیا ہے اور کافروں نے

کہا کہ یہ تو ساحر اور لپاٹیا ہے۔ حیرت

ہے! اس نے تو تمام معبودوں کو ایک کر

دیا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے۔ اور ان

کے لیڈر اٹھے کہ چلو بھئی، اپنے

معبودوں کی عبادت پر جمے رہو، یہی

کام کرنے کا ہے ہم نے یہ بات تو اس

دور آخر میں سنی نہیں، یہ ایک گھڑی ہوئی

بات ہے۔ بھلا ہمارے اندر سے یہی

ملے تھے جن پر ذکر نازل کیا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دراصل انہیں قرآن کے کتاب الہی

ہونے میں شک ہے اور شک اس لئے ہے کہ ابھی انہوں نے اس طرح کے عذاب کا مزہ

چکھا نہیں ہے جو رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں آیا کرتا ہے۔ فرمایا:

بلکہ یہ لوگ میری یاد دہانی کے

باب میں مبتلائے شک ہیں بلکہ ابھی

بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ

ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ.

(ص: ۸) انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں

چکھا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ براہ راست رسول پر کوئی الزام تو نہیں لگاتے اور نہ سیدھے سیدھے اعتراض کرتے لیکن اپنے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے رسول کی کوئی بات دھیان سے سننے کا نائٹ کرتے، اس کے بعد اپنی ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے موٹھے چمکاتے اور کپڑا پیٹ کر مجلس سے چلے جاتے تاکہ لوگوں پر یہ تاثر قائم ہو کہ ہم نے بہت دھیان سے سننے کی کوشش کی لیکن باتیں ایسی نہیں ہیں جن کو سنجیدگی سے لیا جائے، قرآن نے اس صورت حال کو یوں بیان کیا ہے:

أَلَا إِنَّهُمْ يَشْتُونَ صُدُورَهُمْ  
لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ.  
ذرا دیکھو کہ یہ اپنے سینے موڑتے  
ہیں کہ اس سے چھپ جائیں۔

(ہود: ۵)

قرآن ان کی اس حرکت پر یہ تبصرہ کرتا ہے:

أَلَا حِينَ يَسْتَفْشُونَ  
ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا  
يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ.  
سنو! یہ اس وقت بھی اللہ کی نظر  
میں ہوتے ہیں جب اپنے اوپر کپڑے  
لپیٹتے ہیں وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے  
ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں وہ تو سینوں  
کے رازوں سے بھی اچھی طرح واقف

ہے۔

کفار و مشرکین کا نبی کریم ﷺ پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ استحالات و ناممکنات بھی ان کی تعلیم کا اہم جزو ہیں چنانچہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور ہماری حاضری بارگاہ خداوندی میں ہوگی، وہاں ہم کو اپنا حساب و کتاب دینا پڑے

گا۔ بھلا بتائیے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب ہم مر کر سڑ گل جائیں گے تو دوبارہ پھر اٹھائے جائیں گے! اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا کوئی حیرت ناک بات نہیں ہے کیوں کہ بہت سی چیزوں کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ ہونے کا مشاہدہ یہ دن رات کرتے ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ زمین مردہ ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ بارش نازل کر کے پھر اس مردہ زمین کو نئی زندگی عطا کر دیتا ہے۔ آفاق پر نظر ڈالیں تو متعدد مثالیں اس کی ان کو مل جائیں گی اس لئے حیرت انگیز بات یہ نہیں کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے بلکہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ ایک طرف یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اعتراف بھی کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا ہے کہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ کیسے کئے جائیں گے۔ حالانکہ زندگی بعد موت کے اتنے دلائل اور شواہد موجود ہیں کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جب اس نقطہ نظر سے اپنی گردنیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور زمین کی طرف جھکائیں تب نہ ان کو پتہ چلے۔ یہ تو آباء و اجداد کی تقلید میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ کسی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ اس صورت حال پر قرآن نے یوں تبصرہ کیا ہے:

اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب کی	وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ
بات ان کا یہ قول ہے کہ کیا جب ہم سڑ	قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرَابًا إنا لَفِي
گل کر مٹی ہو جائیں گے تو از سر نو وجود	خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ
میں آئیں گے! یہی لوگ ہیں جنہوں	كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ
نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی لوگ	الْأَغْلَالُ فِي أَغْناقِهِمْ وَأُولَئِكَ
ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے	أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ.
ہوئے ہیں اور یہی لوگ اہل دوزخ	(الرعد: ۵)
ہیں یہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔	

اسی طرح ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جناب ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے فرشتہ کے ذریعہ تمہاری یاد دہانی کے لئے مجھ پر وحی نازل کی ہے۔ واہ واہ! اللہ نے فرشتہ کے ذریعہ یاد دہانی ہمارے لئے نازل کی ہے اور ہم تک پہنچانے کا ذریعہ آنجناب کو بنایا ہے جن کی معاشی اور معاشرتی پوزیشن ہم سے بدرجہا کمتر ہے، اچھا چلئے جناب کا یہ دعویٰ درست مان لیا جائے تو جو فرشتے آنجناب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں آپ انہیں ہمارے روبرو پیش کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی انہیں دیکھ لیں اور آپ ﷺ کے دعویٰ کی تصدیق کر دیں، قرآن اس کا ذکر ان لفظوں میں کرتا ہے:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ  
الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ لَوْ مَا تَأْتِينَا  
بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ  
الصَّادِقِينَ.

اور یہ کہتے ہیں کہ اے وہ شخص  
جس پر یاد دہانی اتاری گئی ہے! تم تو  
ایک پاگل آدمی ہو اگر تم اپنے دعویٰ میں  
سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں  
نہیں لا دیتے؟

(الحجر: ۶۰)

ان کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگ ہوش و حواس سے کام لیں، محض دشمنی میں بے ہنگم اور بے تکی باتیں نہ کریں، اے نبی! تمہاری رسالت و نبوت کے اتنے دلائل ہیں کہ ان کی موجودگی میں فرشتوں کو سامنے لانے کی ضرورت ہی نہیں اور اگر ہم فرشتے نازل ہی کر دیں تو وہ اس لئے تو ان کے پاس جائیں گے نہیں کہ انہیں تمہاری رسالت و نبوت کے دلائل دیں بلکہ جب وہ جائیں گے تو فیصلہ خداوندی کو نافذ کرنے کے لئے جائیں گے اس وقت وہ نیست نابود ہو کر رہ جائیں گے، رہی یہ بات کہ وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ان کا مطالبہ پورا نہیں ہو جاتا تو انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ان کے ایمان نہ لانے سے رسول کی رسالت اور قرآن کے وحی الہی ہونے پر کوئی حرف آنے والا نہیں ہے۔ قرآن کی حفاظت اور اس کی

اشاعت کی ذمہ داری ہم نے اپنے سر لے لی ہے اس لئے وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں رسول کے مشن پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ فرمایا:

مَا نَنْزِلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا  
بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ  
وَإِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ  
لَحَافِظُونَ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ  
قَبْلِكَ فِي شِعَابِ الْأَوَّلِينَ وَمَا  
يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ  
يَسْتَهْزِءُونَ.

ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر  
فیصلہ کے ساتھ اور اس وقت ان کو  
مہلت نہیں ملے گی، یہ یاد دہانی ہم نے  
ہی اتاری ہے اور ہم ہی اس کے  
محافظ ہیں اور ہم نے تم سے پہلے بھی  
اگلے گروہوں میں اپنے رسول بھیجے تو  
جو رسول بھی ان کے پاس آتا وہ اس کا  
یستہزؤن کرتے۔

(الحجر: ۸، ۱۱) مذاق ہی اڑاتے۔

اسی طرح یہود کا ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ جناب ایک طرف تو ہماری کتابوں اور ہمارے رسولوں کی تصدیق بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف ہماری شریعت کے بہت سارے قوانین تبدیل بھی کر رہے ہیں یہ تضاد فکر و بیان کسی رسول کے یہاں تو نہیں ہو سکتا۔

اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ ہم نے ہی قدیم آسمانی کتابیں بھی نازل کی تھیں اور ہم نے ہی قرآن کو بھی اتارا ہے۔ کون سا حکم کب دینا ہے اور کس حکم کو کب منسوخ کرنا ہے؟ اس کو سب سے بہتر ہم ہی جانتے ہیں اس لئے اس پر اگر کوئی اعتراض بنتا ہے تو وہ اعتراض ہم پر بنتا ہے نہ کہ رسول پر، رسول تو ہماری نازل کردہ آیات کو تمہارے سامنے پیش کر دیتا ہے، اس کی اتنی ہی ذمہ داری ہے اور بس۔ اس لئے اس کو مفتری قرار دینے کا کوئی جواز تمہارے پاس نہیں ہے۔ فرمایا:

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ  
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا  
أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا  
يَعْلَمُونَ.

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ  
دوسری آیت بھیجتے ہیں اور اللہ خوب  
جانتا ہے جو کچھ وہ اتارتا ہے تو یہ کہتے  
ہیں کہ تم تو اپنے جی سے گھڑ لینے والے  
(النحل: ۱۰۱)

آگے رسول ﷺ ہی کی زبان سے یہ اعلان کرایا کہ:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ  
رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا  
وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ.

کہہ دو کہ اس کو روح القدس نے  
تمہارے رب کی جانب سے حق کے  
ساتھ اتارا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو  
جمائے رکھے جو ایمان لائے ہیں اور  
ہدایت و بشارت ہے اللہ کے فرماں  
برداروں کے لئے۔  
(النحل: ۱۰۲)

اس کا دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ:

مَا نَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ  
نُنسَخُ نَاتٍ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا.

ہم جو بھی آیت منسوخ کرتے  
ہیں یا اسے نظر انداز کرتے ہیں تو اس  
سے بہتر یا اسی کے مانند دوسری آیت  
لائے ہیں۔  
(البقرة: ۱۰۶)

مطلب یہ ہے کہ چونکہ کتاب الہی انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہوتی ہے اس لئے  
جو عہد جس ہدایت کا متقاضی ہوتا ہے اس کے مطابق اس عہد میں ہدایت نازل ہوتی  
ہے۔ سو یہ کوئی اعتراض کی چیز نہیں ہے، اس طرح کا اعتراض کرنے والے کسی دانش

مندى کا ثبوت نہیں دیتے بلکہ اپنی حماقت کا خود اعلان کرتے ہیں، کائنات کی حکمتوں کو خالق کائنات سے بہتر جاننے والا کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ احمق لوگ زیادہ دانائی نہ دکھائیں۔

کفار و مشرکین کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اگر اللہ کو انسانوں کے درمیان کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی انسان ہی کو رسول بنا کر کیوں بھیجا؟ کوئی فرشتہ یا دیگر کوئی برتر مخلوق رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟ آخر ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے جو ہم ان کو رسول مان لیں؟ قرآن نے ان کے اس اعتراض کو یوں نقل کیا ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا  
إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا .

جب ان کے پاس ہدایت آگئی تو  
ان کو ایمان لانے سے نہیں روکا مگر اس  
چیز نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے

ایک انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۹۴)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول تو مقتدی ہوتا ہے اور انسانوں کے لئے انسان ہی کی اقتدا ممکن ہے۔ اگر کوئی اور مخلوق رسول بن کر آتی تو یہ اس کی اقتدا کیسے کرتے؟ ہر مخلوق کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں، اپنے مسائل ہوتے ہیں، اپنے ماکولات اور مشروبات ہوتے ہیں، اپنے اقتضاءات اور معمولات ہوتے ہیں، پھر بھلا ان تمام چیزوں میں دوسری مخلوق سے آنے والے رسول کی اقتدا کیسے کی جاتی؟ ہاں اگر فرشتوں کے درمیان کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو یقیناً ان کا رسول فرشتہ ہوتا۔ فرمایا:

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ  
مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا  
عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا .

کہہ دو کہ اگر فرشتے زمین کے  
باسی ہوتے اور اطمینان سے انہی کی  
طرح چل پھر رہے ہوتے تو یقیناً ہم

آسمان سے فرشتہ ہی رسول بھیجتے۔ (بنی اسرائیل: ۹۵)

لیکن فی الواقع ایسا ہے تو نہیں۔

اسی طرح کفار و مشرکین یہود کا القا کردہ یہ اعتراض بھی اٹھاتے کہ اگر یہ رسول ہیں تو دیگر رسولوں کی طرح کوئی حسی معجزہ کیوں نہیں دکھاتے؟ چنانچہ وہ کہتے:

لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ. یہ ہمارے پاس اپنے رب کی

(طہ: ۱۳۳) جانب سے کوئی بڑی نشانی کیوں نہیں

لاتے؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام اگلے صحیفوں میں آخری رسول کی جو پیشین گوئیاں موجود تھیں کیا یہ رسول ان کا مصداق نظر نہیں آ رہا ہے کہ کسی اور نشانی کی ضرورت پیش آئے اور اگر وہ ان کا مصداق نظر آ رہا ہے تو کسی معجزہ کی کیا ضرورت؟ فرمایا:

أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ. کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی دلیل نہیں پہنچی؟

(طہ: ۱۳۳)

ایک دوسری جگہ ان کے اسی طرح کے اعتراض کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ. تو جب ان کے پاس ہمارے پاس سے حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ ان کو بھی کیوں نہیں وہی دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا تھا؟

(القصص: ۳۸)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَافِرُونَ. کیا یہ اس سے پہلے موسیٰ کو دئے گئے معجزہ کا انکار نہیں کر چکے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ دونوں جادو ہیں جو ایک



(القصص: ۴۸) دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ بھی

کہا کہ ہم ان سب کا انکار کرتے ہیں۔

ان نابکاروں نے کبھی تو یہ الزام لگایا کہ جناب جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ محض خواب پریشاں ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، کبھی یہ کہہ دیا کہ یہ تو ان کا گھڑا ہوا کلام ہے، محض نبوت و رسالت کا دھونس جمانے کے لئے اسے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں، کبھی یہ کہہ دیا کہ یہ تو شاعر ہیں اور قرآن محض شاعرانہ خیال آرائی ہے اور بس، کبھی یہ کہہ دیا کہ انہیں تو ایک خبط سوار ہے، کبھی یہ کہہ دیا کہ ایک جماعت ہے جو اس کتاب کو گھڑنے میں ان کی مدد کرتی ہے، کبھی یہ کہہ دیا کہ یہ جناب معاشرے کے کچھ باغیوں کے آگے کاربن گئے ہیں اور انہی کی مقصد برآری میں اپنی ساری توانائی صرف کر رہے ہیں، کبھی یہ کہہ دیا کہ یہ تو ایک کاہن ہیں۔ الغرض طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے۔ الزامات کا یہ تنوع نکالنے اور اپنے مریدوں کو بے وقوف بنانے کے لئے اس قسم کی باتیں کرتے تھے، قرآن نے ان الزامات اور ان کے جواب کو مختلف مقامات پر نقل کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ  
بَلِ افْتِرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا  
بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوْلُونَ.  
(الانبیاء: ۵)

بلکہ انہوں نے کہا یہ تو خواب پریشاں ہیں بلکہ اس کو انہوں نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ ایک شاعر ہیں پس یہ ہمارے پاس اس طرح کی نشانیاں لائیں جس طرح کی نشانیوں کے ساتھ سابق رسول بھیجے گئے۔

ان الزامات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

ان سے پہلے کی بستیوں کے لوگ بھی ایمان نہیں لائے جن کو ہم نے ہلاک کر دیا تو کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟

مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ  
قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ.

(الانبیاء: ۶)

اسی طرح ان کافروں نے کہا:

إِنْ هَذَا إِلَّا أَفْكٌ مَّفْتَرَاةٌ وَ  
أَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ.

(الفرقان: ۴)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَقَدْ جَاءَ وَأَظْلَمًا وَزُورًا.

(الفرقان: ۴)

اسی طرح ان ظالموں نے کہا:

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا  
فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا.

(الفرقان: ۵)

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ  
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ  
غَفُورًا رَحِيمًا. (الفرقان: ۶)

اور جب انہوں نے کہا کہ:

إِنَّا لَنَارِكُوكُمْ آلِهَةً لِّشَاعِرٍ  
مَّجْنُونٍ. (الصافات: ۳۶)

تو انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

یہ تو اگلوں کے فسانے ہیں جو اس نے لکھوائے ہیں چنانچہ وہ صبح و شام اس کو لکھ کر تعلیم کئے جاتے ہیں۔

ان سے کہہ دو اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے راز سے واقف ہے بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

کیا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں سے دست کش ہو جائیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ  
الْمُرْسَلِينَ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ  
الْأَلِيمِ.

بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور اس  
نے رسولوں کی تصدیق کی ہے، بے  
شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے  
والے ہو۔

(الصافات: ۳۷، ۳۸)

اور بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان کے الزامات کو نقل کئے بغیر سیدھے سیدھے  
ان الزامات کے جواب نقل کر دئے ہیں جن سے خود وہ اعتراضات و الزامات سامنے  
آجاتے ہیں۔ مثلاً فرمایا:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ  
جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمْ  
الْأُولَئِينَ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ  
فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ  
جَنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ  
أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ وَلَوْ اتَّبَعَ  
الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ  
السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهِنَّ  
بَلْ آتَيْنَاهُمْ بِلَدُّنِهِمْ فَهُمْ عَنْ  
ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ.

کیا ان لوگوں نے کلام پر غور نہیں  
کیا یا ان کے پاس وہ چیز آئی جو ان  
کے اگلے آباء اجداد کے پاس نہیں آئی  
تھی؟ یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا  
نہیں اس وجہ سے اس کے منکر بنے  
ہوئے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص  
کو جنون لاحق ہے، یہ جنون نہیں ہے  
بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے  
لیکن ان میں سے اکثر حق سے بے زار  
ہیں اور اگر حق ان کی خواہشوں کے  
مطابق ہوتا تو آسمان و زمین اور جو ان  
کے درمیان ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ  
ہم تو ان کے پاس ان کے حصہ کی

(المومنون: ۶۸، ۷۱)

یاد دہانی لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی  
یاد دہانی سے اعراض کر رہے ہیں۔

ان آیات میں صرف ایک الزام ”یقولون بہ جنۃ“ کو چھوڑ کر کسی الزام کا ذکر نہیں  
کیا گیا بلکہ جو الزامات وہ عام طور پر لگاتے تھے ان کے جواب دے دئے گئے ہیں۔  
بعض الزامات اور ان کے جوابات ساتھ ساتھ نقل کئے گئے ہیں اور چیلنج بھی دیا گیا  
ہے۔ مثلاً فرمایا:

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ  
بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا  
مَجْنُونٍ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ  
تَتَّبِصُّ بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ قُلْ  
تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ  
الْمُتَرَبِّصِينَ أَمْ تَأْمُرُهُمْ  
أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ  
طَاغُونَ أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَلَهُ بَلْ  
لَا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ  
مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ.  
(الطور: ۲۹، ۳۴)

پس تم یاد دہانی کرتے رہو اللہ  
کے فضل سے نہ تم کوئی کاہن ہو اور نہ  
کوئی دیوانہ، کیا یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک  
شاعر ہے جس کے لئے ہم گردش  
روزگار کے منتظر ہیں؟ ان سے کہہ دو کہ  
تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے  
ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں، کیا  
ان کی عقلیں ان کو یہی باور کر رہی ہیں  
یا یہ سرکش لوگ ہیں؟ کیا یہ کہتے ہیں کہ  
اس کو اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے بلکہ یہ  
ایمان نہیں لانا چاہتے تو یہ اس کے  
مانند کوئی کلام لا دیں اگر یہ سچے ہیں۔

اوپر والی آیت میں کافروں نے اللہ کے رسول پر جو یہ الزام لگایا کہ قرآن کو انہوں  
نے خود گھڑا ہے یہ اللہ کا اتارا ہوا کلام نہیں ہے، ان کے اس الزام کے جواب میں اللہ  
تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ اگر انہوں نے خود گھڑ کر اسے

ہماری جانب منسوب کر دیا ہوتا تو ہم انہیں بہت کڑی سزا دیتے، اس بات میں یہ حقیقت بھی مضمحل ہے کہ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور یقیناً نہیں کیا ہے تو جو تم جھوٹا الزام لگا رہے ہو سوچ لو تمہاری سزا بھی معمولی نہیں ہوگی۔ فرمایا:

اور اگر کوئی بات یہ (رسول) گھڑ

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ

کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اس

الْأَقَاوِيلِ لَأَخْلَعْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ نَمَّ

کو قوی بازو سے پکڑ لیتے پھر اس کی شہ

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ

رگ ہی کاٹ دیتے تو تم میں سے کوئی

أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ .

ہم کو اس سے روکنے والا نہ بن پاتا۔

(الحاقة: ۴۴-۴۷)

یہ تھے وہ الزامات اور اعتراضات جو کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین نے

آنحضرت ﷺ اور قرآن پر لگائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب دئے ہیں۔



## منجانب اللہ رسول ﷺ کی تثبیت و تسلی

اللہ کے رسول ﷺ کو قوم کی طرف سے جس شدید مخالفت کا سامنا تھا اس کا اثر آپ ﷺ کی طبیعت پر پڑنا ایک فطری بات تھی۔ اسی لئے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور یہ یقین دلایا ہے کہ بالآخر کامیابی آپ ﷺ کو ہی ملے گی اور یہ مخالفین اپنے کفر کردار کو لازماً پہنچیں گے۔

ایک جگہ فرمایا کہ آپ ﷺ جس دین کی دعوت دے رہے ہیں وہ خدائی دین ہے اس لئے اس کی مخالفت بدو اصل اللہ کی مخالفت ہے اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا عذاب الہی سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ  
فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُضِرُّوا اللَّهَ  
شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ لَا يَجْعَلَ لَهُمْ  
حِزَابًا فِي الْآخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ  
عَظِيمٌ. (آل عمران: ۱۷۶)

اور یہ لوگ تمہارے لئے باعثِ غم نہ بنیں  
جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں یہ لوگ  
اللہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اللہ چاہتا  
ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ  
ہو اور ان کے لئے ایک بڑا عذاب ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس سے تم کو غم ہوتا ہے یہ لوگ دراصل تمہیں نہیں جھٹلا رہے ہیں بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ  
الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا  
يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ  
بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ.

(الأنعام: ۳۳)

ایک اور مقام پر فرمایا:

اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس سے تمہارا دل تنگ ہو رہا ہے تو تم اپنے رب کی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے بنو اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو یہاں تک کہ امر یقینی تم پر آشکارا ہو جائے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ  
صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ  
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ  
السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى  
يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ.

(الحجر: ۹۷-۹۹)

کفار و مشرکین اللہ کے رسول ﷺ کی نبوت و رسالت کے انکار کے لئے طرح طرح کے بہانے تلاش کرتے اور آپ ﷺ کو مختلف قسم کے طعن دیتے۔ کبھی یہ کہتے کہ ان پر آسمان سے کوئی خزانہ کیوں نہیں اتار دیا جاتا کہ ان کی مفلسی دور ہو جائے اور کبھی یہ کہتے کہ ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا جو ان کی نبوت و رسالت کا خدائی ایلچی کی حیثیت سے باقاعدہ اعلان کر دیتا۔ ان کے ان طعنوں سے اللہ کے رسول ﷺ کافی دکھی ہوتے اور بالعموم رنجیدہ خاطر رہتے، اس طرح کے دل آزار کلمات سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا:

وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ  
 الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ  
 الْعَلِيمُ (یونس: ۶۵)

اور تم کو ان کی باتیں غم میں نہ  
 ڈالیں، عزت تمام تر اللہ کے لئے ہی  
 ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے۔  
 اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کو زک پہنچانے کے لئے کفار و مشرکین طرح طرح  
 کی چالیں چلتے اور گھٹیا و گھناؤنی تدبیریں کرتے اس وجہ سے بھی آپ ﷺ کو بڑا غم ہوتا۔  
 اسی طرح کے ایک موقع پر آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا  
 تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ  
 (النمل: ۷۰)

ان کے احوال پر تم غم نہ کرو اور جو  
 چالیں وہ چل رہے ہیں ان سے تم  
 بالکل تنگی محسوس نہ کرو۔  
 اسی طرح کفار و مشرکین جو آپ ﷺ کو شاعر، خطیبی اور مفتری کہتے اس سے بھی  
 آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوتی تھی، ان کے اس طرح کے ہنوات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ  
 نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

فَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا  
 نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَ مَا يُعْلِنُونَ  
 (یس: ۷۶)

تم کو ان کی باتیں جتلائے غم نہ  
 کریں، ہم جانتے ہیں اس کو بھی جو وہ  
 چھپاتے ہیں اور اس کو بھی جو وہ ظاہر  
 کرتے ہیں۔  
 اسی طرح جب یہود نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ اگر آنجناب واقعی اللہ کے رسول ہیں تو آخر  
 ان کی اور ہماری شریعت میں فرق کیوں ہے؟ اگر ان کے بقول ہم راہِ راست سے بھٹک  
 گئے ہیں تو ہم نے شریعت کی جن چیزوں کو بھلا دیا تھا یہ ان کی یاد دہانی کرا دیتے اور ان  
 مردہ تعلیمات کو پھر سے زندہ کر دیتے، ایک دوسری شریعت لا کھڑی کرنے کی کیا  
 ضرورت تھی؟ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا لایا ہوا دین خدائی دین نہیں ہے،



یہود کی اس شرانگیزی میں کفار و مشرکین مکہ بھی شامل ہو گئے تھے، اس لئے اللہ کے رسول ﷺ کو کافی تکلیف تھی اور اپنوں کی اس شرانگیزی نے آپ ﷺ کو انتہائی ضیق میں مبتلا کر دیا تھا، اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کے اس شریعت سے بدکنے کی وجہ سے تم بہت زیادہ پریشان مت ہو۔ ہم نے ہر امت کے لئے الگ الگ شریعت و منہاج اس لئے بھی بنائے کہ ہر عہد کے اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جن کی تکمیل ضروری ہوتی ہے اور اسلئے بھی بنائے کہ اس تبدیلی کو لوگوں کے امتحان کا ذریعہ بنائیں، اب اگر یہ لوگ ان حکمتوں کو نہیں سمجھتے تو اس کا نقصان انہی کو اٹھانا پڑے گا، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

اور ہم نے تمہاری طرف کتاب

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ  
الْكِتَابِ وَ مُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ  
بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ  
أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ  
الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ  
مِنْهَا جَا وَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ  
أُمَّةً وَاحِدَةً وَ لَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي  
مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى  
اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا  
كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ.

اتاری حق کے ساتھ مصداق اس  
کتاب کی جو اس کے پہلے سے موجود  
ہے اور اس کے لئے کسوٹی بنا کر تو ان  
کے درمیان فیصلہ کرو اس کے مطابق  
جو اللہ نے اتارا اور اس حق سے ہٹ کر  
ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو  
تمہارے پاس آچکا ہے، ہم نے تم میں  
سے ہر ایک کے لئے ایک ضابطہ اور  
ایک طریقہ ٹھہرایا ہے اگر اللہ چاہتا تو تم  
کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اس نے  
چاہا کہ اس چیز میں تمہاری آزمائش  
کرے جو اس نے تم کو بخشی ہے تو

(المائدة: ۴۸)

بھلائیوں میں ایک دوسرے  
سے سبقت کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ  
ہی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے تو وہ  
تمہیں آگاہ کرے گا اس چیز سے جس  
میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہود و منافقین  
کا جو کردار ہے اس کا خمیازہ انہیں خود بھگتنا پڑے گا اس لئے اس پر تم کوئی غم نہ کرو، جب وہ  
کفر میں مسابقت کر رہے ہیں اور افہام و تفہیم کے باوجود نہیں مانتے تو چھوڑو، انہیں ان  
کی اپنی راہ پر جانے دو، ایسے لوگوں کی بے تکی باتوں کا بہت زیادہ نوٹس نہیں لینا چاہئے، یہ  
تواتنے سطحی لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کتاب الہی تک میں  
تحریف کر ڈالی ہے پھر ایسے لوگوں سے کسی خیر کی کیا توقع؟ فرمایا:

یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا	اے رسول! وہ لوگ تمہیں غم میں
يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي	نہ ڈالیں جو کفر کی راہ میں ایک دوسرے
الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا	پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے
بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنُ قُلُوبُهُمْ وَ	ہیں ان لوگوں میں سے جو زبان سے تو
مِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ	دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے
لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ	حالانکہ ان کے دلوں نے ایمان قبول
يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ	نہیں کیا ہے اور ان لوگوں میں سے بھی
مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا	جنہوں نے یہودیت اختیار کی ہے
فَأُخَذُوا وَإِنْ لَمْ تُؤْتُواهُ فَاحْذَرُوا	یہ جھوٹ کے رسیا اور دوسروں کی
وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ	باتیں سننے والے ہیں جو خود تمہارے

پاس نہیں آتے، جو کلام کا موقع  
محل متعین ہونے کے باوجود اس کو اس  
کے محل سے ہٹا دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ  
اگر تمہارے معاملہ کا فیصلہ یہ ہو تب تو  
قبول کر لینا ورنہ اس سے بچ کر رہنا اور  
جس کو اللہ فتنہ میں ڈالنا چاہے تو تم اس  
کے معاملہ میں اللہ کے مقابل کچھ نہیں  
کر سکتے، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں  
کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا ہے، ان  
کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور  
آخرت میں بھی ان کے لئے ایک بڑا  
عذاب ہے۔

لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ  
الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ  
قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَ  
لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ.

(المائدة: ۴۱)

اسی طرح بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسلی کے لئے یہ بھی فرمایا کہ  
تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے رسول آئے سب  
کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے، اس لئے تم صبر سے کام لو بالآخر انجام کار کی کامیابی تمہارے  
لئے ہی ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے  
لئے مجرمین میں کوئی نہ کوئی دشمن بنایا  
ہے اور تمہارا رب تمہاری ہدایت اور  
مدد کے لئے کافی ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ  
نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ  
بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا.

(الفرقان: ۳۱)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اور صبر کرو اور تمہارا صبر نہیں ہے  
مگر اللہ کی راہ میں اور تم ان پر غم نہ کرو  
اور ان کی چالوں سے کسی تنگی میں مبتلا  
نہ ہو، بے شک اللہ ان لوگوں کے  
ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا  
اور جو نیکو کار ہیں۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا  
بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ  
فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ إِنَّ اللَّهَ  
مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ  
مُحْسِنُونَ.

(النحل: ۱۲۷، ۱۲۸)

ایک اور جگہ فرمایا:

اور ہمارے خاص مرسل بندوں  
کے لئے ہمارا یہ فیصلہ پہلے سے صادر  
ہو چکا ہے کہ مدد کے حق دار وہی ہوں  
گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہنے والا  
ہے تو کچھ دنوں کے لئے ان سے  
اعراض کرو اور ان کو دیکھو وہ بھی  
عنقریب دیکھ لیں گے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا  
لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ  
الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ  
الْغَالِبُونَ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّى حِينٍ وَ  
أَبْصَرَهُمْ فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ.

(الصافات: ۱۷۱، ۱۷۵)

تو تم اس سے چمٹے رہو جو وحی  
تمہاری طرف کی گئی ہے یقیناً تم ہی  
صراط مستقیم پر ہو۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالذِّئْبِ  
أَوْحَىٰ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ  
مُسْتَقِيمٍ.

(الزخرف: ۴۳)

ایک اور جگہ فرمایا:

ایسے ہی ان سے پہلے کے لوگوں  
کے پاس جو رسول بھی آیا اس کو انہوں

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن  
قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ

نے جادوگر یا دیوانہ ہی کہا ہے،  
کیا انہوں نے بعد والوں کے لئے یہ  
وصیت کر دی تھی؟ بلکہ یہ ہیں ہی سرکش  
لوگ، تو تم ان سے اعراض کرو تم پر کوئی  
الزام نہیں اور یاد دہانی کرتے رہو  
کیوں کہ یاد دہانی ایمان والوں کو نفع  
پہنچاتی ہے۔

أَوْ مَجْنُونٍ اتَّوَصَّوْا بِهِ بَلْ  
هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا  
أَنْتَ بِمَلُومٍ وَذَكَرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى  
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ.

(الذاریات: ۵۲-۵۳)

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! یہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تم  
سے پہلے کے نبیوں کے ساتھ بھی ہو چکا ہے اور جب بھی لوگوں نے اس گھٹیا کردار کا  
مظاہرہ کیا ہے ہم نے انہیں کڑی سزا دی ہے، اس لئے اگر یہ بھی اپنی حرکت سے باز نہ  
آئے تو ان کو بھی کڑی سزا ملے گی۔ بایں صورت پریشان انہیں ہونا چاہئے کہ ان کا  
مستقبل تاریک اور بھیاںک ہے، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

اور تم سے پہلے بھی متعدد رسولوں  
کا مذاق اڑایا گیا ہے تو ان میں سے  
جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اس چیز  
نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے  
تھے۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِّنْ  
قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا  
مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ.  
(الانعام: ۱۰)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اور تم سے پہلے بھی متعدد رسولوں کا  
مذاق اڑایا گیا ہے تو میں نے کافروں

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلٍ مِّنْ  
قَبْلِكَ فَأَمَلَيْتُمُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا تَمًّا

کو مہلت دی پھر انہیں دھر لیا تو  
دیکھو کیسی رہی میری گرفت۔

أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ .  
(الرعد: ۳۲)

ایک جگہ یوں فرمایا:

اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کر  
رہے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے  
، ان سے پہلے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم  
ابراہیم، قوم لوط اور مدین کے لوگ بھی  
تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ کی بھی  
تکذیب کی گئی تو میں نے ان کافروں کو  
کچھ ڈھیل دی پھر ان کو دھر لیا تو دیکھو  
کیسی ہوئی میری پھٹکارا!

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ  
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ عَادٌ وَ  
ثَمُودٌ وَ قَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَ قَوْمُ لُوطٍ  
وَ أَصْحَابُ مَدْيَنَ وَ كَذَّبَ مُوسَىٰ  
فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ  
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ .

(الحج: ۴۲: ۴۴)

اور ایک جگہ اس اسلوب میں تسلی دی:

اور جس نے کفر کیا اس کا کفر  
تمہارے لئے باعث غم نہ ہو، ہماری  
ہی طرف ان سب کی واپسی ہے تو جو  
کچھ انہوں نے کیا ہوگا ہم اس سے ان  
کو آگاہ کریں گے، اللہ دلوں کے  
بھیدوں سے بھی واقف ہے، ہم ان کو  
کچھ دن برومند کریں گے پھر ان کو ایک  
سخت عذاب کی طرف ڈھکیلیں گے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ  
كُفْرُهُ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا  
عَمِلُوا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ  
الصُّدُورِ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ  
نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ .

(لقمان: ۲۳. ۲۴)

ایک جگہ رسول کی تسلی کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا:

اور اگر یہ تم کو جھٹلاتے ہیں تو کوئی  
نئی بات نہیں ہے ان سے پہلے کے  
لوگوں نے بھی جھٹلایا، ان کے پاس ان  
کے رسول واضح دلائل، صحیفوں اور  
کتاب منیر کے ساتھ آئے پھر میں نے  
انہیں پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا، تو دیکھو!  
کیسی رہی میری گرفت!

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ  
كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ  
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَ  
بِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ  
كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ.  
(الفاطر: ۲۵-۲۶)

اور ایک جگہ اس طرح فرمایا:

تو تم ثابت قدم رہو جس طرح  
اولوا العزم رسول ثابت قدم رہے اور  
ان کے لئے جلدی نہ کرو جس دن یہ  
لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس سے  
ان کو ڈرایا جا رہا ہے تو یہ محسوس کریں  
گے کہ گویا دن کی ایک گھڑی سے زیادہ  
نہیں رہے، پس تمہارا کام پہنچا دینا  
ہے، بالآخر تباہ وہی لوگ ہوں گے جو  
نافرمانی کرنے والے ہیں۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو  
الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ  
لَهُمْ كَانَهُمْ يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ  
لَمْ يَلْبُثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ بَلَاغٌ  
فَهَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ  
الْفَاسِقُونَ.

(الاحقاف: ۳۵)

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ ہم تمہاری تسلی کے لئے

انبیائے سابقین کی سرگزشت سنار ہے ہیں۔ سنو!

اور ہم رسولوں کی سرگزشتوں میں

وَكَأَلَّا نَقْصُ عَلَيْكَ مِنْ

سے ہر ایک سرگزشت تمہیں سنار ہے

أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ.

(ہود: ۱۲۰) ہیں جس سے تمہارے دل کو

تقویت دیں۔

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی ہٹ دھرمیوں اور بطور استہزاء ان کے مطالبہ عذاب پر اپنے رسول کو یوں تسلی دی ہے کہ اے نبی! اس سے پہلے بھی ایسا بہت ہوا ہے کہ رسول اپنی امت کے ایمان سے مایوس ہو گئے ہیں اور ہٹ دھرموں نے اللہ کی ڈھیل سے یہ سمجھ لیا کہ ان کی عذاب کی دھمکی محض ایک دھونس ہے، لیکن پھر اس کے بعد ہماری مدد ان کے لئے ظہور میں آئی اور ان ہٹ دھرموں اور سرکشوں کے ناپاک وجود سے زمین صاف کر دی گئی۔ ایک جگہ فرمایا:

یہاں تک کہ جب نوبت یہ آگئی

کہ رسول اپنی قوموں سے مایوس

ہو گئے اور لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ

انہیں جھوٹ ڈراوے سنائے گئے تو ان

کو ہماری مدد آ پہنچی پس نجات ملی ان کو

جن کو ہم نے چاہا اور مجرموں سے

ہمارے عذاب کو ٹالا نہیں جاسکا۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا

أَنَّهُمْ قَدْ كَذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا

فَنُجِّى مَنْ نَشَاءُ وَلَمْ يَرُدُّ بَأْسُنَا

عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ.

(یوسف: ۱۱۰)

کہیں کہیں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی مسلسل تکذیب پر اپنے رسول کو ایسے محبت آمیز اسلوب میں تسلی دی ہے جس سے امت کے تیسے رسول کا درد بھی کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

تو شاید تم ان کے پیچھے اپنے آپ

کو مارے غم کے ہلاک کر ڈالو گے اگر

وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسًا

عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا

الْحَدِيثِ أَسَفًا. (الکھف: ۶)



ایک دوسری جگہ فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ .  
شاید تم اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے اس بات پر کہ وہ ایمان لانے والے نہیں بن پارہے ہیں۔

(الشعراء: ۳)

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اہل کفر و شرک کے بکو اس پر صبر کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے حصول صبر کے لئے نماز کے اہتمام کی تاکید فرمائی اور یہ تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تم پر ایسی بخشش ہوگی کہ تم نہال ہو جاؤ گے۔ فرمایا:

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ . (طہ: ۱۳۰)  
تو جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع اور اس کے غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم نہال ہو جاؤ۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا:

وَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ .  
اور تم صبر کرو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ شدنی ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگتے رہو اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح کرتے رہو۔

(المومن: ۵۵)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ  
اور صبر کے ساتھ اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کرو بے شک تم ہماری

رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ  
فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ.  
(الطور: ۴۸، ۴۹)

نگاہوں میں ہو اور اپنے رب کی تسبیح  
کرو اس کی حمد کے ساتھ جس وقت تم  
اٹھتے ہو اور رات میں بھی تم اس کی تسبیح  
کرو اور ستاروں کے پیچھے ہٹنے کے  
وقت بھی۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد کے حالات زندگی پیش  
کر کے اپنے رسول کو تسلی دی ہے کہ دیکھو! داؤد صرف ایک پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ نہایت  
قوت و شوکت کے مالک حکمراں بھی تھے وہ چاہتے تو مخالفین کا منہ اپنی طاقت و قوت سے  
بند کر دیتے لیکن انہوں نے صبر کیا اور قوم کی طرف سے آنے والی ہر مصیبت کو مزید رجوع  
الی اللہ اور اوابیت کا ذریعہ بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفت کا زور آپ سے آپ ٹوٹ گیا۔ فرمایا:

إصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ  
وَإِذْ كُرَّ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ  
أَوَّابٌ.

یہ جو کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور  
ہمارے بندے داؤد کا حال یاد کرو جو  
بڑی قوت والا تھا یقیناً وہ اللہ کی طرف

(ص: ۱۷) بڑا رجوع کرنے والا تھا۔

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی ان لفظوں میں دی کہ تم اپنے  
موقف پر ڈٹے رہو یہ لوگ تمہارا مذاق اڑا کر تمہیں بے صبری پر مجبور کرنے نہ پائیں کہ  
تمہاری ہوا خیزی ہو۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ  
وَلَا يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا  
يُوقِنُونَ.

تو تم صبر کرو۔ بے شک اللہ کا  
وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور یہ یقین نہ  
رکھنے والے تم کو بے وزن نہ بنانے  
پائیں۔ (الروم: ۶۰)

بعض جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یوں تسلی دی ہے کہ اے نبی! تم ان کی حرکتوں پر صبر کرو اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو جس عذاب کی ان کو دھمکی دی جا رہی ہے وہ عذاب ان پر آ کر رہے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں اس عذاب کا کوئی حصہ وجود پذیر ہو جائے ورنہ آخرت میں تو بہر حال ان کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ چنانچہ فرمایا:

پس تم صبر کرو۔ اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا یا تو ہم تم کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں گے جس کی وعید ان کو سنا رہے ہیں یا تم کو وفات دے دیں گے پھر ان کی واپسی تو ہماری طرف ہونی ہی ہے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ

فَمَا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

أَوْ نَتَوَفِّيكَ فَأَلَيْنَا يُرْجَعُونَ.

(المومن: ۷۷)

اور بعض جگہوں پر آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ تم ان کی یا وہ گونیوں پر صبر کا مظاہرہ کرو اور خوبصورتی کے ساتھ انہیں نظر انداز کرو۔ جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تب ہم ان کو ان کے کرتوت کا مزہ چکھائیں گے۔

چنانچہ فرمایا:

اور ان کی بکو اس پر صبر کرو اور

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

خوبصورتی کے ساتھ انہیں نظر انداز

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا .

(المزمل: ۱۰) کرو۔

اور بعض مقامات پر قرآن کی مخالفت کرنے والوں کے رویہ سے دکھی ہونے پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لارہے ہیں بلکہ اسکی مخالفت کر رہے ہیں تو اس پر تمہیں گھبرانے اور رنجیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں ہے جس نے

اس قرآن کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری تم پر ڈالی ہے وہ اس پیغام کو عام کرنے کی راہ خود ہموار کرے گا اور تمہاری اس دعوت کو شاندار انجام سے ہمکنار کرے گا۔ فرمایا:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ  
الْقُرْآنَ لَرَأْدُوكَ إِلَىٰ مَعَادٍ.

بے شک جس نے تم پر قرآن کی  
ذمہ داری ڈالی ہے وہ خود تمہیں ایک

(القصص: ۸۵) اچھے انجام تک پہنچائے گا

اسی طرح بعض جگہوں پر یہ اسلوب اختیار فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین جو تم پر ایمان نہیں لارہے ہیں اس سے تمہیں بہت زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں تمہاری کوئی کوتاہی نہیں ہے بلکہ سارا قصور اس بنجر زمین کا ہے جس پر تم کاشت کر رہے ہو۔ فرمایا:

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ  
فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ  
يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا  
تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ  
حَسْرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا  
يَصْنَعُونَ.

تو کیا جس کی نگاہوں میں اس کا  
برا عمل رچا بسا دیا گیا اور اب وہ اسکو  
اچھا سمجھنے لگا ہے (ایمان لانے والا بن  
سکتا ہے!) دراصل اللہ جس کو چاہتا  
ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے  
ہدایت دیتا ہے تو تم ان کے غم میں اپنے  
آپ کو ہلکان نہ کرو، اللہ ان کاموں  
سے باخبر ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

(الفاطر: ۸)

ہٹ دھرموں کی ہٹ دھرمی اور مسلسل انکار سے رسول کو جو ذہنی کوفت ہوتی  
تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ جو لوگ  
ابلیس کی پیروی کریں گے ہم ان کو ان کے پیر کے ساتھ جہنم میں جھونک دیں گے۔ اب  
ان لوگوں پر ہماری یہ بات صادق آچکی ہے اس لئے ان کی بازگشت کا کوئی امکان نہیں

ہے۔ ہماری یہ بہت پرانی سنت ہے کہ جو لوگ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تنبیہ و انذار کے باوجود اپنے رویہ میں تبدیلی لانے کو تیار نہیں ہوتے ہم ان کے لئے خیر کی تمام راہیں مسدود کر دیتے ہیں اور انہیں اپنی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس حقیقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے یوں کیا:

وَلَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی  
 أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اِنَّا جَعَلْنَا  
 فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَهِيَ اِلَى  
 الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ وَجَعَلْنَا  
 مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ  
 خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا  
 يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ  
 اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَا تَنْذِرْتَهُمْ لَا  
 يُؤْمِنُونَ (یس: ۷-۱۰)

اور ان میں سے بہتوں پر ہماری  
 بات پوری ہو چکی ہے تو وہ ایمان لانے  
 والے نہیں بنیں گے، ہم نے ان کی  
 گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جو  
 ان کی تھوڑیوں تک ہیں پس ان کے سر  
 اٹھے رہ گئے ہیں اور ہم نے ان کے  
 آگے سے بھی ایک روک کھڑی کر دی  
 ہے اور ان کے پیچھے سے بھی ایک  
 روک کھڑی کر دی ہے اس طرح ہم  
 نے ان کو ڈھانک دیا ہے تو اب ان کو  
 کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے ان کے  
 لئے یکساں ہے ان کو ڈرا دیا نہ ڈرا وہ  
 ایمان نہیں لائیں گے۔

کفار و مشرکین نے جب اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے اصنام و آلہ سے ڈرانا شروع  
 کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ کیا ان احمقوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ  
 اپنے محبوب بندہ کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ فرمایا:

کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے اور تم کو ان سے ڈراتے ہیں جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے حالانکہ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَ  
يُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ  
وَمَنْ يَضِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ  
وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ  
أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ.

(الزمر: ۳۶-۳۷)

غلبہ والا اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

اس طرح کے کلمات تسلی قرآن مجید میں جگہ جگہ ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ بھی فرمایا کہ اے نبی! اس طرح کے ناعاقبت اندیشوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو وہ جتنا کھیل تماشا کرنا چاہیں کر لیں ان کے اس رویہ سے بہت زیادہ بدل ہونے کی ضرورت نہیں بالآخر انہیں ہماری بارگاہ میں حاضری دینی ہے پھر خود ہی ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ جو کچھ کر رہے تھے اپنے حق میں اچھا کر رہے تھے یا برا؟

ایک جگہ فرمایا:

تو ان کو چھوڑو یہ بوالفضولی اور  
ہنسی مسخری کر لیں یہاں تک کہ وہ اس  
دن سے دو چار ہوں جس کی ان کو دھمکی  
دی جا رہی ہے۔

فَذَرَّهُمْ يُخَوِّضُوا وَيَلْعَبُوا  
حَتَّىٰ يَلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي  
يُوعَدُونَ. (الزخرف: ۸۳)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

تو تم بھی انتظار کرو وہ بھی انتظار  
ہی کر رہے ہیں۔ ☆☆☆

فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ.  
(الدخان: ۵۹)

## اللہ کا اپنے رسول سے وعدہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول سے کئی طرح کے وعدے کئے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق آپ ﷺ کی دنیوی زندگی سے ہے اور بعض کا اخروی زندگی سے مثلاً: دنیوی زندگی سے متعلق ایک وعدہ یہ تھا کہ تم جس قرآن کے حامل بنائے گئے ہو اسے لوگوں تک پہنچاؤ، تمہارے اس کام میں یقیناً رکاوٹیں ڈالی جائیں گی لیکن یقین رکھو کہ تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچائی جاسکتی۔ فرمایا:

یا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ  
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ  
فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ  
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا  
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ.

(المائدة: ۶۷)  
اے رسول! تمہاری طرف جو چیز تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے اس کو اچھی طرح پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ لوگوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ کافروں کو ہرگز بامراد نہیں کرے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم اپنا کام کرو، ہم تمہاری نگرانی کر رہے ہیں اس لئے کوئی فرد یا جماعت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فرمایا تھا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ  
بِأَعْيُنِنَا . (الطور: ۴۸)

تو صبر کے ساتھ اپنے رب کے فیصلہ کا  
انتظار کرو تم ہماری نگاہوں میں ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ہر طرح سے پورا کیا۔ مثلاً: منافقین نے اللہ کے رسول  
اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر  
منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔

ایک جگہ فرمایا:

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَ  
لَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوا  
بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَ هُمْ بِمَا لَمْ  
يَنَالُوا . (التوبة: ۷۴)

یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ  
ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا  
کلمہ کہا ہے اور اپنے اسلام کے اظہار  
کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے اور انہوں  
نے وہ چاہا جو وہ نہ پاسکے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ تم اپنا فریضہ رسالت ادا کرو، کوئی تمہارا کچھ نہیں  
بگاڑ سکتا، ہم تمہاری طرف سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں، فرمایا تھا:

فَأَصْدَعُ بِمَا تُؤْمَرُونَ  
أَعْرَضَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ إِنَّا  
كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ .  
(الحجر: ۹۳، ۹۵)

تو جو کچھ تمہیں حکم ملا ہے اس کو  
آشکارا طور سے سنا دو اور مشرکوں سے  
اعراض کرو، ہم ان مذاق اڑانے والوں  
سے تمہاری طرف سے نمٹنے کے لئے  
کافی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے وعدے پورے کئے بالآخر وہ مرحلہ آیا کہ اسلام  
عالمی ہو اور باطل نابود۔ قرآن کہتا ہے:



حق آگیا اور باطل نابود ہوا، بے  
شک باطل کو نابود ہونا ہی تھا۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ  
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا.

(بنی اسرائیل: ۸۱)

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ سے سب سے بڑا وعدہ یہ تھا کہ آخرت میں مغفرت اور  
ابدی جنت نصیب ہوگی۔ چنانچہ اللہ نے اپنے رسول اور اس کے ساتھیوں سے وعدہ  
کرتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلٰیكُمْ الَّتِيْ هِيَ اَنْ يَّخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ ذٰلِكُمْ فَضْلُ اللّٰهِ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ  
اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ  
وَ جَنَّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ.  
(آل عمران: ۱۳۶)

یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی  
طرف سے مغفرت اور ایسی جنتیں ہیں  
جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔

اور انشاء اللہ یہ وعدہ بھی پورا ہوگا۔ لیکن چونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اس لئے  
انتظار کرنا ہوگا۔



## اللہ کا رسول سے خطاب

قرآن مجید میں اللہ کے اپنے رسول سے خطاب کی کئی نوعیتیں ہیں کہیں تو اس پہلو سے ہے کہ اے نبی! تم میرا فلاں پیغام لوگوں تک پہنچا دو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ  
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ.  
(آل عمران: ۳۱)

اے نبی! کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو  
دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ  
تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے  
گناہوں کو بخش دے گا۔

یا یہ کہ:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
الْكَافِرِينَ.  
(آل عمران: ۳۲)

اے نبی! کہہ دو کہ اللہ کی  
اطاعت کرو اور رسول کی۔ پس اگر یہ  
اعراض کریں تو یاد رکھیں کہ اللہ کافروں  
کو دوست نہیں رکھتا۔

کہیں مخاطب آپ ﷺ کو بنایا گیا ہے لیکن ہدایت منافقوں کو دی گئی ہے۔ مثلاً:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ  
حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ  
لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنی  
پس نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

نزاعات میں تم ہی کو حکم نہ مانیں  
اور جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے وہ اپنے  
دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سر  
تسلیم خم کر دیں۔

بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ  
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا  
تَسْلِيمًا.

(النساء: ۶۵)

اور کہیں آپ ﷺ کو مخاطب بنایا گیا ہے آپ ﷺ کی تثبیت و تسلی کے لئے جیسا کہ پیچھے

بھی گزر چکا ہے اور اس آیت میں بھی ہے:

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی  
رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ  
نے تو یہ ٹھان ہی لی تھی کہ تمہیں بے راہ  
کر کے ہی رہے گا حالانکہ یہ خود اپنے  
آپ کو بے راہ کر رہے ہیں، تمہارا کچھ  
نہیں بگاڑ رہے ہیں۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ  
وَ رَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ  
يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا  
أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ  
شَيْءٍ.

(النساء: ۱۱۳)

اور کہیں اس پہلو سے مخاطب بنایا گیا کہ تم اپنی ذمہ داری پوری کرو، خدا بے زار لوگوں

کی خواہشات اور ان کے مطالبات پر کان نہ دھرو۔ مثلاً فرمایا:

اور ان کے درمیان فیصلہ کرو اس

فَا حُكْمٌ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ

کے مطابق جو اللہ نے اتارا ہے اور اس

اللَّهِ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ عَمَّا جَاءَكَ

حق سے ہٹ کر جو تمہارے پاس آچکا

مِنَ الْحَقِّ.

ہے ان کی خواہشات پر دھیان نہ دو۔

(المائدة: ۴۸)

اور کہیں اس طرح مخاطب بنایا ہے کہ تم اپنے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں مدد لہنت

سے کام نہ لو ورنہ تمہاری اس محنت کی اللہ کے یہاں کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوگی۔ چنانچہ

فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا  
 أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ  
 تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ.  
 اے رسول! تمہاری طرف جو چیز  
 تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی  
 ہے اس کو اچھی طرح پہنچا دو اور اگر تم  
 نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کے پیغام کو  
 نہیں پہنچایا۔  
 (المائدہ: ۶۷)

اور کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو جذبہ خیر کے تحت حد مطلوب سے آگے گزر  
 جانے پر تنبیہ فرمائی اور فرمایا ہے کہ تمہارا جذبہ خیر ہر چند کہ ہے انتہائی قابل قدر لیکن  
 معیار دعوت کا تقاضا یہ ہے کہ اسے کسی سائل کا سوال بنانے کے بجائے خدائے عزیز و  
 جبار کے فرمان واجب الاذعان کی حیثیت سے پیش کرو۔ مثلاً فرمایا:

وَإِنْ كَانَ كِبَرَ عَلَيْكَ  
 إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ  
 تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا  
 فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ  
 اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا  
 تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ.  
 اور اگر ان کا اعراض تم پر بہت  
 گراں گزر رہا ہے تو اگر تم زمین میں  
 کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ  
 ڈھونڈھ سکو کہ ان کے پاس کوئی نشانی لا  
 دو تو کر دیکھو۔ سنو! اگر اللہ چاہتا تو ان  
 سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا اس لئے تم  
 جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں  
 میں سے نہ بنو۔  
 (الانعام: ۳۵)

یا مثلاً:

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ  
 وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا  
 جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ  
 اور مشرکوں سے اعراض کرو اور  
 اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کر پاتے اور  
 ہم نے تم کو ان پر نگران مقرر نہیں کیا

ہے اور نہ تم ان کے ضامن ہو۔

عَلَيْهِمْ بِوَكَيْلٍ.

(الانعام: ۱۰۶)

اور کہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مسامت پر تنبیہ فرمائی ہے جو بر بنائے کریم  
انفسی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ منافقین کی فریب کاریوں سے واقف ہونے  
کے باوجود جب آنحضرت ﷺ نے ان کے سلسلہ میں چشم پوشی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ  
نے آپ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ

کیوں انہیں اجازت دے دی یہاں

لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ

تک کہ جو راست باز ہیں وہ بھی تم پر

صَدَقُوا وَ تَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ.

ظاہر ہو جاتے اور تم جھوٹوں کو بھی جان

(التوبة: ۴۳)

لیتے۔

بعض مقامات پر آپ ﷺ کو مخاطب بناتے ہوئے فرمایا کہ عزت کے جھوٹے  
دعویداروں کی لاف زنی اور تعالیٰ سے تم ملول خاطر نہ ہو، عزت و سرفرازی اللہ کے لئے  
ہے اس لئے جو اس سے وابستگی اختیار کرے گا عزت اسی کو ملے گی۔ فرمایا:

اور تم کو ان کی بات بتلائے غم نہ

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ

کرے بیشک عزت تمام تر اللہ کے

الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا.

(یونس: ۶۵) لئے ہے۔

کہیں آپ ﷺ کو مخاطب بناتے ہوئے کافروں اور مشرکوں کے تیس نفرت و بے  
زاری کا اظہار کیا ہے اور فرمایا کہ ان ظالموں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ ماننے والے  
نہیں ہیں۔ اس لئے اس جہان رنگ بو سے کچھ دنوں اور متمتع ہو لیں۔ جلد ہی ان کو ان  
کے کئے کی سزا مل جائے گی۔ فرمایا:

ذُرُّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَ  
يُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ.  
ان کو چھوڑ دو یہ کچھ دنوں اور کھا  
پی لیں اور اپنی آرزوں میں مگن رہیں،  
(الحجر: ۳) عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا۔

بعض مقامات پر فرمایا کہ ایذا دینے والوں سے انتقام لینا چاہو تو ان کی ایذا کے  
موافق ان سے انتقام لینے کی اجازت ہے لیکن مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ صبر کرو، یہی بہتر  
ہے۔ فرمایا:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ  
مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ  
خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ.  
اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا لے سکتے ہو  
جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر تم  
صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے  
(النحل: ۱۲۶) بہتر ہے۔

اور بعض جگہوں پر بظاہر خطاب اللہ کے رسول ﷺ سے فرمایا ہے لیکن عتاب کفار و  
مشرکین پر ہوا ہے۔ مثلاً:

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا  
فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ  
فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ  
يَسِيرٌ.  
کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ جانتا  
ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یہ  
ساری چیزیں ایک رجسٹر میں درج ہیں  
بے شک یہ اللہ کے لئے نہایت آسان  
(الحج: ۷۰) ہے۔

خطاب کے اس پہلو پر آگے ایک مستقل بحث آرہی ہے۔  
اس طرح سیکڑوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مختلف اسالیب میں اور  
مختلف پہلوؤں سے خطاب فرمایا ہے۔



## اللہ کا رسول پر عتاب

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے متعدد مقامات پر اس انداز میں خطاب فرمایا ہے جیسے اس کی طرف سے ان پر عتاب ہو رہا ہو۔ چنانچہ ان مقامات پر عام طور سے مفسرین نے لکھا بھی یہی ہے کہ یہاں اللہ کا رسول پر عتاب ہوا ہے۔ مثلاً سورہ انفال میں ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكُونَ لَهُ  
 أُسْرَىٰ حَتَّىٰ يُشِخِنَ فِي الْأَرْضِ  
 تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ  
 الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ لَوْلَا  
 كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ  
 فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ  
 (الانفال: ۶۷، ۶۸)

کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں  
 ہوتا کہ اس کو قیدی ہاتھ آئیں یہاں  
 تک کہ وہ اس کے لئے ملک میں  
 خونریزی برپا کر دے، یہ تم ہو جو دنیا  
 کے سروسامان کے طالب ہو، اللہ تو  
 آخرت چاہتا ہے اور اللہ غلبہ والا،  
 حکمت والا ہے اگر اللہ کا نوشتہ پہلے  
 سے موجود نہ ہوتا تو جو روش تم نے  
 اختیار کی ہے اس کے باعث تم پر ایک  
 عذاب عظیم آدھمکتا۔

ان آیات کی تاویل میں عام طور سے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بالخصوص حضرت ابو بکرؓ پر عتاب ہے۔ عتاب کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں جب اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہؓ سے استصواب کیا تو صحابہؓ کی بڑی اکثریت نے جن میں حضرت ابو بکرؓ سرفہرست ہیں یہ رائے دی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے جب کہ بعض صحابہؓ کی جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل ہیں یہ رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے لیکن چونکہ صحابہؓ کی اکثریت چھوڑ دینے کے حق میں تھی اور خود اللہ کے رسول ﷺ کا رجحان بھی اسی طرف تھا اس لئے انہیں چھوڑ دیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سخت عتاب فرمایا ہے:

دراصل خطاب کی نوعیت کو سمجھنے میں غلطی کرنے سے اسی قسم کی غیر محتاط تاویلیں سامنے آتی ہیں، بعض مفسرین نے اس رائے کی خطرناکی کو محسوس کرتے ہوئے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو تو اس عتاب سے نکال لیا لیکن صحابہ کرام پر عتاب کے وہ بھی قائل ہیں۔ حالانکہ یہاں ان آیات میں خطاب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سرے سے ہے ہی نہیں۔ بے شک ان آیات سے قبل کی آیات میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور ان آیات کے بعد والی میں بھی خطاب آپ ﷺ ہی سے ہے جیسا کہ ”یا یہا انبی“ سے معلوم بھی ہوتا ہے لیکن زیر بحث آیات میں خطاب نبی کے معاندین سے ہے جیسا کہ نبی کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بھی ہے کہ ”ما کان لنبی.... الخ“

زیر بحث ٹکڑے سے پہلے کفار قریش کے اس پرو پگنڈہ کا ذکر ہے کہ اگر جناب رسول اور ان کے ساتھی حق پر ہیں تو یہ ہر سطح پر مغلوب کیوں نظر آ رہے ہیں؟ اور انہوں نے ہی جنگ بدر کی فتح و ہزیمت کو حق و باطل کی کسوٹی قرار دینا شروع کر دیا تھا کیوں کہ



ان کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ مٹھی بھر نہتے مسلمان ہماری دل بادل فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ لیکن جب وہ جنگ بدر میں بری طرح شکست کھا گئے اور اپنے بڑے بڑے سرداروں تک سے ہاتھ دھو بیٹھے تو انہیں اپنی قوم کے مورال کو باقی رکھنے کے لئے ایک دوسرا پروپگنڈا کرنا پڑا کہ بھلا یہ کسی پیغمبر کا کام ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو باہم لڑا دے، ملک میں خونریزی کرے، اپنے بھائیوں کو قیدی بنائے، ان سے فدیہ لے لے، اور ان کا مال لوٹے؟ ان آیات میں ان کے اسی پروپگنڈے کا جواب ہے اور خطاب تمام ترکفار قریش سے ہے۔ انہی کو مخاطب کر کے یہاں فرمایا گیا ہے کہ یہ جو کچھ ہو اس کے اصلی ذمہ دار تم ہو۔ رسول یا اس کے ساتھی نہیں ہیں۔ نبی اور رسول کبھی اس بات کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ وہ قیدی پکڑے، فدیہ وصول کرے، مال غنیمت لوٹے اور زمین میں خونریزی کرے۔ ان چیزوں کے طالب تم ہو نبی نہیں۔ نبی اللہ کا فرستادہ ہے اور اللہ اپنے نبی کے لئے دنیا نہیں آخرت چاہتا ہے۔ سب کچھ کیا تم نے اور اب منہ کی کھانے کے بعد الزام نبی پر لگا رہے ہو۔ یہ تو غنیمت ہے کہ اتنا ہی ہو اور نہ تمہاری شرارت کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم پر کوئی سخت عذاب آجاتا اور زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے یکسر پاک کر دیا جاتا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور اس کے نزدیک ابھی تمہاری مکمل تباہی کا وقت نہیں آیا ہے اس لئے فی الحال صرف یہ کچھ کا لگا کر تمہیں چھوڑ دیا ہے۔

یہاں کسی پہلو سے بھی رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عتاب کا سراغ نہیں ملتا ویسے بھی ”لولا کتاب من اللہ“ کے ذریعہ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر جو عتاب ہوئے ہیں ان کا مصداق رسول اور اسکے ساتھی نہیں ہیں۔ یہ عتاب کا وہ سخت ترین اسلوب ہے جو اہل ایمان کے لئے ان کی کسی اجتہادی غلطی پر استعمال نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب کی آیت ۷۳ کا معاملہ بھی ہے۔ آیت یہ ہے:

اور جب کہ تم اس سے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تم نے بھی انعام کیا یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے اس بات کا کہ تم اس سے ڈرو پس جب زید نے اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا تو ہم نے اس کو تم سے بیاہ دیا کہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی باقی نہ رہے جب وہ ان سے اپنا تعلق کاٹ لیں اور خدا کا فیصلہ شدنی تھا۔

وَ اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي اَنْعَمَ  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ  
اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ  
اللّٰهَ وَ تَخْفَىٰ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ  
مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَ اللّٰهُ  
اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ  
مِّنْهَا وَ طَرًا زَوْجَهَا لَوْ كَانَ  
يَكُوْنُ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ  
اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ  
وَ طَرًا وَّ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا.

اس کے تعلق سے مفسرین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ دل میں جو چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا۔ اسی کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا اور ڈر اس بات کا تھا کہ بعض لوگ اسپر بدگمانی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر لیں یا اپنی گمراہی میں مزید اضافہ نہ کر لیں۔ اللہ کے رسول کے اس ڈر پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر عتاب فرمایا۔

عجیب و غریب بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو جو ڈر تھا وہ تمام تر مصلحت خیر پر مبنی تھا اس میں اسلام کے کسی ضابطہ کو نظر انداز کرنے یا خواہش نفس کی تسکین کا سرے سے

کوئی داعیہ تھا ہی نہیں۔ اس کے باوجود پتہ نہیں کیسے اللہ کے رسول مستحق عتاب ٹھہرے! یہاں زیادہ سے زیادہ اگر کوئی بات کہی جاسکتی ہے تو وہ یہ کہ آپ ﷺ جن مصالح کے پیش نظر حضرت زید کو اقدام طلاق سے منع فرما رہے تھے ان سے بڑی مصلحت اللہ کے پیش نظر تھی جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرما بھی دیا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ لوگوں کی بدگمانی اور مزید گمراہی کے اندیشہ سے اس پر عمل درآمد کرنے میں متامل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی۔ اس تنبیہ کا اسلوب بھی اتنا پیارا ہے کہ اسے کسی طرح بھی عتاب پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح سورہ تحریم آیت: ۱ کے سلسلہ میں بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آنحضرت ﷺ پر اللہ کا عتاب ہوا ہے۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ میں ہوتے تو بعد نماز عصر یا سونے سے پہلے اپنی تمام بیویوں کے یہاں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک زوجہ محترمہ کے یہاں تحفہ میں شہد آیا ہوا تھا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی ضیافت اسی شہد سے کرتی تھیں کیوں کہ آپ ﷺ کو شہد بہت پسند تھا۔ وہاں پائے جانے والے کچھ شہد ایسے ہوتے تھے جن میں مغفیر کا رس بھی ہوتا تھا اور مغفیر کی بوسب کو پسند نہیں ہوتی، آپ ﷺ کی بعض ازواج کو بھی اس کی بوسب نہیں تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شہد میں بھی مغفیر کا رس تھا اس لئے آپ ﷺ کی ان ازواج نے اپنے شوہر سے اس بو کی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ تو آپ ﷺ نے محض اس لئے شہد کو اپنے اوپر مطلق ممنوع قرار دے لیا کہ کیا پتہ کس شہد میں مغفیر کی آمیزش ہو اور اسکی وجہ سے بیویوں کو ناگوار بوجھیلنی پڑے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ نازل فرمائی کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا  
أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ  
أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
اے نبی! تم اپنی بیویوں کی دل  
داری میں اپنے اوپر وہ چیز حرام کیوں  
ٹھہراتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے

(التحریم: ۱) جائز کی ہے اور اللہ بخشنے والا، رحم

فرمانے والا ہے

اس آیت کا مدعا سیدھا سیدھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اے نبی! ان بیویوں کے یہاں جانے سے پہلے شہد کے استعمال سے گریز میں کوئی حرج نہیں جن کو مغایر کی بو پسند نہیں لیکن اسے مطلق اپنے اوپر ممنوع قرار دے لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیوں کہ بعد میں امت شہد سے صرف اس لئے دست کش ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے اسے اپنے اوپر ممنوع قرار دے لیا تھا پس بیویوں کی دل داری میں ایک حلال چیز کو اپنے اوپر ممنوع قرار دے کر امت کے لئے ایک ایسا سوہ چھوڑ جانا کہ حلال بھی حرام سمجھ لیا جائے کسی نبی کے لئے مناسب نہیں ہے، شہد کو اپنے اوپر ممنوع قرار دیتے وقت تمہاری نگاہ اس حکمت پر نہیں پڑی اس لئے اللہ تمہیں معاف کرتا ہے لیکن آئندہ تحلیل و تحریم کے باب میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔

اس محبت آمیز تشبیہ میں عتاب کا کوئی پہلو کہاں سے نکل آیا؟

اور بالکل اسی طرح کا معاملہ سورہ عبس کی ابتدائی آیات کا بھی ہے۔ آیات یہ ہیں:

عَبَسَ وَ تَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَهُ  
الْاَعْمٰی وَا مَا يُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ  
یَزْكٰی اَوْ یَذْكُرُ فَتَنْفَعُهُ الذُّكْرٰی  
اَمَّا مَنْ اِسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدِّیْ  
وَمَا عَلَیْكَ اِلَّا یَزْكٰی وَاَمَّا مَنْ  
جَاءَكَ یَسْعٰی وَا هُوَ یَخْشٰی  
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهٰی كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ  
(عبس: ۱۱.۱)

اس نے تیوری چڑھائی اور منہ  
بسورا کہ اس کے پاس نابینا آیا اور  
تمہیں کیا معلوم شاید وہ اپنی اصلاح  
کرتا یا نصیحت سنتا تو نصیحت اس کو نفع  
پہنچاتی، جو بے پروائی برتا ہے اس کے  
تو تم پیچھے پڑے ہوئے ہو حالانکہ اگر وہ  
اپنی اصلاح نہیں کرتا تو اسکی ذمہ داری  
تم پر نہیں ہے اور جو تمہارے پاس شوق

سے آتا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتا  
 بھی ہے تو تم اس سے بے پروائی برتتے  
 ہو، ہرگز نہیں یہ تو ایک یاد دہانی ہے

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے عام طور سے مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ یہاں نبی کریم ﷺ پر اللہ کا عتاب ہوا ہے یہاں پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ ہے کیا؟ اسی سے بات سمجھ میں آئے گی کہ آیا آنحضرت ﷺ پر اللہ کا عتاب ہوا ہے یا نہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی عہد میں اللہ کے رسول ﷺ قریش کے اعیان و اکابر پر بڑی توجہ صرف کر رہے تھے، آپ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح یہ سرداران قریش اسلام کو سمجھ لیں، اگر اسلام ان کی سمجھ میں آ گیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو جو لوگ ان کے زیر اثر ہیں وہ آپ سے آپ اسلام کی آغوش میں آ جائیں گے۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ قریش کے سرداروں کی ایک مجلس میں ان سے محو گفتگو تھے، انہیں ہر طرح سے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے تھے، ان کا اس موقع پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ جناب! آپ کے قبعین میں مفلس اور فلاش لوگ ہی زیادہ ہیں، اگر ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں تو ان مفلسوں اور فلاشوں کو اپنا ساتھی اور ہم نشین بنانا پڑے گا آپ انہیں دلیل یہ دے رہے تھے کہ یہ ایک فکر ہے، ایک فلسفہ ہے۔ جو لوگ بھی اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں، کتنے ہی اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھنے والوں نے بھی اسلام قبول کیا ہے اس لئے یہ بات درست نہیں کہ یہ محض مفلسوں اور فلاشوں کی جماعت ہے۔ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم آ گئے چونکہ وہ نابینا تھے اس لئے موقع کی نزاکت کا احساس نہیں کر سکے۔ اس موقع پر ان کا آ جانا ان متمر دین کے لئے ایک موقع فراہم کرنا تھا کہ یہ دیکھئے اسی طرح کے لوگ ان کی جماعت میں ہیں۔ اس لئے اس موقع پر ان کی آمد آنحضرت ﷺ کو گراں گزری۔ ادھر

اللہ کے رسول ﷺ متمردين قریش کو سمجھانے اور مطمئن کرنے کے لئے اتنی محنت کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا پڑا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ان کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے اگر وہ ایمان نہ لائے۔ موقع بہت اچھا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تذکیر کے لئے اسے بہتر سمجھا اور نبی کریم ﷺ کو ایک محبت آمیز تشبیہ فرمائی کہ تم ان محروم القسمت لوگوں کی اصلاح کے لئے انہیں بھی نظر انداز کر رہے ہو جو اپنی اصلاح اور تزکیہ کے لئے پریشان اور متفکر ہیں۔ بلاشبہ یہاں اسلوب عتاب ہی کا ہے لیکن عتاب کا رخ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف نہیں بلکہ ان متمردين قریش کی طرف ہے جن پر بالواسطہ عتاب ہو رہا ہے۔ البتہ آپ ﷺ کو تشبیہ ضروری فرمائی جا رہی ہے کہ دیوانی بھیڑ کے پیچھے پورے گلے سے غافل مت ہو جاؤ ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ دیوانی بھیڑ بھی ہاتھ سے چلی جائے اور پورا گلہ منتشر ہو جائے جسے اکٹھا کرنے کے لئے نئے سرے سے پتہ پانی کرنا پڑے۔

یہ چند نمونے مشتمل از خروارے تھے۔ انہیں پر باقی ان تمام آیات کو قیاس کیا جاسکتا ہے جن میں اللہ کے رسول ﷺ پر عتاب تسلیم کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ سے بھی لغزشیں ہوئی ہیں لیکن آپ ﷺ کی لغزشوں کی نوعیت اتنی سنگین نہیں ہے کہ آپ ﷺ پر اللہ کا عتاب ہو۔ ان آیات پر تدبر کی نظر ڈالی جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ ان میں آپ ﷺ کو صرف اس بات پر تشبیہ کی گئی ہے کہ آپ ﷺ محض جذبہ خیر کے تحت حد اعتدال سے تجاوز کر گئے ہیں اور یہ تجاوز بھی محض قوم کی محبت اور رضائے الہی کے حصول کے لئے تھا اس لئے یہ کوئی ایسا جرم نہیں بنتا جس پر عتاب ہو۔ ان تمام مقامات پر آپ ﷺ کو صرف اس لئے تشبیہ کی گئی ہے کہ دعوت دین میں آپ ﷺ اپنے شان و مقام کا لحاظ رکھیں۔ اگر کوئی ایمان نہیں لاتا تو اس کی سزا وہ خود بھگتے گا، آپ ﷺ کو ان کے لئے اپنے اوپر اتنا بوجھ نہیں ڈال لینا چاہئے جتنے کا مکلف اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی نہیں۔ ہمارے علمائے تفسیر کو رسول پر عتاب کی بات کہنے کی جسارت نہیں کرنی چاہئے۔

☆☆☆

## معراج نبوی ﷺ

سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے واقعہ معراج کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ	بہت ہی با عظمت ہے وہ ذات جو
بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	اپنے بندے کو ایک شب لے گئی مسجد
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي	حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد
بُرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ	ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اس کو ہم اپنی
هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ.	کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سمیع
	و بصیر ہے۔

اس بات پر تمام علماء و مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں اللہ کے رسول کے جس سفر کا ذکر ہے اس سے مراد معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معراج کی غایت یہ بتائی ہے کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے رسول کو کچھ ایسے آثار اور انوار و برکات کا مشاہدہ کرائیں جن سے یہ دونوں ہی مقدس گھر معمور ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ معراج جسمانی ہوئی یا روحانی تو قطع نظر اس سے کہ اس سلسلہ میں حضرات صحابہ اور علماء کے درمیان کیا اختلاف ہے؟ میں صرف قرآن کے الفاظ پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

سب سے پہلی قابل لحاظ چیز تو یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ ہیں ”اسریٰ بعبدہ لیلًا“ ”اسراء“ کے معنی شب میں سفر کرنے کے ہوتے ہیں لیکن جب اس کا صلہ ”ب“ آجاتا ہے تو فعل ”اسریٰ“ متعدی ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے رات میں کسی کو سفر کرانا۔ اگر اللہ کے رسول کی معراج محض روحانی یعنی بصورت خواب ہوئی تو ان الفاظ سے تصویر حال ناموزوں نظر آ رہی ہے۔

دوسری قابل لحاظ چیز یہ ہے کہ خود اسی سورہ میں آگے آیت ۶۰ میں اس کے لئے ”الرؤیا“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ جس طرح خواب کے لئے آتا ہے اسی طرح مشاہدہ کے لئے بھی آتا ہے اس لئے اس لفظ کا وہی معنی مراد لینا مناسب ہوگا جو ”اسریٰ“ سے مناسبت رکھتا ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن کے الفاظ خود اس باب میں رہنمائی فراہم کر دیتے ہیں کہ یہ معراج روحانی نہیں بلکہ باقاعدہ جسمانی ہوئی۔ قرآن مجید میں ”رأی“ اور ”اراءة“ بیشتر مقامات پر اسی معنی میں استعمال ہوئے ہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ لفظ ”رؤیا“ کا استعمال قرآن مجید میں جہاں بھی ہوا ہے خواب ہی کے معنی میں ہوا ہے لیکن اس سے کوئی فرق اس لئے نہیں پڑتا کہ جن چند مقامات پر اس لفظ کا استعمال ہوا ہے چونکہ وہ خواب ہی کے سیاق میں ہیں اس لئے ان مقامات پر کوئی دوسرا معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ لیکن آگے آیت ۶۰ میں جو ”رؤیا“ آیا ہے وہ اسی معراج والی ”رؤیا“ کے لئے آیا ہے اور یہاں قرینہ دلیل ہے کہ اس سے مراد خواب نہیں بلکہ مشاہدہ ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات تقریباً واضح ہے کہ ان لوگوں کی رائے زیادہ صحیح ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ ویسے بھی واقعہ معراج ایک غیر معمولی واقعہ اسی صورت میں بنتا ہے جب معراج جسمانی ہوئی ہو۔





## آنحضرت ﷺ کی ہجرت اور مہاجرین کا مرتبہ و مقام

جب مکہ میں حضرت محمد ﷺ کی دعوت کے نتیجہ میں معاشرہ کی ہر سطح کے لوگوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیا تو کفار و مشرکین کو مکہ میں اپنے پاؤں تلے سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی اس لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت میں اتنی شدت پیدا کر دی کہ نہ صرف یہ کہ عام مسلمانوں کی بلکہ خود اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی خطرے میں پڑ گئی اور بہت حد تک مکہ میں دعوت کا کام بھی رُک گیا تھا۔ ساری قوت مسلمانوں کی اسلام کے تحفظ اور اپنی جانوں کے دفاع پر صرف ہونے لگی تھی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا اور جب اللہ کے رسول اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کر گئے تو مسلمانوں کے اندر اس احساس کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا تھا کہ مکہ کے ان زور آوروں کا زور توڑنا کسی کے لئے بھی ممکن نہیں۔ اور یہ احساس مسلمانوں کے لئے کوئی نیک فال نہ تھا اس لئے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اور اس کے ساتھیوں کی تسلی کے لئے کچھ ہدایات نازل فرمائے چنانچہ اس نے اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَكَايِنُ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو قوت

میں تمہاری اس بستی سے کہیں بڑھ

قُوَّةٌ مِنْ قَرْيَتِكَ

الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكُنَا  
چڑھ کر تھیں جس نے تم کو نکالا ہم  
هُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ  
نے ان کو ہلاک کر چھوڑا تو کوئی ان کی

(محمد: ۱۳) مدد کرنے والا نہ بن سکا۔

یہ آیت جہاں اللہ کے رسول ﷺ کی ہجرت کی جانب واضح اشارہ کر رہی ہے وہیں یہ بھی بتا رہی ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ مکہ کے اہل کفر و شرک اتنے زور آور ہیں کہ ان کو مغلوب کرنا ممکن نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابھی انہیں مہلت دینا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو وہاں پہنچا دینا چاہتا ہے جہاں دعوت کے امکانات مکہ کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ اللہ کے رسول اور ان کے قریبی رفقاء کے ہجرت کر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیگر اہل ایمان کو بھی مدینہ ہجرت کر جانے کی ترغیب دی تا کہ مسلمان وہاں اکٹھا ہو کر ایک مضبوط قوت بن سکیں۔ چنانچہ اس نے فرمایا

وَالَّذِينَ هَا جَرُّوا فِي اللَّهِ  
اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں  
مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَلُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي  
ہجرت کی بعد اس کے کہ ان لوگوں پر  
الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ  
ظلم ڈھائے گئے ہم ان کو دنیا میں بھی  
أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ  
اچھی طرح متمکن کریں گے اور آخرت  
(النحل: ۴۱) کا اجر تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے ہی

کاش وہ اس حقیقت کو جانیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ پہلے ہجرت کر گئے ہیں انہیں بھی، جنہوں نے بعد میں ہجرت کی ہے انہیں بھی اور جنہوں نے مہاجرین کو انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں مدد بہم پہنچائی ہے انہیں بھی ہم اپنی عنایات بیکراں سے نوازیں گے۔ اس حوالہ سے پہلے تو انہیں یہ خوش خبری دی کہ چوں کہ انہوں نے ہماری رضا کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے اس لئے ہم بھی ان سے راضی ہو گئے۔ اب دنیا میں بھی ان کے حالات جلد ہی بدل جائیں گے

اور آخرت میں بھی انہیں ابدی راحت والی جنت عطا کریں گے، فرمایا:

وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ  
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
رُخَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ .

اور مہاجرین و انصار میں سے سب  
سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ  
جنہوں نے خوبی کے ساتھ ان کی پیروی  
کی اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اس سے  
راضی ہوئے اور اس نے ان کے لئے  
ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے  
نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ

رہیں گے اور بڑی کامیابی یہی ہے۔ (التوبة: ۱۰۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والوں اور اس راہ میں استقامت کا مظاہرہ  
کرنے والوں کی لغزشوں سے صرف نظر کرنے کا اعلان فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ  
هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ  
جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ  
بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ .

پھر تمہارا رب ان لوگوں کے لئے  
جنہوں نے آزمائشوں میں ڈالے جا  
نے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثاب  
ت قدمی دکھائی تو ان باتوں کے بعد  
بے شک تمہارا رب بڑا ہی بخشنے والا  
ہے رحم فرمانے والا ہے۔

(النحل: ۱۱۰)

دوسری جگہ فرمایا

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ  
جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ  
يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی  
اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ ہیں  
جو اللہ کی رحمت کے متوقع ہیں اور اللہ بڑا

رَحِيمٌ (البقرة: ۲۱۸) بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے گناہوں کی معافی کے اعلان کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ میرے پاس سے ملنے والا اجر ہے اور میرے اجر سے اچھا اجر کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔  
فرمایا

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا  
وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي  
سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ  
عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ  
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
رُتَبًا بِمَا مَنَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ  
حُسْنُ الثَّوَابِ.

تو جنہوں نے ہجرت کی اور جو  
اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور  
میری راہ میں ستائے گئے لڑے اور  
مارے گئے، میں ان سے ان کے  
گناہوں کو دور کر دوں گا اور ان کو ایسی  
جنتوں میں داخل کروں گا جن کے  
نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اللہ کے  
پاس سے ان کا بدلہ ہو گا اور بہترین  
بدلہ تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

(آل عمران: ۱۹۵)

بعض جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مہاجرین و مجاہدین کا درجہ سب سے اونچا ہے اور جن کو ہجرت و جہاد کی سعادت ملے اصل کامیاب وہی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَ  
جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ  
وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ.

جو ایمان لائے اور جنہوں نے  
ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں  
اپنے جان و مال سے جہاد کیا ان کا درجہ  
اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔ اور یہی  
لوگ فائز المرام ہیں۔

(التوبة: ۲۰)

اور جو لوگ ہجرت اور جہاد سے جان چراتے ہیں اور دعوائے ایمان کے باوجود اللہ کی راہ میں جان و مال اور وطن کی قربانی دینے کو تیار نہیں ہیں اللہ کے نزدیک وہ مومن نہیں ہیں ان کا دعوائے ایمان جھوٹا ہے۔ ابھی زندگی کی آسائشوں میں انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے لیکن اس زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ان کی فضیحت شروع ہو جائے گی اور بالآخر انہیں ہمیشہ نار جہنم میں جلنا پڑے گا البتہ جو لوگ خواہش اور کوشش کے باوجود ہجرت و جہاد کا فریضہ ادا نہ کر سکیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو عند اللہ معذور سمجھا جائے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور جو لوگ ہجرت و جہاد کریں گے اور اسی حال میں انہیں موت آجائے گی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہترین اجر کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے قرآن مجید میں اس طرح کی متعدد آیات ہیں یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ سورہ نساء میں ہے۔

بے شک جن لوگوں کی جان فرشتے اس حال میں قبض کریں گے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ہوں گے وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کس حال میں پڑے رہے وہ جواب دیں گے ہم تو اس سر زمین میں بالکل بے بس تھے وہ کہیں گے کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنا برا ٹھکانہ ہے البتہ وہ بے بس مرد عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کر

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ  
الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا:  
فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا: كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ  
فِي الْأَرْضِ قَالُوا: أَلَمْ تَكُنْ  
أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا  
قَالُوا لَيْكَ مَاوَأَهُمْ جَهَنَّمُ وَ  
مَسَاءَتْ مَصِيرًا  
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ  
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَا يَسْتَطِيعُونَ  
جِيلًا وَلَا يَهْتَلُونَ سَبِيلًا  
قَالُوا لَكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفُورَ

سکتے اور نہ کوئی راہ پارہے ہیں  
توقع ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے  
گا بے شک اللہ معاف کرنے والا،  
معفرت فرمانے والا ہے اور جو اللہ  
کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین  
میں بڑے ٹھکانے پائے گا اور اسے  
بڑی وسعت ملے گی اور جو اپنے گھر  
سے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف  
ہجرت کر کے نکلے گا پھر اس کو موت  
آجائے گی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ  
لازم ہو گیا اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے  
والا ہے۔

عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا غَفُورًا  
وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ  
فِي الْأَرْضِ مُرَافًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَ  
مَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مَهَاجِرًا إِلَى  
اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ  
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ  
غَفُورًا رَحِيمًا.

(النساء: ۹۷، ۱۰۰)

اور سورہ انفال میں ہے

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور  
جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ  
میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور  
باہم دگر ایک دوسرے کے ولی ہیں  
جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی یہی لوگ  
رہے وہ لوگ جو ایمان لائے لیکن  
انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارا ان  
سے کوئی رشتہ ولایت نہیں ہے تا آن

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ  
هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
آوُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ  
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ  
يُهَاجِرُوا مَالَكُمْ مِنْ وَلَا يَتِهِمْ مِنْ  
شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنْ  
اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ

کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ  
دین کے معاملہ میں تم سے مدد طلب  
کریں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے الا  
آں کہ یہ مدد کسی ایسی قوم کے مقابل  
میں ہو جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے  
اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا  
ہے، اور جنہوں نے کفر کیا آپس میں وہ  
ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہیں  
تو اگر تم یہ نہ کرو گے تو ملک میں بڑا ظلم  
و فساد ہوگا اور جو لوگ ایمان لائے اور  
جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ  
میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور  
مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے  
لئے مغفرت اور باعزت روزی ہے  
اور جو اس کے بعد ایمان لائیں اور  
ہجرت کریں اور تمہارے ساتھ جہاد  
میں شریک ہوں تو یہی لوگ تمہارے  
اندر کے ہیں۔

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ  
وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
بَصِيرٌ، وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ  
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ  
فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ  
آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا  
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ  
مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا  
مِنْ بَعْدِهِمْ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا  
مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ.

(الانفال: ۷۲-۷۵)



## ازواجِ نبی ﷺ

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی بیویوں کا ذکر دو پہلوؤں سے ہوا ہے  
 ایک پہلو تو یہ ہے کہ عام اہل ایمان سے ان کا کیا رشتہ ہے؟  
 دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ان کے رشتہ کی نوعیت کیا ہے؟  
 عام اہل ایمان سے ان کا رشتہ دو طرح کا ہے  
 ۱۔ ایک یہ کہ وہ ان کی مائیں ہیں۔ قرآن کہتا ہے

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
 مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ.  
 (الاحزاب: ۶)  
 نبی کا حق مومنوں پر ان کی اپنی  
 ذات سے زیادہ ہے اور ان کی بیویاں  
 امت کی مائیں ہیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ وہ تمام مومن خواتین کے لئے اسوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
 يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ  
 النِّسَاءِ. (الاحزاب: ۳۲)  
 اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی  
 مانند نہیں ہو۔

اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے رشتہ کی نوعیت یہ ہے کہ چوں کہ وہ نبی کی بیویاں  
 ہیں اس لئے انہیں ایسی زندگی گزارنی چاہئے جو ازواجِ نبی کے شایانِ شان ہو۔ ان کے  
 شایانِ شان جو کردار ہے اس کی تفصیل قرآن نے یوں بیان کی ہے:



(الف) وہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھاٹ سے اجتناب کریں۔ قرآن کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَا زُوجِكُمْ إِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمْتَعُنَّ وَأَسْرَحُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا.  
(الاحزاب: ۲۸)

(ب) وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کریں اور آخرت کی فکر کریں۔ قرآن کہتا ہے:

وَإِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا.  
(الاحزاب: ۲۹)

(ج) ان کے مرتبہ کے لحاظ ہی سے ان کی سزا اور اسی کے شایان شان جزا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنِ يَا تُبَاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا.  
(الاحزاب: ۳۰)

اور آگے ہے:

وَمَنْ يُقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ،

اور جو تم میں سے اللہ اور اللہ کے رسول کی فرماں بردار بنی رہے گی اور عمل صالح کرتی رہے گی تو ہم اس کو دو ہراجر دیں گے،

وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا. اور ہم نے اس کے لئے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب: ۳۱)

(د) وہ گفتگو میں نہ ایسی لچک رکھیں جو فتنہ کو دعوت دے اور نہ ایسی خشونت پیدا کریں جو معروف کے خلاف ہو کیوں کہ دونوں صورتوں میں ماں کے درجہ کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ لَهُ قَوْلًا مَّعْرُوفًا. (الاحزاب: ۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم لہجہ میں نرمی نہ دکھاؤ کہ جس کے دل میں کوئی بیماری ہے وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے البتہ بات معروف کے مطابق کہو۔

(ہ) وہ درون خانہ کو اپنا دائرہ کار سمجھیں۔ فرمایا:

رَقْرَنَ فِي بُيُوتِكُنَّ. (الاحزاب: ۳۳)

اور اپنے گھروں کو لازم پکڑو۔

(و) گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں آرائش سے احتراز کریں۔ ارشاد ہوا

وَلَا تَبْرَجْنَ جُنَّ تَبْرُجِ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى. (الاحزاب: ۳۳)

اور سابقہ جاہلیت کے سے انداز اختیار نہ کرو۔

(ز) عبادات کا اہتمام کریں۔ فرمایا:

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ. (الاحزاب: ۳۳)

اور نماز کا اہتمام کرو اور زکاۃ دیتی رہو

(ح) اللہ کا جو پیغام رسول کے ذریعہ ان کو ملا ہے اس کی دوسری عورتوں میں تبلیغ و تذکیر کریں۔ فرمایا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي  
بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ  
وَالْحِكْمَةِ. (الاحزاب: ۳۴)

اور تمہارے گھروں میں اللہ کی  
آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس  
کی تذکیر کرو۔

(ط) وہ رسول پر بحیثیت بیوی ایسا دباؤ نہ ڈالیں اور نہ ایسی حرکتیں کریں جن سے  
رسول کا وقار مجروح ہو۔ اسی طرح رسول کو بھی یہ ہدایت ہوئی ہے کہ وہ بحیثیت شوہران کا  
پورا پورا خیال رکھیں، نہ محبت میں بہت آگے چلے جائیں اور نہ نفرت ہی میں حدود سے تجاوز  
وز کریں۔ اس پہلو سے سورہ طلاق اور سورہ تحریم کا مطالعہ مفید ہوگا۔



## فریضہ شہادتِ حق

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دینِ حق کی شاہراہ پر گامزن کیا تھا اور اس کی شہادت کی ذمہ داری بھی ان پر ڈالی تھی تاکہ سارے انسانوں کو اس کے ذریعہ منزلِ مقصود تک پہنچنے میں سہولت ہو پھر آپ ﷺ کی دعوت و شہادت کے ذریعہ جو لوگ بھی اس شاہراہ پر آجائیں ان کو بھی اس بات کا مکلف بنایا کہ وہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس دینِ حق کی شہادت دیں۔ چنانچہ فرمایا:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً  
وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى  
النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ  
شَهِيدًا.

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک  
معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر  
دینِ حق کی گواہی دینے والے بنو اور  
رسول تم پر اس کی گواہی دینے والا

(البقرة: ۱۴۳) بنے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو اور آپ ﷺ کی جدوجہد کے نتیجہ میں جو امت برپا ہوئی ہے اس کو بھی شہادتِ حق کی ادائیگی کی تلقین فرمائی اور یہ بھی وضاحت فرمائی کہ نہ یہ کوئی ایسا مشکل کام ہے جس کی طاقت تمہارے اندر نہیں ہے اور نہ یہ کوئی ایسا فریضہ ہے جو پہلی بار تم پر ہی عائد ہوا ہے بلکہ یہ وہی کام ہے جو

تمہارے باپ ابراہیمؑ انجام دے چکے ہیں اور خود انہی نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ نسل اسماعیل میں ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرما جو دین حق کی گواہی دے اور اس کے ذریعہ ایک ایسی امت برپا کر جو اس فریضہ کی ادائیگی کرے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرو

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ

جیسا کہ اس کا حق ہے اسی نے تم کو چنا

جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ

ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی

عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اٰ

نہیں رکھی ہے تمہارے باپ ابراہیمؑ کی

بِكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّا تُمْ

ملت کو تمہارے لئے پسند فرمایا۔ اسی

الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا

نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلم رکھا اور

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيدًا عَلَیْكُمْ

اس قرآن میں بھی تمہارا نام مسلم ہی

وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلٰی النَّاسِ

ہے تا کہ رسول تم پر اللہ کے دین کی

(الحج: ۷۸)

گواہی دے اور تم دوسرے لوگوں پر

اس کی گواہی دو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ ہم نے جس طرح محمد ﷺ کو شاہد دین بنا

کر بھیجا ہے اسی طرح تمام پیغمبروں کو شاہد دین حق بنا کر بھیجا تھا جیسا کہ فرمایا:

بے شک ہم نے تمہاری طرف

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ

ایک رسول تم پر دین حق کی گواہی دینے

رَسُوْلًا شَهِيدًا عَلَیْكُمْ كَمَا

وال بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے

اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا

فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

(المزمل: ۱۵)

اور متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے خود حضرت محمد ﷺ کو ان کی یہ حیثیت یاد دلائی ہے۔

مثلاً: ایک جگہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا.  
اے نبی! بے شک ہم نے تم کو  
شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

(الاحزاب: ۴۵)

اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو شاہد حق اور اس کی امت کو امتِ دعوت بنایا ہے۔ اب یہ تو  
لوگوں کی شومی قسمت ہے کہ رسول کی حیثیت کو پہچان نہیں پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا کہ یہ منکرین ابھی تو اپنے رسول کو نہیں پہچان رہے ہیں لیکن قیامت کے روز اچھی  
طرح پہچانیں گے لیکن اس وقت پہچاننے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فرمایا:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ  
شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا  
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ .  
اور یاد کرو اس دن کو جس دن ہم  
ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں  
گے پھر جن لوگوں نے کفر کیا نہ ان کو  
عذر کرنے کی اجازت دی جائے گی اور  
نہ ان سے یہ فرمائش ہوگی کہ وہ اللہ کو  
راضی کریں۔

(النحل: ۸۴)

اور بعض جگہوں پر اپنے رسول سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر  
آج یہ تمہاری حیثیت کو نہیں پہچان پارہے ہیں تو گھبراؤ مت قیامت کے روز جب ہم ہر  
امت سے گواہ اٹھائیں گے تو تمہیں بھی تمہاری امت کے گواہ کی حیثیت سے سامنے لا  
کھڑا کریں گے پھر دیکھنا کہ اس وقت ان سے کیا جواب بن پڑتا ہے؟ فرمایا:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ  
شَهِيدًا : لِيَهْمَ مَنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا  
بِكِ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ .  
اور یاد کرو جس دن ہم ہر امت  
سے ایک گواہ ان پر انہی میں سے  
اٹھائیں گے اور تم کو ان لوگوں پر گواہ بنا  
کر لائیں گے۔

(النحل: ۸۹)

ایک دوسری جگہ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ  
أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ  
هَؤُلَاءِ شَهِيدًا.  
(النساء: ۴۱)

تو اس دن ان کا کیا حال ہوگا  
جب ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا  
کریں گے اور تم کو ان لوگوں پر گواہ بنا  
کر لاکھڑا کریں گے۔

پھر اس دن رسول کے ان ناقدوں کی جو کیفیت ہوگی قرآن نے اس کا ذکر اس

طرح کیا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا  
وَءَاوَىٰ إِلَىٰ الرُّسُلِ أَنْ يُقَالُوا  
لَا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ حَدِيثًا.  
(النساء: ۴۲)

اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا  
اور جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی، تمنا  
کریں گے کہ کاش ان کے سمیت زمین  
پر ابر کر دی جاتی (لیکن ظاہر ہے کہ ایسا  
نہیں ہوگا) اور اس دن وہ اللہ سے کوئی  
بات چھپا نہیں سکیں گے۔

یہاں تک سیرت رسول کے ماخذ کی حیثیت سے قرآن مجید کی جن آیتوں کو پیش کیا  
گیا ہے ان کا تعلق زیادہ تر آپ کے ذاتی تعارف اور مقام رسالت و نبوت سے تھا۔ اب  
آگے اس کا دوسرا حصہ ہے جس میں آپ ﷺ کی دعوت، ارکان دعوت اور مراحل  
دعوت کے تعلق سے گفتگو کی جائے گی۔



باب دوم



اس حصہ میں جن گوشوں سے بحث کی جا رہی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں

- ☆ دعوت
- ☆ ارکان دعوت
- ☆ توحید
- ☆ الوہیت، ربوبیت
- ☆ شریعت الہی کی پابندی
- ☆ اقامت دین
- ☆ تین اوامر
- ☆ عدل، احسان، ایتائے ذی القربیٰ
- ☆ تین منہیات
- ☆ فحشاء، منکر، بخی
- ☆ ملی اتحاد
- ☆ اطاعت رسول
- ☆ دعوت کے تدریجی مراحل

## دعوت

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے ان تمام کا بنیادی مقصد بعثت امت کی تعلیم و اصلاح رہا ہے اسی لئے ان کی دعوت میں ایک معلم کی شفقت اور ایک داعی کی دل سوزی و غمگساری بہت واضح طور سے نظر آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ہدایت بھی اسی کی ہوئی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْنَا لَعَلَّهُ  
يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ.  
پس تم دونوں اسے نرمی کے  
ساتھ دعوت دینا شاید وہ یاد دہانی  
حاصل کرے یا ڈرے۔ (طہ: ۴۴)

جب دعوت کا لہجہ نرم اور ہمدردانہ ہوتا ہے تو مدعو کے اندر تذکر کا داعیہ پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور تذکر ہی کے راستہ سے خشیت الہی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اب اگر مدعو کے اندر خشیت پیدا ہو جائے تو آپ سے آپ وہ نیکیوں کے لئے تیار اور برائیوں سے دست بردار ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص اس لہجہ اور ہمدردی کی قدر نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سنگدل اور ہٹ دھرم ہے۔ مدعو کی سنگ دلی اور ہٹ دھرمی کا نقصان داعی کو نہیں ہوتا بلکہ اس کا نقصان خود مدعو ہی اٹھاتا ہے اس لئے داعی کو لہجہ اور ہمدردی

ہی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم رسول کی دعوت قبول کرو گے تو راہ یاب ہو گے ورنہ خود ہی بھٹکتے رہو گے، کسی کا کیا بگاڑو گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا  
الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا  
حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ  
تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى  
الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.

(النور: ۵۴)

اے نبی! ان سے کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اگر تم اعراض کرو گے تو یاد رکھو کہ رسول پر صرف وہ ذمہ داری ہے جو اس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ ذمہ داری ہے جو تم پر ڈالی گئی ہے اب اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو راہ یاب ہو گے اور رسول پر فقط واضح طور سے پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

نبی کی بعثت درحقیقت مدعو قوم کے لئے ایک رحمت ہوتی ہے کیوں کہ وہ قیادت کی راہ ہموار کرنے کے لئے نہیں بلکہ قوم کی تعلیم و اصلاح کے لئے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ  
لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا آتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن  
قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ.

(القصص: ۴۶)

لیکن تم اپنے رب کی طرف سے رحمت کے طور پر بھیجے گئے ہو کہ ایک ایسی قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تا کہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔

رسول کی دعوت حقیقی زندگی کی دعوت ہوتی ہے، اسی دعوت سے انسان کو نور بصیرت

حاصل ہوتا ہے اور جو اس کو قبول کر لیتا ہے اس کا دل آئینہ تجلیاتِ یزدانی اور مصدرِ انوارِ الہی بن جاتا ہے اور جس کا دل آئینہ تجلیاتِ یزدانی اور مصدرِ انوارِ الہی ہو جائے اسے حیاتِ جاوداں حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اس دنیا میں بھی عزت و وقار کی زندگی گزارتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اپنی طہارتِ قلب، فکرِ سلیم اور عملِ صالح کی وجہ سے زندہ ہی رہتا ہے۔ دنیا سے یاد کرتی ہے اور اس کی زندگی کو اپنے لئے اسوہ بناتی ہے اور جب وہ آخرت میں بارگاہِ خداوندی میں حاضری دیگا تو اپنے حسنِ انجام سے بہت خوش اور مگن ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَا  
كُم لِمَا يُحْيِيكُمْ  
اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی  
دعوت پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں  
اس چیز کی دعوت دے رہا ہے جو تمہیں  
(الانفال: ۲۴) زندگی بخشنے والی ہے۔

غور کیجئے: اندھیری رات کے دو مسافر ہیں جن میں سے ایک کے پاس روشنی ہے اور دوسرا روشنی سے محروم ہے۔ کیا دونوں کا سفر یکساں ہوگا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ جس کے پاس روشنی ہے وہ تو نشیب و فراز اور عقبات و مہلکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اس لئے اگر وہ جان بوجھ کر اپنی زندگی کا خاتمہ نہ کر لے تو اس کے لئے راستہ طے کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے لیکن جو روشنی سے محروم ہے اور اسے اس اندھیری رات میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے وہ اندازے سے ہی آگے بڑھے گا۔ اگر راستہ میں عقبات و مہلکات ہیں تو ان میں اس کے گرنے کا خطرہ ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تاریکی موت کا پیش خیمہ ہے اور روشنی زندگی کی ضمانت ہے۔ کفر بھی تاریکی ہے، اوہام و ظنون اور خواہشات و بدعات کی تاریکی۔ جب کہ اسلام نور ہے، صراطِ مستقیم کا نور۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کفر کی تاریکی کو موت اور نورِ اسلام کو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ فرمایا:

کیا وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک روشنی عطا کر دی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہے اس کے مانند ہوگا جو تاریکیوں میں پڑا ہوا ہے، ان سے نکلنے والا نہیں؟ اسی طرح کافروں کی نظر میں ان کے اعمال مزین کر دئے گئے ہیں۔

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ  
وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي  
النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ  
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا، كَذَلِكَ زُيِّنَ  
لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ.  
(الانعام: ۱۲۲)

رسول کی دعوت چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ڈالی گئی ایک ذمہ داری ہوتی ہے، اسلئے اسکی کامیابی کے امکانات بہت روشن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اسکے لئے اسباب و وسائل مہیا کرتا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ مکہ کی زمین شور میں بھی اللہ تعالیٰ نے روئیدگی کی صلاحیت پیدا کی اور انتہائی ناسازگار حالات میں بھی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ یوں کفر کی دنیا دن بدن سمٹتی چلی گئی اور اسلام کی فضا وسیع تر ہوتی گئی۔ اسی صورت حال کی تعبیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کیا وہ یہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم سرزمین (مکہ) کی طرف بڑھ رہے ہیں اس کو اس کے اطراف سے کم کرتے ہوئے؟ فیصلہ اللہ کرتا ہے اور کوئی اس کے فیصلہ کو ٹالنے والا نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي  
الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا  
وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ  
وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ.  
(الرعد: ۴۱)

دعوت کے سلسلہ میں رسول کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ لوگوں کو بتادے کہ ہم جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں وہ بالکل حق ہے اور ہم پر دعوت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہی ڈالی ہے، ہم اسی کی ڈالی گئی ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں جو لوگ اس کو قبول کریں گے ان کو آخرت میں کامیابی کی بشارت دیتے ہیں اور جو لوگ اس سے اعراض کریں گے ان کو انجام بد سے آگاہ کرتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ  
نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ  
نَذِيرًا۔  
اور ہم نے اس کو حق کے ساتھ  
اتارا ہے اور یہ حق ہی کے ساتھ  
اترا ہے۔ اور اے نبی! ہم نے تم کو  
(بنی اسرائیل: ۱۰۵) صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

رسول پر دعوت کی یہ ذمہ داری چونکہ اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے اس لئے اس نے اس کی کامیابی کی ضمانت بھی فراہم کی ہے۔ اس کی یہ بڑی معروف سنت ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ پر جب کوئی ذمہ داری ڈالتا ہے اور وہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے پوری طرح آمادہ اور تیار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں اس کی مدد فرماتا ہے اور اگر اس کے اندر اس ذمہ دارانہ منصب کے حصول کی کوئی تمنا نہ ہو بلکہ صرف تعمیل حکم میں وہ اسے اٹھا رہا ہو اور اسکے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہو تب تو نصرت الہی قطعی اور یقینی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر سے فرمایا:

إِنَّ الْبَدِيَّ فَرَضَ عَلَيْكَ  
الْقُرْآنَ لَرَأْدِكَ إِلَىٰ مَعَادٍ۔  
بے شک جس نے تم پر قرآن کی  
ذمہ داری ڈالی ہے وہ تمہیں ایک اچھے  
(القصص: ۸۵) انجام تک پہنچا کے رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ  
الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ فَلَا  
تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ.  
(القصص: ۸۶)

اور تم تو اس کے آرزو مند تھے  
نہیں کہ تم پر کتاب اتاری جائے اور یہ  
تو تم پر تمہارے رب کا فضل ہے چنانچہ  
تم کافروں کے پشت پناہ نہ بنو۔

اس نے اپنی اسی سنت کے مطابق دعوت دین میں وہ تاثیر اور کشش عطا فرمائی کہ  
لوگ ایک تسلسل کے ساتھ اسلام میں داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کفر کا دائرہ سمٹ رہا  
ہے اور اسلام کا دائرہ اثر فزوں تر ہے جس کا ذکر سورہ رعد کی اس آیت میں بھی ہے جو  
پیچھے نقل کی گئی ہے۔

رسول کی دعوت بے لوٹ ہوتی ہے، وہ اپنی اس خدمت پر کسی سے اجر کا طالب نہیں  
ہوتا اور نہ معاشی مشکلات سے گھبراتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ رزق کا معاملہ اللہ کے  
ہاتھ میں ہے، وہ جسے رزق دینا چاہے وہ معاشی ناکہ بندیوں کے باوجود بھوکا نہیں مر  
سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسکے لئے رزق کی ایسی راہیں کھول دے گا جن کی طرف لوگوں کا ذہن  
بھی نہیں جاتا۔ وہ بڑی محکم قوت و تدبیر کا مالک ہے۔

رسول اپنی دعوت کے تمام مراحل میں نہایت واضح لفظوں میں یہ اعلان کرتا ہے کہ:

مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَ  
مَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ  
الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ.

نہ میں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ  
رزق کا سامان کریں اور نہ یہ چاہتا ہوں  
کہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی

(الذاریات: ۵۷، ۵۸)

روزی رساں، زور آور اور قوت والا ہے۔

رسول اس قدر بے لوٹ اور بے نیاز کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس سے

فرما دیا ہے:

لا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ  
نَرْزُقُكَ.  
(طہ: ۱۳۲)

ہم تم سے رزق کا مطالبہ نہیں  
کرتے بلکہ ہم خود ہی تم کو رزق فراہم  
کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنِيَ إِلَىٰ مَا  
مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ.  
(الحجر: ۸۸)

اور ہم نے ان (کافروں) کی  
بعض جماعتوں کو جن چیزوں سے بہرہ  
مند کیا ہے ان کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ۔

گویا دعوتِ دین کے لئے کسی خارجی زادوراحلہ کی ضرورت نہیں، وہ اپنا زادوراحلہ  
خود اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جس فریضہ دعوت کی ادائیگی  
کے لئے مبعوث فرمایا تھا اسے پہلے اپنے لوگوں میں ادا کرنا تھا پھر اسے وسعت دے کر  
تمام انسانوں تک پہنچانا تھا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ کی دو حیثیتیں مقرر کی گئیں، خود نبی  
کریم ﷺ نے اپنے ہم وطنوں اور قرابت داروں سے فرمایا:

انسی رسول اللہ الیکم  
خاصة والی الناس كافة.  
(جمہرۃ خطب العرب)

بے شک میں تمہاری طرف  
خاص طور سے اور باقی لوگوں کی طرف  
عام طور سے رسول بنا کر بھیجا گیا  
ہوں۔

بالفاظِ دیگر آپ ﷺ کی ایک بعثت خاص تھی اور دوسری عام۔ بعثتِ خاص کا اس  
آیت میں ذکر ہے:

وَأَنْذِرُ عَشِيرَتَكَ  
الْأَقْرَبِينَ.  
(الشعراء: ۲۱۴) ڈراؤ۔

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو  
ایک دوسری جگہ فرمایا:



وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ  
قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ  
حَوْلَهَا.

اور اسی طرح ہم نے تمہاری  
طرف ایک عربی قرآن وحی کیا تاکہ تم  
اہل مکہ اور اس کے گرد و پیش والوں کو

(الشوری: ۷) آگاہ کر دو۔

اللہ کی ہدایت کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے اپنے گھر،  
خاندان اور اعزہ و اقارب کو اپنا مخاطب بنایا اور انہیں پوری درد مندی اور دل سوزی کے  
ساتھ دعوت دی، اس کے بعد حکم خداوندی ہوا کہ اب تم انذارِ عام کے لئے تیار ہو جاؤ۔  
چونکہ نبی کریم ﷺ کو اپنے قرابت داروں کی طرف سے بھی شدید مخالفت کا سامنا کرنا  
پڑا تھا اس لئے فطری طور سے دوسروں کے پاس اس پیغام کو لے کر جانا اور بھی بے جگری  
ہی کا کام تھا اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے انذارِ عام کی تیاری کا حکم دیا تو ان کے احساس  
کے پیش نظر اسے ایک بڑی ذمہ داری قرار بھی دیا۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّا سَأَلْنَا عَلَيْكَ قَوْلًا  
ثَقِيلًا.

یقیناً ہم تم پر ایک بھاری بات  
(بڑی ذمہ داری کا بوجھ) ڈالنے

(المزمل: ۵) والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ایک تو اس بات سے ملول رہتے تھے کہ ان کے گھر، خاندان اور  
قرابت کے لوگ ہی دعوتِ دین کے قبول کرنے میں سنجیدہ نظر نہیں آ رہے تھے اوپر سے  
اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑی ذمہ داری کا بوجھ ڈالنے کا عندیہ دے دیا تھا۔ ایسی حالت  
میں آپ ﷺ کا انتہائی فکر مند ہونا فطری امر تھا۔ اس فکر و تردد میں آپ ﷺ بالعموم  
اپنی چادر میں لپٹے لپٹائے رہتے تھے جو غموں میں ایک بڑا سہارا ہوتی ہے۔ ہر فکر مند  
انسان کی حالت یہی ہوتی ہے، انہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد  
ﷺ سے فرمایا:

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَ  
 رَبِّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَ  
 الرُّجُزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ  
 تَسْتَكْبِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ  
 (المرثر: ۱-۷)

اے چادر لپیٹے رکھنے والے اٹھ  
 اور انذارِ عام کر اور اپنے رب ہی کی  
 کبریائی کا اعلان کر، اپنے دامن کو  
 پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ اور اپنی کاوش  
 کو زیادہ خیال کر کے منقطع نہ کر اور  
 اپنے رب کے لئے ثابت قدم رہ۔

اس پیار بھرے اسلوبِ خطاب میں اللہ تعالیٰ نے جہاں نبی کریم ﷺ کو یہ تسلی دی  
 کہ چادر اوڑھ لپیٹ کر فکر و تردد کرنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ جس کام پر مامور کئے گئے  
 ہو اسے مستعدی سے انجام دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ گھبراؤ نہیں۔ ہم نے جو ذمہ داری  
 تم پر ڈالی ہے اسے انجام تک پہنچانے کی تدبیر ہم خود کریں گے، تم اٹھو اور اپنے رب کی  
 کبریائی کا اعلان عام کرو۔ مخالفین تم پر کتنی ہی خاک بازی کریں تم اسکی پرواہ ہرگز مت  
 کرو اور اپنے دامن پر نجاستِ شرک کا کوئی چھینٹا نہ آنے دو، شرک سے بالکل دور رہو۔  
 اب تک تم نے دعوت کا جو فریضہ انجام دیا ہے اسے کافی خیال کر کے بیٹھ نہ رہو بلکہ اپنی  
 اس دعوت کے دائرہ کار کو سارے عالم تک پھیلاؤ۔ تمہاری یہ دعوت سارے عالم میں  
 عام ہو کر رہے گی اور یہ مخالفین اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہیں گے۔ غلبہ اسلام کی گھڑی  
 آئے گی ضرور لیکن اس گھڑی کے آنے تک تمہیں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ وہیں یہ  
 بھی فرمایا کہ جس دعوت کو لے کر اٹھے ہو وہی دعوت تمام انبیا کی رہی ہے اور تمام انبیا کی  
 امتوں نے وہی پرویہ اختیار کیا جو تمہاری امت نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے یہ کوئی نئی  
 صورت حال تمہارے سامنے نہیں آگئی ہے کہ تم پریشان ہو۔ میں نے تمام رسولوں کو یہ ہدا  
 یت دی تھی کہ:

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ  
اور نیک عمل کرو میں اس سے اچھی  
طرح واقف ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ  
الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي  
بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ.

(المؤمنون: ۵۱)

اور یہ بھی فرمایا

یہ تمہاری امت ایک ہی امت  
ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے  
ہی ڈرو۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً  
وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ.

(المؤمنون: ۵۲)

لیکن افسوس کہ بعد میں لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا اور ٹکڑیوں میں بٹ گئے۔

پس امتوں نے اپنے دین کو  
اپنے درمیان ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور  
ہر گروہ اسی میں لگن ہے جو اسکے پاس

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ  
زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ  
فَرِحُونَ.

(المؤمنون: ۵۳) ہے۔

اس لئے اے نبی تمہاری قوم کا موجودہ رویہ کوئی حیرتناک رویہ نہیں ہے۔ تم اپنا  
فرض ادا کرو، اگر لوگ اپنی غفلت اور سرمستی سے باز نہیں آتے تو اسکی سزا وہ خود بھگتیں  
گے۔ فرمایا:

تو ان کو ان کی سرمستی میں چھوڑ دو یہاں تک کہ ان کی  
تباہی کے لئے جو وقت مقرر ہے وہ آجائے۔

فَذَرَهُمْ فِي غَمَرَاتِهِمْ حَتَّىٰ

(المؤمنون: ۵۴)

حِينَ.

اور اگر وہ تمہارے ساتھ نازیبا حرکتیں کرتے ہیں تو ان کی ان حرکتوں کا جواب عمدہ  
سلوک سے دو۔ یہ عمدہ سلوک ایک ایسا حربہ ہے جس سے بڑے بڑے مخالفین اور معاندین  
کے دل جیتے جاسکتے ہیں اور وہ دشمنی چھوڑ کر دوستی کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ دیکھو! دل ہر

ایک کے پاس ہوتا ہے اور ہر شخص نیکی اور برائی میں تمیز جانتا ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ:

لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ  
 إِذْفَعُ بِأَلْتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا  
 الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ  
 وَلِيٌّ حَمِيمٌ. (حم السجده: ۳۴)

بھلائی اور برائی دونوں یکساں نہیں  
 ہو سکتے تم برائی کو اس طریقہ سے دفع  
 کرو جو زیادہ بہتر ہے تو تم دیکھو گے کہ  
 وہی جس کے اور تمہارے درمیان  
 عداوت ہے وہ تمہارا دوست بن گیا ہے۔

ہر چند کہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرنے کی قانونی گنجائش  
 ہے جو اس نے کیا لیکن یہ رویہ ہر حالت میں مفید نہیں ہوتا البتہ تحمل اور حسن سلوک ایک ایسا  
 ہتھیار ہے جس سے دلوں پر قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کی وضاحت ایک دوسری  
 جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے:

أذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ  
 بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ  
 وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ  
 إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ  
 عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ  
 بِالْمُهْتَدِينَ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا  
 بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ  
 صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ.  
 (النحل: ۱۲۵، ۱۲۶)

لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف  
 دعوت دو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور  
 ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے  
 عمدہ ہو بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے  
 ان لوگوں کو جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں  
 اور خوب جانتا ہے ان کو بھی جو ہدایت یاب  
 ہیں اور اگر تم ان کی کسی حرکت کا بدلہ لو تو بس  
 اسی کے مانند بدلہ لو جو تمہارے ساتھ کیا گیا  
 ہے لیکن اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے  
 لئے زیادہ بہتر ہے۔

☆☆☆

## ارکانِ دعوتِ دین

ارکانِ دعوتِ دین بنیادی طور سے تین ہیں۔

۱۔ توحید

۲۔ شریعتِ الہی کی پابندی

۳۔ اطاعتِ رسول

تمام رسولوں کی دعوت انہیں تین ارکان پر مبنی رہی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی انہی تینوں بنیادی ارکان کی دعوت دی ہے۔

توحید:

دنیا کی ساری قومیں اور ہر مذہب کے لوگ اللہ کو مانتے ہیں لیکن ان کے ماننے اور رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق ماننے میں بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب لوگ مانتے ہیں کہ اللہ ہے لیکن اگر اس کی صفات اور حقوق کے ساتھ اسے نہ مانا جائے تو یہ ماننا نہیں ہے۔ اصل ماننا یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق ہے اور وہی رازق بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ تم مشرکوں سے کہہ دو کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کو بھی اپنا معبود اور کارساز نہیں بنا سکتا کیوں کہ وہی پوری کائنات کا خالق اور اس میں رہنے بسنے والی مخلوقات کا رازق ہے۔ فرمایا:

اے نبی! کہو: کیا میں اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے کسی اور کو اپنا کارساز بناؤں؟ حالانکہ وہ کھلاتا ہے، کھاتا نہیں کہہ دو کہ مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا بنوں اور (اے مکہ والو!) تم بھی مشرکوں میں سے نہ بنو کہہ دو کہ اگر میں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی تو میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو شخص اس دن اس سے محفوظ رکھا گیا درحقیقت وہی ہے جس پر اللہ نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا  
فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ  
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ  
أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ  
مِنَ الْمُشْرِكِينَ قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ  
عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ  
مَنْ يُضْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ  
رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ  
(الأنعام: ۱۳، ۱۶)

اللہ تعالیٰ کی دو بڑی اہم اور معروف صفات ہیں:

۱۔ الوہیت

۲۔ ربوبیت

الوہیت:

توحید الوہیت کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا آقا اور معبود تسلیم کرے، اس کے ہر حکم کو مانے، اپنا سر اطاعت اسی کے آگے خم کرے اور اپنی تمام تر عبادتوں کا مستحق اسی کو سمجھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ اے نبی! اگر یہ یہود و نصاریٰ یہودیت اور نصرانیت کی حمایت اور اسلام کی مخالفت میں تم سے بحث

و مجادلہ کر رہے ہیں تو تم ان سے صاف کہہ دو کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے تو اپنے آپ کو مکمل طور سے اللہ کے حوالہ کر دیا، وہ ہمیں جس چیز کا بھی حکم دے گا ہم اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے حکم کے خلاف ہم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے اور ہم تم کو بھی اسی کی دعوت دیتے ہیں۔ اب اگر تم اس دعوت کو قبول کر لیتے ہو تو اپنے لئے ہدایت کی راہ کھولو گے لیکن اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو ہم اپنا فریضہ دعوت ادا کئے دے رہے ہیں، آگے تم جانو اور تمہارا رب جانے۔ فرمایا:

فَاِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ  
اَسَلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ  
وَ قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰتَوْا الْكِتٰبَ  
وَ الْاٰمِيْنَ اَّا سَلَمْتُمْ فَاِنْ اَسَلَمُوْا  
فَقَدْ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا  
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ  
بِالْعِبَادِ.

پس اگر وہ تم سے اس بارے میں  
جھگڑتے رہیں تو کہہ دو کہ میں نے اور  
جنہوں نے میری پیروی کی اپنے آپ کو  
اللہ کے حوالہ کر دیا اور اہل کتاب اور  
امیوں سے پوچھو کہ کیا تم بھی اسی طرح  
اسلام لاتے ہو؟ اب اگر وہ بھی اسی  
طرح اسلام لائے تب تو وہ بھی راہ یاب  
ہوئے لیکن اگر انہوں نے اعراض کیا تو  
تمہارے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ  
اپنے بندوں کو خود دیکھ رہا ہے۔

(آل عمران: ۲۰)

اسی طرح کی بات ایک اور موقع پر کہہ دینے کی ہدایت فرمائی البتہ اسلوب ایسا  
اختیار فرمایا جس میں اہل ایمان کے لئے تسلی اور اہل کفر و شرک کے لئے وعید و تہدید کے  
پہلو بھی نمایاں ہو جائیں۔ فرمایا:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اٰحْسَنُوْا فِيْ

اے نبی! میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ  
اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو تم

اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو لوگ اس دنیا میں نیکی کریں گے، ان کے لئے آخرت میں نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے تو جو ثابت قدم رہنے والے ہوں گے ان کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا کہہ دو کہ مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ ہی کی بندگی کروں اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دو کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی کرتا ہوں اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، سو تم اس کے سوا جس کی چاہو بندگی کرو۔ کہہ دو کہ حقیقی خسارہ والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو کہ کھلا ہوا خسارہ وہی ہے ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ ہی کا اوڑھنا ہوگا اور

هَذِهِ النُّبَيَا، حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي فَاَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهَ بِهِ عِبَادَهُ يَعْجَبُونَ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْْبُدُوهَا وَانَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ قَبَشْرُ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ. (الزمر: ۱۰، ۱۸)



نیچے سے بھی آگ ہی کا پھوٹنا ہوگا یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس اے بندو! مجھ ہی سے ڈرو اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت میں ملوث ہونے سے احتراز کیا اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے تو میرے، ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات کو توجہ سے سنتے اور اس میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی عقل والے ہیں۔

(ترجمہ)

اسی سورہ میں آگے ہے کہ جو لوگ اللہ کی توحید الوہیت کے قائل نہیں ہیں اگر ان سے کائنات کی بعض ایسی مخلوقات کی تخلیق کے بارے میں پوچھا جائے جن کے مقابلہ میں ان کے جھوٹے خداؤں کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں ہے تو یہ خود ہی اعتراف کریں گے کہ جی بالکل ان کا خالق اللہ ہے لیکن ان بے عقلوں کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اللہ تعالیٰ اتنے بڑے بڑے کام کر لینے پر قادر ہے تو اسے ان چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے کسی اور کی ساجھیداری کی کیا ضرورت؟ اسی طرح ان سے کہا جائے کہ تم نے جن کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود بنا رکھا ہے ذرا بتاؤ کہ ان کی کارگزاریاں کیا ہیں؟ تو ان کے گیند کی ہوائ نکل جائے گی اور سوائے سکوت کے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا۔ پھر بھی یہ اپنے فکر و عقیدہ پر نظر ثانی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس سے بڑی بے عقلی اور خرد باختگی اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ	وَلَسِنُ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ
آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو	السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ
جواب دیں گے: اللہ نے، ان سے	قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
پوچھو کہ بھلا یہ چیزیں جن کو تم پوجتے ہو	اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ
اگر اللہ نے مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی	كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ

ہَلْ هُنَّ مُّسِيكَاتٌ  
رَّحِمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ  
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ.

(الزمر: ۳۸)

چاہی تو یہ اس کی پہنچائی ہوئی  
تکلیف کو دور کرنے والی بن سکتی ہیں؟  
یا اگر اس نے مجھ پر کوئی فضل کرنا چاہا تو  
کیا یہ اس کو روک لینے والی ہو سکتی ہیں؟  
کہہ دو کہ اللہ میرے لئے کافی ہے اور  
بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ  
کرتے ہیں۔

یہ سورہ زمر پوری کی پوری توحید ہی کی سورہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید  
الوہیت کو مختلف اسالیب سے ثابت کیا ہے مثلاً یہ کہ انسانوں کی زندگی اور موت کا مالک  
صرف اللہ ہے، شفاعت اسی کا حق ہے، مختلف آلام و مصائب سے نکالنے والا وہی ہے،  
رزق و فضل بھی اسی کے اختیار میں ہے، یا اس و قنوطیت کے ماحول میں امید کی کرن بھی  
اسی کے حکم سے نمودار ہوتی ہے، حصول رحمت کے لئے درخواست بھی اسی کی بارگاہ میں  
گزاری جاسکتی ہے، نئی زمین اور نئے قوانین بھی اسی کے حکم سے وجود میں آئیں گے،  
قیامت کے دن عدالت و شہادت کا قیام بھی اسی کے اذن سے عمل میں آئے گا،  
نیوکاروں کو ان کی نیکی کا صلہ اور ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا بھی وہی دے گا، فرشتے بھی  
اسی کے حکم کے پابند ہیں، وغیرہ۔

ان تمام حقائق کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ ان علم سے کورے  
اور عقل سے پیدل لوگوں سے پوچھو کہ کیا اس کے باوجود ایک خدا کو چھوڑ کر ہزاروں  
خداؤں کی پرستش کی کوئی گنجائش ہے جب کہ تمام قدیم آسمانی صحیفے بھی شرک سے  
اجتناب اور توحید کو قبول کرنے کی ہی دعوت دیتے آئے ہیں؟ فرمایا:

اے نبی! کہو کہ اے نادانو! کیا پھر بھی تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو؟ دریاں حالیکہ تمہاری طرف بھی اور تم سے پہلے والوں کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے، اور تم نامرادوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی کے شکر گزاروں میں سے بنو۔

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ وَ لَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ، وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدُوهُ كُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ.

(الزمر: ۶۳، ۶۶)

بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کا حوالہ دے کر اپنے رسول کو اپنی توحید الوہیت کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

اے نبی! کہہ دو کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی بندگی کروں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح آیتیں آچکی ہیں اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنے آپ کو رب العالمین کے حوالہ کر دوں وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کی ایک پھٹکی سے پھر وہ تم کو ایک بچہ کی صورت میں وجود میں

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَ نِيَّ الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشْدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَ لَتَبْلُغُوا أَجْلا مُّسْمًى وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَ

لاتا ہے پھر وہ تم کو پروان چڑھاتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر وہ تم کو مہلت دیتا ہے کہ بڑھاپے کو پہنچو تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں اور بعض کو وہ مہلت دیتا ہے کہ تم ایک مدت معین پوری کرو اور یہ اس لئے ہے کہ تم سمجھو وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

يُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا  
فَأِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ.  
(المومن: ۶۶، ۶۸)

اس کائنات کا متصرف حقیقی چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں اس لئے تمام بندوں کو اس کے اس کلی تصرف کا اعتراف کرنا چاہئے اور اپنی ضروریات و مسائل میں اسی سے رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اپنے رسول کو اس حقیقت کا اعتراف کرنے کا حکم دیا ہے اور اسکے توسط سے تمام انسانوں کو اپنی قدرت کے اعتراف کی دعوت دی ہے۔ فرمایا:

اے نبی! کہو کہ اے اللہ!  
بادشاہی کا مالک! تو ہی جس کو چاہے  
بادشاہی دے، جس سے چاہے  
بادشاہی چھین لے اور تو ہی جس کو  
چاہے عزت دے اور جس کو چاہے  
ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں خیر

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكُ  
الْمُلْكِ تُوْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ  
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ  
تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ  
بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيْرٌ تُوَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس پر چاہتا ہے بے حساب فضل فرماتا ہے۔

وَتُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ  
وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ  
تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ  
مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ.  
(آل عمران: ۲۶-۲۷)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی توحید الوہیت کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے اور بعض مقامات پر تو یہ چیلنج بھی دیا ہے کہ اے نبی! ان منکرین و کذبین سے کہو کہ اگر وہ ہماری توحید کو نہیں مانتے تو اپنے شرک کا ثبوت پیش کریں، اور اے نبی! ان کے سامنے ان کے شرک کے ایک ایک پہلو کو رکھ کر ان سے پوچھو کہ آخر اس پہلو سے تمہارے جھوٹے خداؤں کی کیا کارگزاریاں ہیں؟ بتاؤ۔ ایک جگہ فرمایا:

اے نبی! ان سے پوچھو کہ کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے لئے کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتی اور سننے والا، جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ  
مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا  
وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.  
(المائدة: ۷۶)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

اے نبی! پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ پھر جواب دے دو کہ اللہ ہی کا ہے؟ اس نے اپنے اوپر رحمت واجب کر رکھی

قُلْ لِمَنْ مَّا فِي  
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ  
كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ  
لِيَجْمَعَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا

ہے وہ تم کو جمع کر کے ضرور لے جائے گا قیامت کے دن کی طرف جس میں کوئی شبہ نہیں جنہوں نے اپنے آپ کو گھائے میں ڈالا وہی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ چیز جو رات میں ساکن ہوتی ہے اور جو چیز دن میں متحرک ہوتی ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

رَبِّبَ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا  
أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَهُ مَا  
سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

(الأنعام: ۱۲، ۱۳)

اسی سورہ میں آگے فرمایا:

اور اگر اللہ تم کو کسی دکھ میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس کا دور کرنے والا بن سکے اور اگر وہ کسی خیر سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر پوری طرح حاوی ہے اور وہ حکمت والا، خبر رکھنے والا ہے، اے نبی! ان سے پوچھو کہ سب سے بڑی شہادت کس کی ہے؟ پھر کہو کہ اللہ کی۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں

وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللَّهُ  
بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ  
يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ  
شَيْءٍ قَدِيرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ  
عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ قُلْ  
أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلْ اللَّهُ  
شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ  
هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ  
بَلَغَ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ  
الِهَةً أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا  
هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ

بھی اس کے ذریعہ سے تم کو  
ڈراؤں اور وہ بھی جن کو یہ پہنچے کیا تم  
اس بات کے گواہ بنتے ہو کہ اللہ کے  
ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دو کہ  
میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا کہہ دو کہ وہ  
تو بس ایک ہی معبود ہے اور میں ان  
سے بری ہوں جن کو تم اس کا شریک  
ٹھہراتے ہو۔

مِمَّا تُشْرِكُونَ.

(الأنعام: ۱۷-۱۹)

پھر آگے اسی سورہ میں ہے:

اور یہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے  
رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں  
نہیں اتار دی گئی؟ ان سے کہہ دو کہ اللہ  
اس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشانی اتار  
دے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ  
مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ  
يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ  
لَا يَعْلَمُونَ.

(الأنعام: ۳۷)

آگے مزید فرمایا:

اے نبی! ان سے پوچھو کہ اللہ  
تمہارے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت کو  
سلب کر لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر  
دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ  
سَمْعَكُمْ وَ أَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلَىٰ  
قُلُوبِكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ

بِهِ.

(الأنعام: ۴۶) اسے تمہارے پاس لا دے؟

پوچھو کہ تم بتاؤ: اگر اللہ کا عذاب تم پر بے خبری میں اچانک آدھمکے یا ڈنکے کی چوٹ ہی آئے تو ظالموں کے سوا اور کون ہلاک ہوگا؟

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ.  
(الأنعام: ۴۷)

پھر آگے ہے:

ان سے پوچھو: خشکی اور تری کی تاریکیوں سے تم کو کون نجات دیتا ہے جب کہ اسی کو تم پکارتے ہو گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی کہ اگر اس نے ہم کو اس مصیبت سے نجات دی تو ہم اس کے شکر گزار بندوں میں سے بن جائیں گے، کہہ دو کہ اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے اس مصیبت سے بھی اور دوسری ہر تکلیف سے بھی لیکن تم پھر شرک کرنے لگتے ہو۔ کہہ دو کہ اللہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب بھیج دے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب اٹھا دے یا تم کو گروہ درگروہ کر کے آپس میں گتھم گتھا کر دے اور ایک کو دوسرے کے تشدد کا مزا اچھی طرح چکھا دے۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ.

(الأنعام: ۶۳، ۶۵)



اس طرح کی بے شمار مثالیں قرآن مجید میں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنی توحید الوہیت کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے اور جو لوگ اسکی توحید الوہیت کے قائل نہیں تھے ان کے سامنے آپ ﷺ ان کے شرک کی حقیقت مختلف اسالیب سے اجاگر کر دیں تاکہ ان کو تنبیہ ہو۔ اسی طرح متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ تم انہیں جس توحید کی دعوت دے رہے ہو ان سے بتا دو کہ ہم خود اسی توحید کے قائل ہیں اور چونکہ عقیدہ توحید کو تسلیم کرنا فطرت کا بدیہی تقاضا ہے اس لئے ہم تم سے بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ تم اسے مانو۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ  
فِي شَكٍّ مِّنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ  
الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَ  
لَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم  
وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَ  
لَا تَكُونَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا  
تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ  
وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ  
إِذَا مَنَّ الظَّالِمِينَ وَإِن  
يَمْسُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا  
كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ  
بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ  
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ

اے نبی! کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم  
میرے دین کے باب میں شک میں  
ہو تو سن لو کہ میں ان کو نہیں پوجتا جن کو تم  
پوجتے ہو اللہ کے علاوہ بلکہ میں تو اس  
اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کو وفات  
دیتا ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں ایمان  
والوں میں سے بنوں اور یہ کہ اپنا رخ  
یکسو ہو کر اطاعت کی طرف کرو اور  
مشرکوں میں سے نہ بنو اور اللہ کے سوا  
ان چیزوں کو نہ پکارو جو تم کو نفع پہنچاتی  
ہیں اور نہ نقصان اور اگر تم ایسا کرو گے  
تو یقیناً تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے  
اور اگر اللہ تم کو کسی مصیبت میں گرفتار کر  
دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس

مصیبت کو دور کر سکے اور اگر وہ

تمہارے ساتھ کسی خیر کا راہہ کرے تو  
کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں  
وہ اسے نوازتا ہے اپنے بندوں میں  
سے جس کو چاہتا ہے اور وہ بخشنے والا،

مہربان ہے۔ اے نبی! کہہ دو کہ اے  
لوگو! تمہارے رب کی طرف سے  
تمہارے پاس حق آ گیا ہے تو جو  
ہدایت قبول کرے گا وہ اپنے ہی لئے  
کرے گا اور جو بھٹکے گا تو اس کا وبال  
اسی پر آئے گا اور میں تمہارے ایمان کا  
ذمہ دار نہیں ہوں۔

الرَّحِيمُ ، قُلْ يَأَيُّهَا النَّاسُ  
قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ  
اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ  
ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا  
عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ .

(یونس: ۱۰۴-۱۰۸)

ایک دوسری جگہ ہے:

كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي  
أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لَّتَتْلُوا  
عَلَيْهِمُ الَّذِينَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ  
يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا  
إِلَهَ إِلَّا هُوَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ .

(الرعد: ۳۰)

اسی طرح ہم نے تم کو بھیجا ہے  
ایک ایسی امت میں جس سے پہلے  
بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ تم انہیں  
وہ چیز سنا دو جو ہم نے تم پر وحی کی ہے  
اور وہ تو رحمن کا انکار کر رہے ہیں لیکن تم  
کہہ دو کہ میرا رب وہی ہے جس کے سوا  
کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ  
کیا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اسی سورہ میں آگے فرمایا:

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ  
نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ  
شُرَكَاءَ قُلُوبًا سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ  
بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بظَاهِرٍ  
مِّنَ الْقَوْلِ.

(الرعد: ۳۳)

کیا وہ ذات جو ہر ایک سے اس  
کے عمل پر محاسبہ کرنے والی ہے (اور وہ  
جسے کوئی قدرت نہیں یکساں ہیں) اور  
انہوں نے اللہ کے شریک بنا لئے ہیں،  
ان سے کہو کہ ان کے نام تو بتاؤ، کیا تم  
اللہ کو ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہو  
جن کے زمین میں وجود سے وہ بے خبر  
ہے؟ یا یونہی ہوائی اڑا رہے ہو۔

اور بعض مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اے نبی! ان مشرکوں سے  
پوچھو کہ یہ دنیا میں نہیں دیکھتے کہ اگر کسی چیز میں کئی حصہ دار ہوں تو کسی ایک کی مستقل  
قیادت تمام شرکاء کے لئے ہمیشہ کے لئے قابل برداشت نہیں ہوتی، ایک نہ ایک دن  
قیادت کی تبدیلی کا مطالبہ سامنے آ ہی جاتا ہے۔ پھر بھلا یہ شرکاء اللہ کی کبریائی کو مستقلاً  
کیسے برداشت کر رہے ہیں جب کہ ان کے پجاریوں کے مفادات اور درخواستوں میں  
بڑا تضاد رہتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا  
يَقُولُونَ إِذَا لَابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي  
الْعَرْشِ سَبِيلًا.

(بنی اسرائیل: ۴۲)

اے نبی! کہہ دو کہ اگر کچھ اور بھی  
معبود ہوتے جو اس کے شریک ہوتے  
جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو ایک نہ ایک  
دن وہ عرش والے پر ضرور چڑھائی  
کرنے کی کوئی راہ نکالتے۔

اس طرح کی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو حید الوہیت

کی دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید کی کئی سورتوں میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر تفصیل سے ہوا ہے لیکن سورہ اخلاص میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس حیثیت کا مکمل تعارف انتہائی جامع الفاظ میں کرا دیا ہے اور اپنے رسول سے کہا ہے کہ تم میرے بندوں تک یہ بے آمیز تصور توحید پہنچا دو۔ فرمایا:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ  
الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ  
يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ. (الاخلاص)

کہہ دو وہ اللہ اکیلا ہے۔ باہمہ اور  
بے ہمہ ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ  
کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

اس سورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ وہ کسی کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور نہ کوئی اس کی نسل کا ہے۔ وہ خالق ہے باقی سب اس کی مخلوق۔ اس لئے پوری کائنات میں کوئی اس کا شریک و سہم نہیں۔

ربوبیت:

ربوبیت کا مطلب ہے انتظام کرنا، چیزوں کو ٹھیک ٹھاک کرنا، ہموار اور سازگار بنانا، پرورش اور پرداخت کرنا۔ توحید ربوبیت کا معاملہ توحید الوہیت سے بھی زیادہ نازک اور اہم ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہی وصف ہے جس میں ہر عقیدہ و مسلک اور ہر نظریہ و مذہب میں بڑی بے اعتنائی پائی جاتی ہے۔ اہل کفر و شرک تو اللہ تعالیٰ کو فرائض ربوبیت سے فارغ کر چکے ہیں اور یہ کام انہوں نے اپنے دیویوں اور دیوتاؤں کے حوالہ کر دیا ہے۔ لیکن بہت سے مسلمان بھی ہیں جن کے یہاں توحید ربوبیت کا تصور بہت کمزور ہے، عقیدہ تو وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود بھی مانتے ہیں اور رب بھی لیکن عملاً ربوبیت کو انہوں نے بھی متعدد ہستیوں اور شکلیوں کے درمیان تقسیم کر رکھا ہے بس غنیمت یہ ہے

کہ اہل کفر و شرک کی طرح ہر چیز کے الگ الگ رب نہیں بتائے ہیں۔  
توحید ربوبیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے پہلی وحی میں  
بھی ربوبیت کا تصور ڈال دیا ہے تاکہ رسم بسم اللہ ہی سے اس عقیدہ کی اہمیت سامنے  
رہے۔ چنانچہ فرمایا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي  
خَلَقَ خَلْقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ .  
پڑھو اپنے رب کے نام سے جس  
نے پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی  
پھٹکی سے پیدا کیا۔ (العلق: ۱-۲)

قرآن مجید کی سب سے پہلی سورہ کا آغاز بھی ربوبیت کے ذکر کے ساتھ ہوا ہے:  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ  
الْعَالَمِينَ . (الفاتحة: ۱) رب ہے۔

قرآن مجید کا اختتام بھی ذکر ربوبیت کے ساتھ ہوا ہے:  
قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ .  
اے نبی! کہہ دو کہ میں پناہ مانگتا  
ہوں لوگوں کے رب کی۔ (الناس: ۱)

تصور ربوبیت کے بغیر نہ ایمان معتبر ہے اور نہ عمل۔ ربوبیت کا یہ تصور تمام شعبہ  
ہائے حیات میں بھی ضروری ہے اور زندگی کے تمام مراحل میں بھی ضروری ہے۔ اسی لئے  
قرآن کہتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ  
ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ  
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا  
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ  
تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاءُ كُمْ فِي  
بے شک جن لوگوں نے کہا کہ  
ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم  
رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں  
گے کہ اب نہ کوئی اندیشہ کرو اور نہ غم اور  
س جنت کی خوش خبری قبول فرماؤ جس

کاتم سے وعدہ کیا جا رہا تھا ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی تھے اور آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور تم کو اس جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تمہارا دل چاہے گا اور اس میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے رب غفور رحیم کی طرف سے سامانِ ضیافت کے طور پر۔

الْحَيَلَةُ الدُّنْيَا وَفِي  
الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُي  
أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ  
فَرُؤَا مَنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ.

(حم السجدة: ۳۰، ۳۲)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ ربوبیت کے بارے میں حجت کرنے والوں سے کہو کہ تم کیسے بے وقوف ہو کہ اللہ کی توحید ربوبیت کے بارے میں ہم سے حجت کر رہے ہو جب کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اللہ ہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ اللہ کی ربوبیت کا انکار تو محسن کے احسان کا انکار ہے۔ پھر تم سوچ لو کہ محسن کے احسان کی ناشکری اور منعم کے انعام کی ناقدری کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو ہم کسی اور کی ربوبیت کے بارے میں سوچ تک نہیں سکتے۔ فرمایا:

اے نبی! کہہ دو کیا تم ہم سے اللہ کی ربوبیت کے بارے میں حجت کرتے ہو حالانکہ وہی ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہم تو خالص اسی کے لئے ہیں۔

قُلْ أَتَحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَ  
هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَ  
لَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ  
مُخْلِصُونَ.

(البقرة: ۱۳۹)

شرک و بدعت اور یہودیت و نصرانیت کا وجود ہی اسی تصور کی کمزوری سے ہوا ہے۔ یہ سارے شاخسانے انسانیت کے لئے لعنت ہیں اور یہ لعنت انسانوں نے خود اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے اوپر مسلط کر لی ہے۔ خود ہی سوچئے کہ اگر ایک ضرورت مند یہ جان جائے کہ اس کی ضرورت ہر در سے پوری ہو سکتی ہے تو وہ کسی ایک آقا کی غلامی کا قلاوہ اپنی گردن میں کیوں ڈالے گا؟ یہ اور بات ہے کہ غلامی کا قلاوہ گلے میں ڈالے بغیر کسی در سے حاجت روائی نہیں ہوتی، یوں وہ بے چارہ ایک آقا کی غلامی چھوڑتا ہے تو بہت سارے آقاؤں کی غلامی اسے کرنی پڑتی ہے۔ اس لعنت سے نجات کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کرنا ہے۔ اس لئے انسانوں کو اس راہِ نجات کی قدر کرنی چاہئے۔ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں نے اس راہِ نجات کی قدر کی ہے۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا کہ تم اپنی اس قدردانی کا ذکر ان ناقدروں کے سامنے کرو شاید ان کا جذبہِ قدردانی بھی بیدار ہو جائے اور وہ بھی ہماری توحید ربوبیت کے قائل ہو جائیں۔ اسی میں ان کی بھلائی ہے ورنہ انہیں سزا بھگتنی پڑے گی اور کل قیامت کے روز ان میں سے کوئی بھی ان کے کرتوت کی ذمہ داری اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہوگا جن کی ربوبیت کے یہ قائل رہے ہیں۔ فرمایا:

اے نبی! کہہ دو میرے رب نے	قُلْ اِنِّیْ هَدَانِیْ رَبِّیْ اِلَیْ
میری رہنمائی ایک سیدھی راہ کی طرف	صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنَا قِیْمًا مَّלَّةَ
کردی ہے دینِ قیامت ابراہیم کی	اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَّمَا کَانَ مِنَ
طرف جو یکسو تھے اور مشرکوں میں سے	الْمُشْرِکِیْنَ قُلْ اِنْ صَلَّیْتُ وَ
نہ تھے، کہہ دو میری نماز، میری قربانی،	نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ
میری زندگی اور میری موت سب اللہ	رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
رب العالمین کے لئے ہے، اس کا	وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ

کوئی سا جھی نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں نے پہلے اسلام قبول کیا ہے پوچھو کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بناؤں! جب کہ وہی ہر چیز کا رب ہے اور ہر جان جو کمائی کرتی ہے وہ اسی کے کھاتے میں جاتی ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور پھر تمہارا لوٹنا تمہارے رب ہی کی طرف ہے۔ تب وہ بتائے گا وہ جس میں تم اختلاف کر رہے تھے اور وہی ہے جس

الْمُسْلِمِينَ قُلْ أَعْيَرَ اللَّهُ أَبْعَى رَبًّا  
وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ  
كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ  
وِازِرَةً وُزْرًا أُخْرَى ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ  
مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ  
تَخْتَلِفُونَ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ  
خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ  
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُبْلُوَكُمْ فِي  
مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ  
الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

(الأنعام: ۱۶۱-۱۶۵)

درجات بعض پر بلند کئے تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عنایت کیا ہے اس میں تمہارا متحان لے لے بے شک تیرا رب جلد عمل کی پاداش دینے والا ہے اور وہ بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔ (ترجمہ)

اللہ کے رسول ﷺ جب مشرکین و مبتدعین اور یہود و نصاریٰ کے سامنے اس طرح کے حقائق رکھتے تو بجائے اس کے کہ وہ قیامت کی ہولناکی اور اپنے نتائج عمل کی خطرناکی سے خوف کھاتے، اے رسول ﷺ سے بانداڑ استہزاء یہ سوال کرتے کہ جناب! قطعی طور سے یہ بھی واضح فرما دیجئے کہ آپ کی وہ قیامت والی گھڑی کب آئے گی اور ہمیں سبق سکھائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کی منظر کشی یوں کی ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ  
أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ  
رَبِّي وَإِنَّهَا لَأَمْرٌ عِنْدَ رَبِّي  
بَارِعٌ مِّنْ سَائِرِ الْأُمُورِ



وَقَوْلُكَ رَبِّ لَا يُجَلِّئُهَا لَوْ قَتَلْتَهَا إِلَّا  
هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً  
يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ خَفِيٌّ عَنْهَا  
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ  
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ.  
(الأعراف: ۱۸۷)

وقوع کب ہوگا؟ کہہ دو کہ اس کا  
علم تو صرف میرے رب کو ہے وہی اسکو  
اس کے وقت پر ظاہر کرے گا آسمان اور  
زمین اس سے بوجھل ہیں، وہ تم پر اچانک  
ہی آدھمکے گی وہ تم سے اس طرح سوال  
کرتے ہیں جیسے تم اس کی تحقیق کئے بیٹھے  
ہو کہہ دو اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے لیکن  
اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہی کا کرشمہ ہے کہ اس نے انسان کو بحر و بر کی وسعتوں میں سفر  
کرنے اور اپنی معاشی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان فراہم کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ یہ  
اسی کی عنایت ہے کہ لوگ بے خوف و خطر بری، بحری اور فضائی سفر کرتے اور اپنے معیار  
زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی تدبیریں کرتے ہیں، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ان مسافروں کو کسی  
افتاد سے دوچار کر دیتا ہے اور ایسا اس لئے کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کی قدرت کا یقین ہو  
جائے اور وہ اپنی قوت بازو سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی توفیق بخشی اور اسکی ربوبیت پر بھروسہ  
کریں، مصیبت کی گھڑی میں انسانوں کا یہ احساس بیدار ہوتا ہے لیکن اس کا اثر دیر تک  
نہیں رہتا۔ وہ بہت جلد اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اور اپنی خرمستیوں میں کھو جاتے ہیں اور  
اپنی نجات کی تاویل یوں کرنے لگتے ہیں کہ اگر اس موقع پر ہم نے فلاں تدبیر نہ کی ہوتی تو  
اس مصیبت سے نہ نکل پاتے۔ اب انہیں اپنی نجات میں تدبیر الہی نظر نہیں آتی بلکہ اپنی  
قابلیت اور صلاحیت یاد آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ایسے  
ناہنجاروں کو بتا دو کہ وہ اپنی نجات کی جن تدبیروں کے بل بوتے پر ہماری تدبیر نجات کو  
فراموش کر رہے ہیں وہ اپنی تدبیروں کو ہماری تدبیر سے بڑی نہ سمجھیں، ہم ان سے بڑی

تدبیر کرنے پر قادر ہیں ہم ان کو دوبارہ کسی اور مصیبت میں ڈال سکتے ہیں اور نجات کی ساری راہیں مسدود کر سکتے ہیں، اس لئے ذرا ہوش کے ناخن لیں، زیادہ قابلیت نہ بگھاڑیں۔ فرمایا:

اور انسان کا حال یہ ہے کہ جب کسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی ہو ہم اسے اپنے فضل سے نوازتے ہیں تو وہ ہماری نشانیوں کے باب میں چالیں چلنے لگتا ہے، کہہ دو کہ اللہ اپنی تدبیروں میں تم سے کہیں زیادہ تیز ہے جو چالیں تم چل رہے ہو ان کو ہمارے فرستادے نوٹ کر رہے ہیں وہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سفر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور کشتیاں ہوا کے موافق چل رہی ہوتی ہیں اور وہ اس میں لگن ہوتے ہیں کہ دفعۃً ایک باد تند آتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب گئے تو وہ

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ  
ضَرَاءٍ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِي  
آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ  
رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ هُوَ  
الَّذِي يُسِيرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَ  
جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا  
بِهَا جَاءَ تَهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَ  
هُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا  
أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ  
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِن أَنجَيْتَنَا  
مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ  
فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي  
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ.

(یونس: ۲۱-۲۳)

اللہ کو پکارتے ہیں خالص اس کی اطاعت کا عہد کرتے ہوئے، کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس آفت سے نجات دے دی تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے لیکن جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو وہ نجات پاتے ہی ناحق زمین میں اترانے لگتے ہیں۔ (ترجمہ)

بعض آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے کئی پہلوؤں کا ایک ساتھ ذکر کر کے اپنے رسول سے فرمایا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ ربوبیت کے یہ سارے جتن کون کر رہا ہے؟ تم؟ تمہارے دیوتا؟ یا ہم؟ فرمایا:

اے نبی! ان سے پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ یا کون ہے جو سمع و بصر پر اختیار رکھتا ہے؟ اور کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ساری کائنات کا انتظام کرتا ہے؟ تو وہ خود ہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو ان سے کہو کہ کیا پھر بھی تم اللہ سے ڈرتے نہیں؟ پس وہی اللہ تمہارا رب حقیقی ہے تو حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے تو تمہاری عقل کہاں الٹ جاتی ہے؟

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ.

(یونس: ۳۱، ۳۲)

آگے ہے:

اے نبی! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ کہہ دو اللہ ہی ہے جو حق کی توفیق بخشتا ہے۔ تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ پیروی

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَاءِ كُمْ مَّنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ

کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے یا وہ

تَحْكُمُونَ.

(یونس: ۳۵) جو بغیر رہنمائی کے خود راہ نہیں پاتے؟

بھلا تمہیں کیا ہو گیا ہے! تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

انسانوں کو اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے ان تمام کی فراہمی اللہ رب العالمین کے سوا کسی اور سے ممکن نہیں ہے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور کو اپنی ضرورتوں میں پکارنا بھی نہیں چاہئے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کو رب ماننا چاہئے۔ قرآن کی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ جو پیغامِ حق لے کر آئے ہیں اس کی یہ بڑی اہم دفعہ ہے۔ قرآن کا بیان ہے:

حقیقی پکارنا تو صرف اس کو پکارنا

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ

ہے رہے وہ جن کو یہ اس کے سوا

يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ

پکارتے ہیں تو وہ ان کی کوئی بھی دادرسی

لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطٍ كَفَّيْهِ إِلَى

نہیں کر سکتے، ان کو پکارنا ایسا ہی ہے

الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاؤُهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَ

جیسے کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی

مَا دَعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ

طرف بڑھائے کہ وہ اسکے منہ تک پہنچ

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

جائے اور حال یہ ہو کہ وہ اس کے منہ

وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَ

تک پہنچنے والا ہی نہ ہو، ایسے ہی

ظِلَالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ قُلْ مَنْ

کافروں کی فریاد صد ا بصر ا ہی ثابت

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ

ہوگی اور آسمانوں و زمین میں جو کچھ

اللَّهُ قُلْ أَفَاتُخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ

ہیں سب چار و ناچار اللہ ہی کو سجدہ

أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا

کرتے ہیں اور ان کے سائے بھی صبح

وَلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَى

وشام۔ اے نبی! ان سے پوچھو

وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي

کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟

الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ.

کہہ دو: اللہ۔ ان سے پوچھو تو کیا اس

(الرعد: ۱۶، ۱۷)

کے باوجود بھی تم نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے لئے بھی

نہ کسی نفع پر کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی ضرر پر؟ ان سے پوچھو کہ کیا اندھے اور بینا دونوں

یکساں ہو جائیں گے؟ یا کیا روشنی اور تاریکی دونوں برابر ہیں؟ (ترجمہ)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تم میری ربوبیت کا واضح انداز

میں اعلان کرو۔ جہاں تک ماننے اور نہ ماننے کا معاملہ ہے تو یہ مدعو قوم کے اوپر ہے۔ جو

لوگ اپنے غلط عقیدہ پر قائم رہیں گے اللہ ان کو ہرگز راہ یاب نہیں کرے گا البتہ جو اپنی

غلطیوں پر معافی مانگ لیں گے اور پروردگارِ عالم کی طرف متوجہ ہوں گے اللہ انہیں

رہنمائی فراہم کرے گا اور صحیح عقیدہ ان کے دل و دماغ میں اتار دے گا؟ فرمایا:

اے نبی! کہہ دو اللہ جس کو چاہتا

قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ

ہے گمراہ کرتا ہے اور اپنی طرف رہنمائی

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أُنَابَ.

ان لوگوں کی کرتا ہے جو اسکی طرف

(الرعد: ۲۷)

متوجہ ہوتے ہیں۔

ربوبیت کا نظام اللہ کے علاوہ اور کوئی چلا بھی نہیں سکتا، کیوں کہ اس فراخ دلی کے

ساتھ بغیر طمع کے کوئی دوسرا اپنی نعمتیں لٹا نہیں سکتا اور اگر دیتا بھی تو سنبھال کر تھوڑا تھوڑا

دیتا کہ اس کا سارا مال ختم نہ ہو جائے ایسا وہ اسلئے کرتا کہ: اولاً اس کے پاس جو مال ہے وہ

محدود ہے لامحدود نہیں ہے۔ ثانیاً اسے قلب کی وہ فراخی اور وسعت حاصل بھی نہیں ہے جو

اللہ کا خاصہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ

نظامِ ربوبیت تمہارے بس کی چیز نہیں ہے۔ فرمایا:

قُلْ لَوْ أَنَّكُمْ تَمْلِكُونَ  
خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ  
خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ  
قَتُورًا.  
(بنی اسرائیل: ۱۰۰) تنگ دل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی انہی عنایات بیکراں کے سبب قرآن مجید کے مختلف مقامات پر  
اپنی آیات ربوبیت کا حوالہ دے کر انسانوں سے شکرگزاری کا مطالبہ کیا ہے۔ مثلاً ایک  
جگہ فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ  
مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا  
مَالِكُونَ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا  
رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ وَلَهُمْ  
فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا  
يَشْكُرُونَ.  
(یس: ۷۱، ۷۳)

اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ  
ہم نے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں  
میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا کئے  
اور اب یہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے  
ان کو ان کا مطیع بنا دیا ہے تو یہ ان میں  
سے بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض  
سے غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں  
اور ان میں ان کے لئے دوسری  
منفعتیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں تو  
کیا یہ شکر نہیں کرتے!

ایک دوسری جگہ زمین کے انہی آثار ربوبیت کی طرف انسانوں کی توجہ مبذول  
کراتے ہوئے ان نعمتوں کی مسئولیت کا احساس دلایا ہے۔ فرمایا:

وہی ہے جس نے تمہارے لئے  
زمین کو ایک فرماں بردار اونٹنی کی طرح  
بنایا پس تم اس کے موٹھوں پر چلو پھرو  
اور اس رب کے بخشے ہوئے رزق سے  
کھاؤ اور یاد رکھو کہ اس کی طرف اکٹھا

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ  
الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي  
مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ  
النُّشُورُ.

(الملک: ۱۵)

ہونا ہے۔

اور بعض مقامات پر مشاہداتِ ربوبیت کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے  
لئے سمندر کو سازگار بنایا تاکہ اس کے  
حکم سے اس میں کشتیاں چلیں  
اور تاکہ تم اس کا شکر یہ ادا کرو اور اس  
نے تمہارے لئے ان چیزوں کو مسخر کیا  
ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں،  
سب کو اپنی طرف سے، بے شک اس  
کے اندر بہت ساری نشانیاں ہیں ان  
لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ  
الْبَحْرَ لَتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ  
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ  
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَ سَخَّرَ لَكُمْ  
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي  
الْأَرْضِ جَمِيعًا مَنَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ  
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ.

(الجاثية: ۱۲، ۱۳)

لیں۔

اللہ تعالیٰ بار بار اپنی آیات و آثارِ ربوبیت کے ذکر کے بعد جو یہ فرماتا ہے:  
”لعلکم تشکرون“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمت حاصل کرنے کے ساتھ منعم کی شکر  
گزاری اور سامانِ ربوبیت پانے کے ساتھ اس کی مسئولیت کا احساس انسانی فطرت کا  
بدیہی تقاضا ہے۔ جو لوگ اس تقاضا کو سمجھتے اور شکرِ گزاری کو اپنا شیوہ بناتے ہیں ان پر منعم

کی عنایات میں مزید اضافہ ہوتا ہے، لیکن جو لوگ ناشکری کرتے ہیں ان سے منعم حقیقی سخت ناراض ہوتا ہے اور انہیں عذابِ شدید کی وعید سناتا ہے۔ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ  
لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ  
اور نوازوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو  
(ابراہیم: ۷) میرا عذاب بھی بڑا سخت ہوگا۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ داعیِ اعظم ﷺ کو سب سے زیادہ توحید کی دعوت پر توجہ دینے کا حکم ہوا ہے کہ یہی خلاصہ تخلیق کائنات ہے۔ اسی لئے اس دعوت کو سب سے اچھی دعوت قرار دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ  
دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَ  
قَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
اور اس سے بہتر بات کس کی  
ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور  
نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمانوں  
(حم السجدة: ۳۳) میں سے ہوں۔

اور اسی لئے دعوتِ توحید کو صراطِ مستقیم کی دعوت کہا گیا ہے۔ فرمایا گیا:

وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ  
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (المؤمنون: ۷۳)  
اور اے نبی! یقیناً تم ان کو صراطِ  
مستقیم کی دعوت دے رہے ہو۔

اور اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ تم لوگوں کو بتادو کہ توحید ہی میرا راستہ ہے اور میں سوچ سمجھ کر تمہیں اس کی دعوت دے رہا ہوں۔ فرمایا:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُوا  
إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ  
اے نبی! اعلان کر دو کہ یہی میرا  
راستہ ہے اور میں اللہ کی طرف دعوت

(یوسف: ۱۰۸) سمجھ بوجھ کر دے رہا ہوں۔





## شریعتِ الہی کی پابندی

دعوت کا دوسرا اہم رکن شریعتِ الہی کی پابندی ہے، شریعتِ الہی کیا ہے؟ اس کو معلوم کرنے کا سب سے اہم ذریعہ کتابِ الہی قرآن مجید ہے اور اس شریعت کو کتابِ الہی کی ہدایت کے مطابق نافذ کرنے کی ذمہ داری اللہ کے رسول ﷺ کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ  
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا  
أَرَاكَ اللَّهُ.

اے نبی! ہم نے یہ کتاب تم پر حق  
کے ساتھ اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے  
درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ

(النساء: ۱۰۵) نے تمہیں دکھایا ہے۔

بعض دوسرے مقامات پر عام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب جسے ہم نے اپنے رسول کے توسط سے تمہارے پاس بھیجا ہے تم اس کی ہدایت کی اتباع کرو، اس کی اتباع سے اعراض کر کے ہمارے غضب کو دعوت نہ دو، یاد رکھو کہ یہ کتاب تمہارے لئے فضل و رحمتِ الہی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

فرمایا:

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ  
مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ  
تُرْحَمُونَ.

اور یہ ایک مبارک کتاب ہے جسے  
ہم نے نازل کیا ہے تو تم اس کی اتباع  
کرو اور اللہ کے غضب سے ڈرو شاید تم پر  
(الانعام: ۱۵۵) رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ کتاب دے کر اس سے صرف اتنا فرمایا کہ تم اس کو  
لوگوں تک پہنچادو اور اس پر عمل کر کے انہیں دکھا دو کہ اس کی تمام ہدایات و تعلیمات قابل  
عمل ہیں۔ جہاں تک ان پر عمل کرنے کا معاملہ ہے تو یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ سارے  
لوگوں کو اس پر لازماً کاربند کر دینا تمہارے فرائض میں نہیں ہے۔ جو لوگ اس کی اہمیت  
سمجھ کر اسے قبول کریں گے اور اپنی زندگی اس کی ہدایات کے مطابق گزاریں گے وہ اپنا  
فائدہ کریں گے اور جو لوگ اس روشنی سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے وہ خود ہی کھڈ میں گریں  
گے، کسی کا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ فرمایا:

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ  
فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ  
عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ.

بے شک ہم نے یہ کتاب تم پر  
لوگوں کے لئے خاص مقصد سے اتاری  
ہے تو جو اس سے ہدایت حاصل کرے  
گا وہ اپنے لئے کرے گا اور جو گمراہی کی  
طرف جائے گا اس کی گمراہی کا وبال  
خود اس کے سر ہوگا تم ان پر کوئی وکیل  
نہیں ہو۔

(الزمر: ۴۱)

اور یہ بھی فرمادیا کہ قرآن کی صورت میں آنے والی واضح ہدایات ربانی کو قبول نہ  
کرنے والے فاسق ہیں۔ فرمایا:

اور یقیناً ہم نے تمہاری طرف  
واضح آیات نازل کر دی ہیں اور ان کا  
انکار فاسق لوگ ہی کریں گے۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ  
وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ.

(البقرة: ۹۹)

در اصل شریعت الہی کی پابندی میں سب سے بڑی رکاوٹ زخارف دنیا سے بے  
پناہ محبت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ ہدایت دی کہ تم سب سے پہلے ان کا  
زاویہ نظر بدلنے کی کوشش کرو۔ انہیں بتاؤ کہ یہ جہان رنگ و بو چند روزہ ہے، اس کی  
مرغوبات و مطلوبات عارضی ہیں۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور وہ ابدی و لازوال  
ہے اس لئے اس چند روزہ چمک دمک پر اپنی ساری توجہ مبذول کرنے کے بجائے ابدی  
راحت پر مرکوز رکھو تب تمہیں شریعت الہی کی اہمیت معلوم ہوگی اور اس کی پابندی کا داعیہ  
تمہارے اندر پیدا ہوگا۔ فرمایا:

لوگوں کی نگاہوں میں مرغوبات  
دنیا، عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی  
کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، چوپائے  
اور کھیتی آراستہ کر دی گئی ہیں حالانکہ یہ  
دنیوی زندگی کے ساز و سامان ہیں اور  
اللہ کے پاس بہترین ٹھکانا ہے۔ اے  
نبی! ان سے کہو کہ کیا میں تمہیں ان  
چیزوں سے بہتر چیز کا پتہ دوں؟ اچھا تو  
سنو! جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے ان  
کے لئے ان کے رب کے پاس باغ  
ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبِّ  
الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ  
وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ  
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ  
وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الْمَبَآئِ قُلْ أَوْبَيْتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ  
ذَلِكَ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ  
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ  
رِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ.

تو یہی حقیقت ہے کہ

ہو گیا ہے یہ جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور  
یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور  
تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

ہو گیا ہے یہ جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

ہو گیا ہے یہ جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

یہ ہے وہی ہے جس پر ہے اور

تو یہی حقیقت ہے کہ یہ ہے جس پر ہے اور

(آل عمران: ۱۹۱-۱۹۲) ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری

مذائبوں کو ہم سے دور کر اور ہمیں اپنے وفادار بندوں کے ساتھ موت دے اور اے  
ہمارے رب! ہمیں عطا فرما وہ جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے  
اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (ترجمہ)

جو لوگ اپنا زاویہ نظر تبدیل کر کے اپنی اصلاح کے لئے فکر مند ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح احوال کے لئے بارگاہ رب العزت میں درخواست گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی درخواست قبول فرماتا، ان کی حوصلہ افزائی کرتا اور ان کے ایک ایک عمل کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ اوپر کی دعا کے جواب میں قرآن کہتا ہے:

فَاَسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي  
لَا اُضِيعُ عَمَلِ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مَّنْ  
ذَكَرَ اَوْ اُنْشَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ  
فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوا مِنْ  
دِيَارِهِمْ وَاُوْتُوا فِي سَبِيلِي وَا  
قَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَا اَكْفُرُنَّ عَنْهُمْ  
مِّيَاتِهِمْ وَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَابًا  
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الثَّوَابِ. (آل عمران: ۱۹۵)

تو ان کے رب نے ان کی دعا  
قبول فرمائی اس وعدے کے ساتھ کہ  
میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے  
کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ  
مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے  
سے ہو، سو جنہوں نے ہجرت کی اور جو  
اپنے گھروں سے نکالے گئے، ہماری  
راہ میں ستائے گئے، لڑے اور مارے  
گئے، میں ان سے ان کے گناہ دور کر  
دوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل  
کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری  
ہوں گی، یہ اللہ کے پاس سے ان کا  
بدلہ ہوگا اور بہترین بدلہ تو اللہ کے پاس

معا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب آگے شریعت الہی کی توضیح اور اس کی پابندی سے متعلق چند ہدایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ سورہ نساء کی ایک بڑی مشہور آیت ہے جو خطبہ نکاح کا جز بھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم اور اصولی شرعی ہدایات دی ہیں۔ سب سے پہلی

بات یہ فرمائی کہ پوری کائنات اللہ کی مخلوق ہے اس لئے اس میں کسی کو بھی اپنی مرضی سے کوئی حکم چلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے خالق نے اس سے استفادہ کے لئے جو اصول و قوانین بنائے ہیں ان کی روشنی میں ہی اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی نے اس میں من مانی کرنے کی کوشش کی تو وہ اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔

دوسری اہم ہدایت یہ دی گئی ہے کہ تمام نسل انسانی ایک ہی آدم اور حوا کا گھرانہ ہے اس لئے نہ کوئی کسی سے برتر ہے اور نہ کمتر۔ چنانچہ رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی قسم کے بھید بھاؤ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تیسری اہم ہدایت یہ دی گئی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حوا کو آدم ہی کی جنس سے بنایا ہے اس لئے جس طرح مرد ایک محترم ذات ہے اسی طرح عورت بھی محترم ہستی ہے۔ جس طرح ایک مرد کسی کا بیٹا، کسی کا بھائی، کسی کا شوہر اور کسی کا باپ ہے اسی طرح ایک عورت بھی کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی بیوی اور کسی کی ماں ہے اور یہ ساری حیثیتیں احترام و تقدس کی متقاضی ہیں۔

اور چوتھی اہم ہدایت یہ دی گئی ہے کہ رجمی رشتوں کی بڑی اہمیت ہے۔ ان رشتوں کے کچھ حقوق ہیں اور کچھ فرائض۔ اس لئے لوگوں کو صرف حقوق حاصل کرنے میں ہی چوکسی نہیں دکھانی چاہئے بلکہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں بھی مستعدی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

اب آیت ملاحظہ فرمائیے:

اے لوگو! اپنے اس رب سے	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ
ڈرو جس نے تم کو ایک ہی جان سے	الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ
پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا	خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا
پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت	رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ
سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور	الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ

اللّٰهُ كَانَ عَلَيكُمْ رَقِيبًا. ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے

(النساء: ۱) سے تم باہم دگر طالب مدد ہوتے ہو اور

رحمی رشتوں کا خاص خیال رکھو بے شک

اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

اس آیت کے بعد تنظیم معاشرہ سے متعلق مندرجہ ذیل بنیادی حقائق کا ذکر ہوا ہے:

۱۔ یتیموں کی کفالت مسلم معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔ اگر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ

ہونے کے لئے ان یتیموں کی ماؤں سے شادی کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو مندرجہ

ذیل شرطوں کے ساتھ ان سے شادی کی جاسکتی ہے:

(الف) عدل بین الازواج کو یقینی بنایا جائے گا۔

(ب) ان کے بھی مہر کی ادائیگی کی جائے گی۔

(ج) بیک وقت چار سے زائد بیویاں اپنی زوجیت میں نہیں رکھی جاسکتیں۔

۲۔ یتیموں کے مال کی حفاظت کی جائے اور اس کی حفاظت اس وقت تک کی جائے

جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں۔

۳۔ مال وراثت کی تقسیم کو یقینی بنایا جائے۔

۴۔ جو لوگ مال وراثت میں حق دار نہ ہوں لیکن وہ مختلف وجوہ سے ایک صاحب

مال کے مال سے فائدہ اٹھانے کے مستحق ہوں تو ان کو وصیت کے ذریعہ فائدہ پہنچایا

جائے البتہ وصیت میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ ایک تہائی مال سے زیادہ نہ ہو

تا کہ حق داروں کی حق تلفی نہ ہو۔

۵۔ جنسی انارکی اور صنفی آوارگی کی روک تھام کی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ بالغ اولاد کی شادی کر دی جائے اور رشتوں کی تلاش میں بے دار مغزی کا ثبوت دیا جائے۔

۶۔ جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوں انہیں کڑی سزا دی جائے تاکہ دوسروں کو اس

(آل عمران: ۱۴، ۱۵) ، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور

پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ کی  
خوشنودی ہوگی۔

اسی سورہ میں آگے چل کر یہ وضاحت بھی فرمادی کہ جن کا زاویہ نظر بدل جاتا ہے  
ان کے کردار میں صالح تبدیلی آ جاتی ہے، چنانچہ وہ اپنے پل پل کا جائزہ لیتے ہیں اور  
بارگاہ رب العزت میں دست بدعا رہتے ہیں کہ:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا  
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ رَبَّنَا  
اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ  
اُخْزِيْتُهُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ  
رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي  
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا  
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكْفِّرْ عَنَّا  
سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا وَ  
اٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا  
تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا  
تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

اے ہمارے رب! تو نے یہ  
کارخانہ عبث نہیں بنایا ہے، تو اس بات  
سے پاک ہے کہ کوئی عبث کام کرے۔  
سو تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔  
اے ہمارے رب! جس کو تو نے دوزخ  
میں ڈالا اس کو یقیناً تو نے رسوا کیا اور  
ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اے  
ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے  
والے کو سنا ایمان کی دعوت دیتے  
ہوئے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ تو  
ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب!

(آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۲) ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری

برائیوں کو ہم سے دور کر اور ہمیں اپنے وفادار بندوں کے ساتھ موت دے اور اے  
ہمارے رب! ہمیں عطا فرما وہ جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے  
اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (ترجمہ)



جو لوگ اپنا زاویہ نظر تبدیل کر کے اپنی اصلاح کے لئے فکر مند ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح احوال کے لئے بارگاہ رب العزت میں درخواست گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی درخواست قبول فرماتا، ان کی حوصلہ افزائی کرتا اور ان کے ایک ایک عمل کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ اوپر کی دعا کے جواب میں قرآن کہتا ہے:

فَاَسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي  
لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مَّنْ  
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ  
فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَاُخْرِجُوا مِنْ  
دِيَارِهِمْ وَاَوْثَرُوا فِي سَبِيلِي وَا  
قَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَا اَكْفُرُنَّ عَنْهُمْ  
مِّيَاتِهِمْ وَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتٍ  
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَابًا  
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ  
الثَّوَابِ. (آل عمران: ۱۹۵)

تو ان کے رب نے ان کی دعا  
قبول فرمائی اس وعدے کے ساتھ کہ  
میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے  
کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ  
مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے  
سے ہو، سو جنہوں نے ہجرت کی اور جو  
اپنے گھروں سے نکالے گئے، ہماری  
راہ میں ستائے گئے، لڑے اور مارے  
گئے، میں ان سے ان کے گناہ دور کر  
دوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل  
کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری  
ہوں گی، یہ اللہ کے پاس سے ان کا  
بدلہ ہوگا اور بہترین بدلہ تو اللہ کے پاس

معی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب آگے شریعت الہی کی توضیح اور اس کی پابندی سے متعلق چند  
ہدایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ سورہ نساء کی ایک بڑی مشہور آیت ہے جو خطبہ نکاح کا جز  
بھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم اور اصولی شرعی ہدایات دی ہیں۔ سب سے پہلی

سے عبرت ہو۔

۷۔ جو لوگ کسی کی عزت و ناموس کو داغدار کرنے کے لئے الزام یا بہتان تراشی کا سہارا لیں انہیں بھی عبرت ناک سزا دی جائے تاکہ کسی کو کسی کی عزت پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

۸۔ عورتیں مال وراثت نہیں ہیں کہ ان کے شوہروں کے انتقال کے بعد وہ بھی وارثوں میں تقسیم کی جائیں بلکہ وہ خود وارث ہیں اور ان کی حیثیت مستقل بالذات کی ہے۔  
۹۔ اگر کوئی بیوی اپنی شکل و صورت کے لحاظ سے شوہر کے لئے پرکشش نہ ہو تو اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کی جائے بلکہ اس کے اچھے اوصاف کو سامنے رکھ کر دل کو سمجھایا جائے اور بیوی کی قدر افزائی کی جائے۔

۱۰۔ اگر زوجین کا نباہ ممکن نہ ہو تو خوبصورتی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لی جائے لیکن اس علیحدگی میں شوہر کو اپنی مردانگی اور فتوت کا پورا خیال رکھنا چاہئے، اسے اپنی اس مطلقہ بیوی سے وہ مال واپس نہیں لے لینا چاہئے جو اس نے بحیثیت شوہر دیا تھا۔

۱۱۔ جن عورتوں سے رحمی رشتہ کے سبب قربت قریبہ حاصل ہو ان سے نکاح ہرگز نہ کیا جائے۔

۱۲۔ رضاعی بھائی بہنیں بھی حرمت میں حقیقی بھائی بہنوں کی طرح ہیں۔

۱۳۔ اپنی بیوی کی ان بیٹیوں سے بھی نکاح نہ کیا جائے جو اس کے پہلے شوہر سے ہیں۔

۱۴۔ اپنی بیویوں کے علاوہ کسی اور عورت کو اپنے جنسی تصرف میں ہرگز نہ لایا جائے۔

۱۵۔ لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہرگز نہ کیا جائے۔

۱۶۔ حرمت جان اور حرمت مال دونوں ناگزیر ہیں اس لئے نہ کسی کا مال ناحق لیا

جائے اور نہ کسی کی جان ناحق تلف کی جائے۔

۱۷۔ کسی کی حق تلفی یا اس پر ظلم سے یکسر گریز کیا جائے۔

۱۸۔ صرف بڑے بڑے گناہوں سے ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی

اجتناب کیا جائے کیوں کہ یہی چھوٹے چھوٹے گناہ بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب تک پہنچا دیتے ہیں اور یہیں سے عادت بگڑتی ہے۔

۱۹۔ گھر بھی ایک چھوٹی سی ریاست ہے، اس کا بھی ایک سربراہ ہونا چاہئے اور گھر کی سربراہی مرد ہی کر سکتا ہے کیوں کہ وہی اس کا اہل ہے۔

۲۰۔ نیک بیویاں وہ ہیں جو شوہر کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔

۲۱۔ میاں اور بیوی دونوں اپنے اپنے حقوق کے ساتھ اپنے اپنے فرائض کو بھی یاد رکھیں۔

۲۲۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے۔ یہ ان کا حق ہے۔

۲۳۔ قرابت داروں کے بھی حقوق ہیں اس لئے ان کی ادائیگی بھی لازم ہے۔

۲۴۔ مال داروں کے مال میں مسکین کا بھی حق ہے اس لئے انہیں ان کا حق دیا جائے۔

۲۵۔ پڑوسیوں کے بھی حقوق ہیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی بھی لازم ہے

پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں:

(الف) وہ پڑوسی جن کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق ہو۔

(ب) وہ پڑوسی جن کے ساتھ رشتہ داری کا کوئی تعلق نہ ہو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

(ج) وہ پڑوسی جو وقتی اور عارضی ہوں خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، جوان ہوں یا

بوڑھے، مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

ان سب کے ساتھ حسن سلوک ناگزیر ہے۔

۲۶۔ فخر و غرور حرام ہے۔

۲۷۔ بخل اور خست روائی نہیں ہے۔

۲۸۔ انفاق بہت مستحسن چیز ہے لیکن وہ ریا و نمود سے پاک ہو۔

۲۹۔ اقامت صلاۃ ضروری ہے کیوں کہ اسی سے انسانوں کے ان کے رب سے

تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

۳۰۔ شراب قطعی طور سے حرام ہے۔

۳۱۔ نشہ عقل کی نجاست ہے اور جنابت بدن کی۔ اس لئے دونوں سے اجتناب

لازم ہے۔

۳۲۔ نماز کی ادائیگی طہارتِ کامل کے ساتھ ہونی چاہئے یعنی نماز پاک بھی ہو اور

باوضو بھی۔

۳۳۔ اگر کسی وجہ سے غسل یا وضو ممکن نہ ہو تو دونوں کی جگہ پر تیمم سے کام چلایا جاسکتا ہے۔

۳۴۔ نبی پر طعن کی قطعی اجازت نہیں ہے۔

۳۵۔ اعمال سفلیہ مثلاً سحر و شعبدہ، ٹونا ٹوٹکا، فال گیری اور کہانت وغیرہ جیسی چیزیں

قطعاً حرام ہیں۔

۳۶۔ توحید ایک بنیادی فریضہ ہے اور ہر طرح کا شرک قطعی ناجائز اور حرام ہے۔

۳۷۔ حسد حرام اور ناجائز ہے۔

۳۸۔ امانت میں خیانت کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳۹۔ اولوالامر کی اطاعت واجب ہے۔

۴۰۔ اگر کسی مسئلہ میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو انہیں کتاب و

سنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور کتاب و سنت کے فیصلہ کو خوش دلی کے ساتھ قبول کرنا

چاہئے خواہ اس میں بظاہر نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

۴۱۔ اپنے نزاعی امور میں کتاب و سنت کے بجائے طاغوت سے رجوع ایمان کے

منافی ہے۔

۴۲۔ ہر طرح کے نفاق سے اجتناب ضروری ہے۔

۴۳۔ رسول کی تشریحی حیثیت کو تسلیم کیا جائے کیوں کہ وہ اللہ کی تشریحی حاکمیت کا

مظہر ہے۔

۴۴۔ رسول کا استغفار شفاعت کے درجہ میں ہے اس لئے اس زمرہ میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے جن کے لئے اللہ کے رسول نے استغفار فرمایا ہے۔  
۴۵۔ تحفظ دین و ایمان کی خاطر ہجرت کرنی پڑے تو بلا تامل ہجرت کی جائے اور اپنے دین و ایمان کو بچایا جائے۔

۴۶۔ اللہ کی راہ میں جہاد کی نوبت آئے تو اس سے جان نہ چرائی جائے۔

۴۷۔ گفتار اور کردار میں مطابقت پیدا کی جائے۔

۴۸۔ دنیا میں اگر کسی کو خیر پہنچتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت کے تقاضے سے پہنچتا ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یا تو وہ امتحان کے لئے ہوتی ہے یا پھر وہ اس کے اپنے کرتوت کا نتیجہ ہوتی ہے۔

۴۹۔ افواہوں پر کان نہ دھرا جائے۔

۵۰۔ سیاست اسلام سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی اسلام ہی کا ایک حصہ

ہے۔ اس لئے اسے بھی غلاظت سے پاک رکھا جائے۔

۵۱۔ امیر کی اطاعت لازم ہے البتہ اگر امیر کا کوئی حکم اللہ اور اس کے رسول کے

فرمان سے متصادم ہو تو اس کی مخالفت ضروری ہے۔

۵۲۔ امیر کو مامورین کے حقوق کا پاسدار ہونا چاہئے۔

۵۳۔ اسلامی معاشرہ میں سلام کی بڑی اہمیت ہے۔

۵۴۔ دارالکفر کے مسلمانوں کے کفر و ایمان کی کسوٹی ہجرت ہے بشرطیکہ وہاں

رہنے کی صورت میں ایمان محفوظ نہ ہو۔

۵۵۔ دارالحرب کے مخلص مسلمانوں کی جان کا تحفظ دارالاسلام کے مسلمانوں کے

لئے ضروری ہے۔

۵۶۔ قاتل سے قصاص لیا جائے۔ یہی قرین عدل ہے۔

۵۷۔ خوں بہا میں بھی عدل ضروری ہے۔

۵۸۔ سفر میں نماز قصر کی اجازت ہے۔

۵۹۔ نبی کا مقرر کردہ فریضہ عین اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے۔

۶۰۔ اہل ایمان کے معیار پسند و ناپسند کا اللہ کے معیار پسند و ناپسند کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

۶۱۔ مومن اور منافق کے درمیان امتیاز کے لئے کسوٹی قرآن ہے۔

۶۲۔ شرک ناقابل معافی جرم ہے۔

۶۳۔ اللہ کی ہدایت کے برخلاف کسی کی پیروی کرنا شرک ہے۔

۶۴۔ غیر اللہ کے نام کی نذریں ناجائز اور حرام ہیں۔

۶۵۔ امیر اور غریب سب کے ساتھ عدل ضروری ہے۔

۶۶۔ خواہش نفس کی پیروی ہدایت الہی کی ضد ہے۔

۶۷۔ اللہ کے ساتھ دھوکا کرنے والا خود دھوکے میں ہے۔

۶۸۔ مسلمانوں کے بالمقابل کفار سے دوستی دلیل کفر ہے۔

۶۹۔ جماعتی زندگی بہت ضروری ہے۔

۷۰۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا میں دین حق کی شہادت دی ہے اور آخرت میں

لوگوں کے اعمال و سلوک کی شہادت دیں گے۔

۷۱۔ شریعت میں صبر اور نماز کا درجہ بہت اونچا ہے۔

۷۲۔ تثلیث کا عقیدہ باطل ہے۔

۷۳۔ غلوفی الدین جائز نہیں۔ غلوفی الدین کا بڑا سبب استکبار ہے۔

اتنے سارے معاشرتی اصول و آداب جو شریعت الہی کا اہم جز ہیں محض ایک سورہ

”النساء“ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اسی پر باقی سورتوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ

سارے اصول و آداب شریعتِ الہی کی اہم دفعات ہیں، اگر شریعتِ الہی کی جزئیات سے تفصیلی بحث کی جائے تو کم از کم سورہ نساء کی طرح کا تجزیاتی مختصر مطالعہ ضروری ہوگا اس لئے اب ہم گفتگو کو سمیٹتے ہوئے شریعتِ الہی کی دو سب سے اہم ہدایات کا ذکر کر کے اس باب کو بند کریں گے۔

شریعتِ الہی کی سب سے اہم دو ہدایات ہیں:

۱۔ اقامتِ دین

۲۔ ملی اتحاد

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کو بھی ان دو ہدایات کی تلقین فرمائی ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین	شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا
مقرر کیا ہے جس کی ہدایت اس نے	وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا
نوح کو فرمائی اور جس کی وحی ہم نے	إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَ
تمہاری طرف کی اور جس کا حکم ہم نے	مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ
ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین کو	وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ.

(الشوریٰ: ۱۳) قائم کرو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔

اس آیت میں ان دونوں اہم ہدایات کو دیکھا جاسکتا ہے۔



## اقامتِ دین

اقامتِ دین کا مطلب یہ ہے کہ دین ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی سے متعلق جو اصول و قوانین متعین کرتا ہے پہلے تو ہمیں خود ان سے واقفیت ہو پھر ہم ان پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔ دین کے ان اصول و قوانین کی معرفت حاصل کرنے کا سب سے معتبر ذریعہ کتاب الہی قرآن مجید ہے پھر حامل کتاب الہی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق آپ ﷺ کا اسوہ ہے۔ اس لئے اقامتِ دین کے لئے سب سے پہلے تو ان دونوں بنیادی مصادر کا گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ ہونا چاہئے، انہی سے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عقائد، ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت اور سیاست سے متعلق کون کون سے ضابطے بنائے ہیں جن کی اقامت ہمارا فریضہ ہے اور جن پر عمل درآمد ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ہم سماج میں اقامتِ دین کر سکتے ہیں۔ زندگی کے ان تمام شعبوں سے متعلق معروفات اور منکرات کا پتہ لگا کر معروفات کو فروغ دینے اور منکرات کا قلعہ قمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اقامتِ دین کو ہمارا بنیادی فریضہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:



كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ  
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ. (آل عمران: ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو، تمہیں لوگوں کے لئے  
نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور  
منکر سے روکتے ہو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نبی کریم ﷺ کی اللہ کی طرف سے لائی ہوئی بہت  
اہم اور بنیادی تعلیم ہے۔ اسے تھوڑی سی وسعت دی جائے تو تین اوامر اور تین منہیات  
بننے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ  
وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ  
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
وَالْبَغْيِ. (النحل: ۹۰)

بے شک اللہ عدل اور احسان  
کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم  
دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی  
سے روکتا ہے۔

سطور ذیل میں ان تمام کی مختصر سی تشریح کی جاتی ہے۔

تین اوامر:

عدل:

عدل کا مطلب یہ ہے کہ جس کا جو حق ہو اسے وہ بے کم و کاست ادا کیا جائے خواہ وہ  
اللہ کا ہو یا اس کے بندوں کا۔ جہاں تک بندوں کے حقوق کا سوال ہے تو وہ بڑا تفصیلی  
موضوع ہے۔ اس موضوع کے تمام گوشوں کا احاطہ اس کتاب میں ممکن نہیں۔ پیچھے اس  
کے بعض گوشوں کا ذکر سورہ نساء کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ ایک نظر پھر ان پر ڈال لیجئے۔  
ان حقوق العباد کی بڑی جہتیں ہیں۔ والدین کے اولاد پر حقوق، اولاد کے والدین پر  
حقوق، شوہر کے بیوی پر حقوق، بیوی کے شوہر پر حقوق، پڑوسیوں کے پڑوسیوں پر  
حقوق، مسلمانوں کے مسلمانوں پر حقوق، غیر مسلموں کے مسلمانوں پر حقوق وغیرہ حقوق

العباد ہی کی مختلف جہات ہیں۔ ان میں سے بعض کا مختصر ذکر آگے احسان کے حوالہ سے آئے گا۔ جہاں تک اللہ کے اس کے بندوں پر حقوق کا معاملہ ہے تو ان کی بھی کئی جہتیں ہیں جن میں سے سب سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے بالفاظِ دیگر اللہ کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کا قولاً و عملاً اقرار کیا جائے جس کا قدرے تفصیل سے ذکر پیچھے گزر چکا ہے اب اگر کوئی شخص اللہ کی توحید کا قائل نہیں ہے تو قیامت کے روز اسے رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ  
اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو  
فَتَقَعَدَ مَذْمُومًا مَّخْلُوعًا  
شریک نہ کرو کہ سزاوار مذمت اور مستحق

(بنی اسرائیل: ۲۲) دھتکار ہو کر رہ جاؤ۔

آگے اس کی مزید وضاحت یوں فرمائی کہ:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا  
اور تیرے رب کا فیصلہ یہ ہے کہ  
إِلَّا إِيَّاهُ. (بنی اسرائیل: ۲۳)  
اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو۔

عدل یہی ہے کہ جس کا جو حق ہے اسے معلوم کر کے ادا کیا جائے بالخصوص اللہ کا جو مرتبہ اور مقام ہے اس کا پورا پورا خیال کیا جائے۔

احسان:

احسان کا مطلب یہ ہے کہ اہل حق کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان سے کریمانہ تعلق قائم کیا جائے اور ان کے ساتھ فیاضانہ و ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے۔ یہ کریمانہ تعلق اور فیاضانہ و ہمدردانہ سلوک یوں تو ہر کسی کے ساتھ ہونا چاہئے لیکن اس رویہ کے سب سے زیادہ مستحق والدین ہیں جس طرح عدل کا سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ ہے۔ کیوں کہ انسان کی پیدائش اور پرورش و پرداخت میں اللہ کے بعد سب سے اہم

کردار والدین کا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خصوصی سلوک کا حکم دیا ہے اور اس سلوک کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے فوراً بعد انہی کے حق کا ذکر کیا ہے البتہ یہاں ایک سوال ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے کہ والدین کے ساتھ سلوک کے لئے ان کے بڑھاپے کا حوالہ کیوں دیا گیا ہے؟ کیا بڑھاپے سے پہلے ان کے ساتھ یہ سلوک مطلوب نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب جاننا بہت ضروری ہے ورنہ والدین کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

دراصل والدین کو چونکہ کفالت کرنے کی عادت ہوتی ہے اس لئے جب تک وہ مجبور نہیں ہو جاتے معاشی خوش حالی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں یہی سبب ہے کہ زندگی کے بیشتر مراحل میں انہیں اولاد کی محتاجگی رہتی ہی نہیں، علاوہ ازیں جب تک وہ مجبور نہیں ہو جاتے اولاد خود ہی ان کا لحاظ کرتی اور ان کی طرف سے کلی بے اعتنائی نہیں برتی لیکن جب پیرانہ سالی کی وجہ سے ان کی تاب و توانائی باقی نہیں رہتی اور اولاد کی ان سے یافت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے تو بالعموم اولاد کا رویہ ان کے ساتھ سرد مہری کا ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے لئے ان کی زندگی کے اس مرحلہ کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہوگا کہ اس سے پہلے کے مراحل میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی اہمیت و ضرورت نہیں۔

والدین کے ساتھ سلوک و برتاؤ کے کیا آداب ہیں؟ ان کو جاننے کے لئے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں تین اہم ہدایات دی ہیں:

۱۔ ان کے ساتھ نہ تو بے دلی کا اظہار کیا جائے اور نہ عملی بے زاری کا۔

۲۔ ان کے ساتھ ہمدردی اور الفت کا برتاؤ کیا جائے۔

۳۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور ماں باپ کے ساتھ نہایت  
اچھا سلوک کرو اگر وہ تمہارے سامنے  
بڑھاپے کو پہنچ جائیں، ان میں سے  
ایک یا دونوں تو ان کو اف نہ کہو اور نہ  
جھڑکو اور ان سے شریفانہ بات کہو اور  
ان کے لئے رحم دلانہ اطاعت کے  
بازو جھکائے رکھو اور دعا کرتے رہو کہ  
اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا  
کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا  
پوسا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِنَّمَا  
يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ  
كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفٍّ وَلَا  
تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا  
وَإِخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ  
الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا  
كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا.

(بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

### ایتائے ذی القربی:

ایتائے ذی القربی کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرابت مند ہیں وہ محض رشتہ قرابت  
کی وجہ سے اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے اور ان کے  
مسائل کو حل کرنے کے لئے ان کی مدد کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ چونکہ ان کی کفالت کی کوئی  
قانونی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے ان کی غربت و افلاس سے اپنا کوئی لینا دینا نہیں۔ یاد  
رہے کہ جو لوگ قرابت داروں کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اللہ کے اوامر کو نظر انداز کرتے  
ہیں۔ ہر غریب قرابت دار کا اپنے امیر قرابت دار کے مال میں حق ہے۔ اگر مالدار  
قرابت دار اپنے غریب قرابت دار کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتا ہے تو وہ اپنا فرض ادا  
کرتا ہے اور اگر اس کو نظر انداز کرتا ہے تو اس کی حق تلفی کرتا ہے اور وہ اس حق تلفی کی وجہ  
سے عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

### تین منہیات:

یہ ہیں تین بنیادی اوامر۔ اب تین بنیادی منہیات کو دیکھئے۔ منہیات کے تعلق سے سب سے پہلا حکم الہی یہ ہے کہ فحشاء سے روکا جائے۔

### فحشاء:

فحشاء کھلی ہوئی بے حیائی اور برائی کو کہتے ہیں مثلاً زنا، اغلام بازی اور اس قبیل کی دوسری چیزیں۔ جس طرح اوامر میں سب سے پہلے عدل کا ذکر کر کے یہ تاثر دیا گیا کہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک کرنا سب سے بڑا جرم ہے کیوں کہ سب سے بڑی نا انصافی یہی ہے اسی طرح منہیات کے باب میں سب سے پہلے فحشاء کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا کہ برائیوں میں یہ برائی سب سے بڑی ہے۔ غالباً اسی لئے حضرت مسیحؑ کے اقوال میں یہ ذکر بہت ملتا ہے کہ وہ مشرکین کو ان عورتوں سے تشبیہ دیتے تھے جنہوں نے اپنے شوہروں کے ساتھ بے وفائی کی ہو۔ فحشاء ایک ایسی برائی ہے جس سے خاندان کا نظام ہی درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر سماج میں یہ بیماری عام ہو جائے تو نہ عزتیں محفوظ رہیں گی اور نہ نسب ہی خالص رہ جائے گا اور نہ خاندانی نظام میں امن و شانتی اور محبت و غم خواری ہی باقی رہ پائے گی۔ چونکہ یہ سب سے خطرناک سماجی برائی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کی بڑی سخت ہدایت دی ہے۔ فرمایا:

اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ بے

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَانَہُ کَانَ

شک یہ کھلی ہوئی بے حیائی اور بری راہ

فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيلًا.

(بنی اسرائیل: ۳۲) ہے۔

” لا تقربوا الزنا “ کے اسلوب کو سامنے رکھئے۔ یہ نہیں کہا کہ زنا نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا سے تو بچنا ہی ہے۔ محرکات زنا سے بھی اجتناب ناگزیر ہے۔ گویا اختلاط مرد و زن، عریاں تصاویر کی نمائش، فلم اور ڈانس، عورتوں کی لچک دار گفتگو، ان سے تنہائی میں ملاقات، ان کی خواب گاہوں میں بے تکلفی کے ساتھ آمد و رفت، زنان خانوں کا طواف، مخلوط تعلیم، عورتوں کا بے پردہ گھروں سے باہر نکلنا اور مردانہ مجالس اور محافل میں شرکت وغیرہ محرکات زنا ہیں۔ یہ وہ صورتیں ہیں جن سے جنسی جذبات بھڑکتے ہیں اور عزتوں کی نیلامی کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔

منکر:

یہ معروف کی ضد ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے کوئی اچھی سوسائٹی بہتر نہیں سمجھتی۔ مثلاً: ناجائز کسی کا قتل، کسی دوسرے کے مال میں خرد برد، بد عہدی، ناپ تول میں کمی بیشی، افواہ اور بدگمانی وغیرہ۔ یہ ایسی بیماریاں ہیں جن سے سماج میں اضطراب پیدا ہوتا ہے، باہمی محبتیں اور اخوتیں ٹوٹی ہیں اور دشمنی کا بیج دلوں میں پڑتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جس جان کو اللہ نے محترم	وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
ٹھہرایا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر حق پر اور	حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ
جو ظلماً قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی	مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيَّهِ سُلْطٰنًا
کو اختیار دے دیا ہے پس وہ قتل میں	فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ
حد سے تجاوز نہ کرے کیوں کہ اس کی	مَنْصُورًا وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ
مدد کی گئی ہے اور یتیم کے مال کے	إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
قریب بھی نہ پھٹکو مگر اس طریقہ سے جو	أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ
اس کے حق میں بہتر ہو یہاں تک کہ وہ	كَانَ مَسْئُولًا وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا

اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور عہد  
کو پورا کرو کیوں کہ عہد کی بابت پرش  
ہونی ہے اور جب تم ناپو تو ناپ پوری  
رکھو اور وزن صحیح ترازو سے کرو یہی بہتر  
اور مال کار کے اعتبار سے خوب تر ہے  
اور اس چیز کے درپے نہ ہوا کرو جس کا  
تمہیں کوئی علم نہیں کیوں کہ کان، آنکھ  
اور دل ہر ایک کے بارے میں پوچھا  
جائے گا۔

كَلْتُمْ وَ زِنُوا بِالْقِسْطِ  
الْمُسْتَقِيمِ . ذَلِكُمْ خَيْرٌ  
وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ  
لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ  
وَالْفُرَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ  
مَسْئُولًا .

(بنی اسرائیل: ۳۳، ۳۶)

نبی

نبی سرکشی اور اپنے زور و اثر کے ناجائز استعمال کو کہتے ہیں۔ اس برائی میں مبتلا افراد  
بالعموم مغرور و متکبر ہوتے ہیں، انہیں اپنا وہ زور و اثر تو نظر آتا ہے جو اس وقت انہیں  
حاصل ہوتا ہے لیکن یہ بالکل ہی یاد نہیں رہتا کہ اولاً یہ زور و اثر عارضی ہے، دائمی نہیں  
ہے۔ ثانیاً اگر ان سے زیادہ زور و اثر والا آدمی سامنے آجائے تو ان کا کیا بنے گا؟ اس لئے  
اس کردار کے حامل انسان کو احمق کہنا زیادہ موزوں ہوگا، اس کی حماقت اور بے عقلی ہی  
ہے کہ وہ زمین پر پاؤں پٹخ کر چلتا ہے اور اپنے پیروں کی دھمک سے جھوٹا رعب جمانا  
چاہتا ہے۔ ایسے کردار کے حاملین کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ  
مَرْحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ  
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طَوْلًا كُلُّ ذَلِكُمْ  
اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ نہ تم  
زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کے  
طول کو پہنچ سکتے ہو ان ساری باتوں کی

كَانَ مَيْثُوهُ عِنْدَ رَبِّكَ  
مَكْرُوهًا.  
برائی تمہارے رب کے نزدیک  
نہایت ناپسندیدہ ہے۔

(بنی اسرائیل: ۳۷، ۳۸)

جرم نبی کی شاعت ہی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ  
عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ. (يونس: ۲۳)  
اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم  
پر آ کر رہے گا۔

(۲۳)

یہ ہیں وہ اوامر و منہیات الہی جن کی تبلیغ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول  
حضرت محمد ﷺ پر ڈالی تھی۔ اگر ان اوامر و منہیات کا خیال رکھا جائے تو سماج سے وہ برائی  
ختم ہو سکتی ہے جس کو ختم کرنے کے لئے ہی اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی تھی۔ یہ وہ  
ہدایات ربانی ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان میں سے ہر  
ہدایت اپنے اندر بڑی حکمت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ  
رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ.  
اے نبی! یہ حکمت کی ان باتوں  
میں سے ہیں جو اللہ نے تمہاری طرف

(بنی اسرائیل: ۳۹) وحی کی ہیں۔

جہاں تک ان ہدایات کے واضح ہونے کا معاملہ ہے تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش ہی  
نہیں کہ یہ بہت واضح اور صاف ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی ان کی دعوت میں کوئی  
کوڑ کسر نہیں اٹھا رکھی ہے لیکن دنیوی مفادات اس طرح کی ہدایات کے لئے پہلے بھی  
حجاب بنتے رہے ہیں اور اب بھی بن رہے ہیں۔ جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور  
اپنے دنیوی مفادات کے لئے لوگوں کی راہیں روکتے اور ان میں کجی پیدا کرتے ہیں  
اس دعوت کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے خطاب کر۔



ہوئے فرمایا:

الرِّبِّيَّ اِيك كِتَاب هِي جَسِي هَم نِي  
 تَمِهَارِي طَرَف نَازِل كِيَا هِي تَا كِه تَم  
 لُوْغُوْن كُو تَارِيكِيُوْن سِي نَكَال كِر رُوْشَنِي كِي  
 طَرَف لَا اُوْان كِي رِب كِي اِذِن سِي  
 ، خِدَايِي عَزِيْز وَ حَمِيْد كِي رَا سَتِه كِي طَرَف  
 ، اِس اللّٰه كِي رَا سَتِه كِي طَرَف جُو  
 آ سَمَانُوْن اُوْر زَمِيْن كِي تَمَام چِيْزُوْن كَا  
 مَالِك هِي اُوْر كَا فِرُوْن كِي لِيْئِي اِيك  
 عَذَاب شَدِيْد كِي تَبَا هِي هِي ، اِن كِي  
 لِيْئِي جُو دُنْيَا كِي زَنْدَكِي كُو اَخْرَتِ پَر تَرْجِيح  
 دِيْتِي هِي اُوْر اللّٰه كِي رَا ه سِي رُو كَتِي  
 هِي اُوْر اِس مِيْل كِي پِيْدَا كِر نَا چَا هَتِي هِي  
 ، يِهِي لُوْگ هِي جُو دُوْر كِي گِر هِي مِيْل جَا  
 پَرِي هِي -

الرِّبِّيَّ اِيك كِتَاب اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ  
 النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ  
 بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيْزِ  
 الْحَمِيْدِ اللّٰهِ الَّذِي لَهٗ مَا فِي  
 السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَ  
 وَيَلُ لِّلْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ  
 الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا  
 عَلٰى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ  
 سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَغْوُنَهَا عِوَجًا  
 اُولٰٓئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيْدٍ.

(ابراهيم: ۱-۳)



## ملی اتحاد

اقامت دین ملی اتحاد کے بغیر ممکن نہیں۔ کیوں کہ جب تک افراد کا فکر اور ان کا عقیدہ و عمل اجتماعی قوت کی شکل اختیار نہ کرے، ان کی برکات ظہور پذیر نہیں ہوتیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ ہدایت فرمائی کہ دین قائم کرو وہیں یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اس میں باہم اختلاف نہ پیدا کرو۔

اتحاد کی بڑی اہمیت ہے، دنیا کا کوئی بڑا کام اجتماعی کوششوں کے بغیر انجام نہیں پاسکتا، پھر بھلا ایسا کام جو پوری دنیا میں کرنا ہے اس کے بغیر کیسے انجام پاسکتا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے جس اتحاد کی دعوت دی ہے وہ محض کسی ایک نکتہ یا چند نکتوں پر انسانی اتحاد کی دعوت نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں انسانی اتحاد کی دعوت ہے۔ اور چونکہ یہ اتحاد کچھ بنیادی اصولوں پر مبنی ہے اس لئے یہ اتحاد ان بنیادی اصولوں کو تسلیم کرنے والے تمام لوگوں کا اتحاد ہے۔ چنانچہ اسے ملی اتحاد کہنا زیادہ موزوں ہے۔ یہ ملی اتحاد دین کی بنیاد پر ہوگا، ذات یا نسل کی بنیاد پر نہیں، اس لئے اس اتحاد میں ان تمام لوگوں کی شمولیت ناگزیر ہے جو ایک اللہ، ایک رسول، ایک کتاب ہدایت اور ایک دین کے قائل ہوں۔ یہ اتحاد علاقائی سطح پر بھی مطلوب ہے اور ضلعی سطح پر بھی، صوبائی سطح پر بھی

مطلوب ہے اور ملکی سطح پر بھی اور پھر بین الاقوامی سطح پر بھی۔ اس قسم کا اتحاد پیدا کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کو خدائی منشور کے طور پر تسلیم کریں پھر وہ منشور جس قسم کی اجتماعی زندگی کا حکم دے اس کا اہتمام کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کی بنیاد پر جس سماج کی تشکیل کی تھی اس میں گھر کے لوگ بھی تھے اور علاقے کے لوگ بھی۔ اپنے ملک کے لوگ بھی تھے اور دوسرے ملکوں کے لوگ بھی۔ اس کے ممبر مکہ کے ابو بکر و عمر بھی تھے اور مدینہ کے اسید و معاذ بھی، روم کے صہیب بھی تھے اور فارس کے سلمان بھی، اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے عثمان بھی تھے اور غلام زید بھی۔ گورے مصعب بھی تھے اور کالے بلال بھی، لیکن جب یہ لوگ ایک ملی اتحاد کا حصہ بن گئے تو نہ کوئی داخلی رہانہ کوئی خارجی، نہ کوئی آقا رہانہ کوئی غلام، نہ کوئی گورا رہانہ کوئی کالا۔ اس خدائی منشور کی بنیاد پر فکری و عملی اتحاد سے پہلے انتہائی خطرناک حد تک انتشار تھا۔ خاندان خاندان سے متصادم تھا، قبیلہ قبیلہ سے برسر پیکار تھا اور ملک ملک سے برسر جنگ۔ نہ جان محفوظ تھی، نہ عزت و ناموس اور نہ جائیداد و املاک، آج بھی عالمی سطح پر جو انتشار اور خونی کھیل نظر آ رہا ہے اس کی وجہ یہی فکری و عملی انتشار ہے۔ خود مسلمانوں میں بھی جو مذہبی منافرت اور مسلکی جنگ ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری اور منشور الہی سے مہجوری ہے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی طرف سے اتحاد کا جو پیغام لے کر آئے تھے وہ یہی تھا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا.  
اور سب لوگ مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں

(آل عمران: ۱۰۳) اختلاف نہ کرو۔

اور اس اتحاد کی برکت ان لفظوں میں بیان فرمائی:

اور اپنے اوپر اللہ کے اس فضل کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے بالکل کنارے کھڑے تھے تو اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی ہدایات واضح کرتا ہے تاکہ تم راہ یاب ہو۔

وَ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ .  
(آل عمران: ۱۰۳)

یہ اتحاد اسی وقت ممکن ہو پائے گا جب نیکیوں کی طرف دعوت یعنی امر بالمعروف اور برائیوں سے بچنے کی تلقین یعنی نہی عن المنکر کا فریضہ انجام پاتا رہے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے اتحاد سے متعلق اتنی واضح ہدایات لے کر نہ آئے ہوتے اور لوگ اتحاد کی اہمیت نہ سمجھ پاتے تو معاملہ شاید زیادہ سنگین نہ ہوتا لیکن اتنی واضح ہدایات کے باوجود اگر خود کلمہ گو افراد کے اندر اتحاد پیدا نہ ہو سکے تو انہیں پسپائی اور رسوائی سے کون بچا سکتا ہے؟ ہمیں قرآن کی وہ آیات نگاہوں کے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ دراصل فلاح پانے

وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَلَا تَكُونُوا

والے ہیں اور ہاں ان لوگوں کی  
طرح نہ ہو جانا جو منتشر ہو گئے اور باہم  
اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے  
پاس واضح ہدایات آچکی تھیں اور یہی  
ہیں جن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ  
مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ  
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ.  
(آل عمران: ۱۰۴، ۱۵)

مسلمی اور جماعتی اختلاف ان امور میں تو ہو سکتا ہے جو اجتہادی ہیں لیکن قطعی امور  
میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں، اگر اجتہادی امور میں اختلاف ہو تو یہ زیادہ خطرناک  
نہیں کیوں کہ ہر ایک کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت الگ الگ ہے۔ اس قسم کے اختلافات  
فروع میں ہوتے ہیں اصول میں نہیں۔ اس کے باوجود مسلمی اور جماعتی تصادم پوری دنیا  
میں ہے جو بالکل ہی ناقابل فہم ہے۔

ہر مسلک اور جماعت کے افراد کو یہ حق ہے کہ اگر وہ دین کے بنیادی امور کو تسلیم  
کرتے ہیں تو فروعی معاملات میں اپنے مسلک یا جماعت کو زیادہ اقرب الی الصواب  
قرار دیں لیکن دوسروں کی تنقیص، بیخ کنی اور ان کے وجود سے کھلواڑ کی اجازت کہاں  
سے مل گئی؟ ان تمام مسالک اور جماعتوں کے علماء اور قائدین کو اس سلسلہ میں سنجیدگی  
کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔ مسلمی اور جماعتی اختلافات کے باوجود ملی اتحاد کی راہیں موجود  
ہیں لیکن قرآن سے دوری کی وجہ سے وہ نظر نہیں آرہی ہیں۔

اس وقت ملت کے جو افراد اتحاد کے خواہاں اور اس کے لئے کوشاں ہیں وہ مسلمانوں  
اور جماعتوں کے جھگڑے کو پر اپنا جھگڑا سمجھ کر نظر انداز نہ کریں بلکہ اتحاد کے لئے ذہنوں کو  
ہموار کریں اور جوں ہی ذہن ہموار نظر آئے اس تصادم کو ختم کرنے کی کوشش کریں، اس  
سلسلہ میں قرآن مجید کی ان ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جن پر عمل پیرا ہو کر اللہ  
کے رسول ﷺ نے اپنے عہد میں مسلمانوں کے جھگڑے چکائے۔ قرآن کہتا ہے:

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ  
الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَأُضْلِحُوا  
بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغْتُ إِحْدَاهُمَا عَلَى  
الْآخَرَىٰ فَفَاتِلُوا الَّتِي تَبَغَىٰ حَتَّىٰ  
تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنَّ فَائِثًا  
فَأُضْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ  
أَقْسَطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ  
الْمُقْسِطِينَ.

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس  
میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ  
پس اگر ایک دوسرے پر تعدی کرے تو  
اس سے جنگ کرو جو تعدی کرے  
تا آنکہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف  
رجوع کرے، پس اگر وہ رجوع کر  
لے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ  
صلح کراؤ اور ٹھیک ٹھیک انصاف کرو  
بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو  
محبوب رکھتا ہے۔

(الحجرات: ۹)

اس آیت سے مندرجہ ذیل اجتماعی اصول نکلتے ہیں:

۱۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان کی اس لڑائی کو سنجیدگی کے ساتھ لیں اور بیچ میں پڑ کر صحیح صورت حال معلوم کریں اور دونوں کو اس بات کے لئے آمادہ کریں کہ ان کے درمیان مصالحت کی جو کوشش کی جا رہی ہے اسے تسلیم کریں۔

۲۔ فیصلہ میں خاندانی یا جماعتی عصبیت کو آڑے نہ آنے دیں بلکہ عدل کا جو تقاضا ہو اسے پورا کریں۔

۳۔ اگر کوئی فریق مالی، افرادی یا سیاسی قوت کے بل بوتے پر سرکشی دکھائے اور اس فیصلہ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے اور سارے مسلمان اس سے راہ و رسم بند کر دیں، ساتھ ہی متحد ہو کر اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں اور اس وقت تک اس کے ساتھ یہی رویہ رکھیں جب تک وہ ہتھیار ڈال نہ دے۔

۴۔ اگر دونوں فریق مصالحت کے لئے تیار ہو جائیں تو ان کے درمیان مصالحت عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کرائی جائے تاکہ فریقین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔  
۵۔ اگر کوئی فریق شروع میں مصالحت کے لئے آمادہ نہ ہو لیکن سماجی بائیکاٹ اور مسلمانوں کے متحدہ محاذ کا مقابلہ کرنے کی ہمت اپنے اندر نہ پا کر مصالحت کے لئے تیار ہو جائے تو اس کے ابتدائی انکار کو بنیاد بنا کر اس پر کوئی زیادتی نہ کی جائے بلکہ عدل کے مطابق ہی ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔

۶۔ مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائیوں کے اختلافات و نزاعات سے لاتعلق رہیں۔

۷۔ ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ جماعت یا پارٹی کی بنیاد پر اپنے لوگوں کے ہر جائز و ناجائز کا دفاع کریں۔

ان میں سے بعض احوال تو ایسے ہیں جن کو جماعتی یا مسلکی جھگڑوں میں اختیار کرنا ممکن نہیں ہوگا لیکن بعض احوال بہر حال ایسے ہیں جن کو ان جھگڑوں میں بھی اپنایا جاسکتا ہے اور ان کی مدد سے ملی اتحاد کی کوششیں کی جاسکتی ہیں۔

موجودہ ملکی یا بین الاقوامی حالات کے پیش نظر یہ توقع تو نہیں کی جاسکتی کہ تمام مسلمانوں کو ان الہی ہدایات کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن کم از کم علماء کے اندر اس تعلق سے بیداری تولائی ہی جاسکتی ہے جو ملی انتشار کو ختم کرنے میں معاون ہو سکتی ہے۔

اس حوالہ سے مسلمانوں میں بیداری لانے کے لئے دو کام بہت اہم ہیں:

۱۔ لوگوں کو کتاب الہی پڑھائی جائے، اس کے دروس کا اہتمام کیا جائے، مساجد میں بھی قرآن ہی پڑھ کر سنایا جائے، اس کے قوانین اور احکام بیان کئے جائیں اور مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ قرآنی احکام و قوانین کے بغیر نہ اتحاد ملی ممکن ہے اور نہ صحیح اسلامی زندگی۔

۲۔ نماز باجماعت کے اہتمام کی کوشش کی جائے اور ہر کلمہ گو کو مسجد سے جوڑا جائے اور نماز کے حوالہ سے امیر کے فرائض اور مامورین کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے ساتھ ہی انہیں بتایا جائے کہ فواحش اور منکرات سے بچنے کے لئے نمازوں کا اہتمام ضروری ہے۔

یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سپرد کئے تھے اور آپ ﷺ نے ان دونوں کاموں کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا تھا۔ قرآن کہتا ہے:

أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ  
الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ  
تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ  
مَا تَصْنَعُونَ.

اے نبی! تم اس کتاب کی تلاوت کرو جس کی وحی تمہاری طرف کی گئی ہے اور نماز کا اہتمام کرو بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور

(العنکبوت: ۴۵) اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اسی طرح اس حوالہ سے ملت کے دردمند افراد کو یہ کام بھی کرنا ہے کہ ہر صاحب ایمان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی اولاد اور متعلقین کی تربیت کا خیال رکھیں گے کیوں کہ اس کے بغیر نہ گھر کا شیرازہ متحد ہو سکتا ہے اور نہ جماعت کا اور اگر گھر اور جماعت ہی کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو ملی اتحاد کی حیثیت ایک خواب سے زیادہ نہیں رہ جائے گی، اولاد اور متعلقین اگر ہم فکر و ہم خیال نہ ہوں تو یہ بجائے خود ایک بڑی اذیت ہے اور راہ ارتقاء کی ایک بہت بڑی رکاوٹ۔

یہ تو دنیا کی بات ہے آخرت میں بھی اولاد اور ذریت کی معیت کے بغیر آسائش ادھوری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو نیک لوگ دنیا میں اپنی اولاد اور متعلقین کی تربیت کا بھی اہتمام کریں گے اگر جنت میں ان میں سے کسی کا درجہ دوسرے



سے نیچا رہا تو ایک کی خاطر دوسرے کو بھی ترقی دے کر اس کا ہم رتبہ بنا دیا جائے گا تاکہ اہل تعلق سے دوری کی کسک نہ رہ جائے۔ فرمایا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ:

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ان کے ساتھ ہم ان کی اولاد کو بھی جمع کر دیں گے اور ان کے عمل میں سے ذرا بھی کمی نہیں کریں۔

(الطور: ۲۱)

گے۔

سماج میں جب کوئی برائی یا کمزوری اجتماعی شکل اختیار کر لیتی ہے اور ہمہ گیر ہو جاتی ہے تو اجتماعی شعور کی بیداری کی ضرورت پڑتی ہے اور ایسی صورت میں دعا بھی اجتماعی ہی اثر کرتی ہے۔ چونکہ اس وقت ملی انتشار ہمہ گیر ہے اس لئے تمام اہل ایمان بالخصوص علماء و قائدین کو پہلے بیداری کا ثبوت دینا ہوگا اور اب تک کی غفلتوں پر اجتماعی توبہ کرنی ہوگی۔ جیسا کہ ایک خاص موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا:

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

اے ایمان والو! سب لوگ مل کر

اللہ سے توبہ کرو شاید فلاح پاؤ۔

(النور: ۳۱)

اگر واقعی احساس ندامت ہو اور اپنی کوتاہیوں پر اللہ سے سچی توبہ کی جائے تو وہ ضرور توبہ قبول فرمائے گا اور موجودہ ملی حالت کی ناگفتنی کو بہتر صورت حال سے بدل دے گا جیسا کہ عہد رسالت مآب ﷺ میں جب مسلمانوں کی ایک کمزوری پر اللہ تعالیٰ نے انہیں احساس دلایا تو ان کا احساس ندامت بیدار ہوا اور اپنی کمزوریوں پر اس سے تائب ہوئے جو اب میں اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمانے کا مشردہ سنایا۔ فرمایا:

وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ .  
اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔  
(المجادلة: ۱۳)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ  
الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ  
نَصِيرًا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَحُوا  
وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا  
دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ  
الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ  
الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا .  
منافقین جہنم کے سب سے نچلے  
طبقہ میں ہوں گے اور تم ان کا کوئی  
مددگار نہ پاؤ گے اور جنہوں نے توبہ اور  
اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام  
لیا اور اپنی اطاعت اللہ کے لئے خالص  
کر لی وہ ایمان والوں کے ساتھ ہوں  
گے اور اللہ ایمان والوں کو اجر عظیم عطا  
فرمائے گا۔  
(النساء: ۱۳۵، ۱۳۶)



## اطاعتِ رسول

دعوتِ دین کا تیسرا اہم اور بنیادی رکن اطاعتِ رسول ہے۔ رسول دنیا میں صرف اس لئے نہیں آتا کہ وہ لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز بن جائے بلکہ وہ اصلاً اس لئے آتا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرے اور لوگ اس کی کامل اطاعت کریں، اس کی زندگی کو اپنے لئے اسوہ اور نمونہ بنائیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا  
لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ.  
اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس  
لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی  
(النساء: ۶۴) اطاعت کی جائے۔

اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ ایک تو اللہ نے اسے بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، اسکی بات مانی جائے، اس کے حکموں پر چلا جائے اور اسکی زندگی کو اپنے لئے اسوہ بنایا جائے، دوسرے اس کا ہر حکم اللہ کا حکم، اسکی ہر تعلیم اللہ کی تعلیم اور اسکی دعوت دراصل اللہ کی دعوت ہے، مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمُ.  
اور اللہ کو یاد کرو اس طرح جس طرح  
(البقرة: ۲۳۹) اس نے تم کو سکھایا ہے۔

اللہ کو یاد کرنے کی بہت ساری شکلیں ہیں اور ہر شکل میں اللہ کو یاد کرنا ہے لیکن اسکی یاد کا سب سے اعلیٰ مظہر نماز ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس کی یاد کے اس مظہر کو اختیار کرے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا صورت ہوگی؟ نماز کا جو طریقہ تو اتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ ہی کا بتایا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کی نشان دہی پورے قرآن میں کہیں نہیں کی ہے۔ اب اگر اللہ کے سکھائے ہوئے طریقہ کے مطابق نماز پڑھنی ہے تو اسے کہاں تلاش کریں؟ ظاہر ہے کہ وہ رسول ﷺ ہی سے معلوم ہوگا تو گویا رسول کا طریقہ نماز کو سکھانا اللہ کا سکھانا ہوا، اس لئے ماننا پڑے گا کہ رسول کی تعلیم فی الواقع اللہ ہی کی تعلیم ہے۔

اسی طرح نبی یا رسول اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے اور قوم کو سردار کی اطاعت کرنی ہے، اگر سردار کی اطاعت نہ کی جائے تو سمجھا جائے گا کہ قوم اسے سردار نہیں مانتی، خواہ زبان سے اس کا ذکر کتنا ہی زیادہ کیوں نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کو جب حضرت یحییٰ کی صورت میں فرزند کی بشارت دی تو حضرت یحییٰ کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی بتائی کہ وہ سردار ہوں گے۔ فرمایا:

أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ  
مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَ سَيِّدًا وَّ  
حَصُورًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ.  
کہ اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمہ کے مصداق، سردار، لذت دنیا سے کنارہ کش اور زمرہ صالحین میں سے بنی ہوں گے۔ (آل عمران: ۳۹)

پھر چونکہ نبی ہر لحاظ سے معیار اور کسوٹی ہوتا ہے اس لئے بھی اس کی اطاعت ضروری ہے۔ رسول ﷺ کے معیار ہونے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کبھی غیر متوازن نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ اگر کبھی اللہ کا رسول حد مطلوب سے متجاوز ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے فوراً ٹوکا ہے۔ حالانکہ اگر کوئی رسول حد مطلوب سے متجاوز بھی ہوتا ہے تو

کسی جذبہ خیر کے تحت ہی ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ معیار ہے اس لئے اسکا متوازن رہنا ضروری ہے، مثلاً دیکھئے کہ جب معاندین اسلام نے رسول اللہ ﷺ کو زچ کرنے کے لئے ان سے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ آپ بھی گزرے ہوئے انبیاء کی طرح کوئی معجزہ دکھائیے تو ہم آپ کی دعوت پر غور کر سکتے ہیں۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ کی خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی حسی معجزہ عطا فرمادے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ انبیائے سابقین کو تو حسی معجزات دئے گئے تھے لیکن کیا معاندین اسلام ایمان لے آئے؟ دیکھو! یہ ایمان لانے کے لئے تم سے معجزہ کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہیں زچ کرنے کے لئے وہ تمہارے سامنے اس طرح کے مطالبات کر رہے ہیں اس لئے تمہیں ان کے اس طرح کے مطالبات پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں مگر چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کو ان کا اعراض بہت گراں گزر رہا تھا اس لئے آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ کوئی حسی معجزہ دے ہی دیا جائے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اس طرح کا کوئی حسی معجزہ دینا نہیں چاہتا تھا اس لئے جب اللہ کے رسول ﷺ کی خواہش بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ:

وَإِنْ كَانَ كُبْرَ عَلَيْكَ  
إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ  
تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلْمًا  
فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ  
اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا  
تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ إِنَّمَا  
يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ  
وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ  
يُرْجَعُونَ. (الانعام: ۳۵، ۳۶)

اور اگر ان کا اعراض تم پر بڑا  
گراں گزر رہا ہے تو اگر تم زمین میں  
کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ  
ڈھونڈ سکو کہ ان کے پاس کوئی نشانی  
لا دو تو کر دیکھو، سنو! اگر اللہ چاہتا تو ان  
سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، پس تم  
جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں  
میں سے نہ بنو، بات وہی مانیں گے جو  
سنتے اور سمجھتے ہیں، رہے یہ مردے تو

اللہ ان کو اٹھائے گا پھر یہ اسی کی  
طرف لوٹائے جائیں گے۔

رسول کی اطاعت اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول فطرت کو اجاگر کرنے آتا ہے۔  
اس کی ہر تعلیم فطرت کا تقاضا ہوتی ہے اسی لئے صالح طبیعت کے لوگوں کو رسول کی دعوت  
اپنے ہی دل کی صدا معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ  
النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ  
ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ  
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ.

پس تم اپنا رخ دین حنیفی کی  
طرف کر لو بالکل یکسو ہو کر اور اس دین  
فطرت کی پیروی کرو جس پر اللہ نے  
لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی فطرت کو  
تبدیل کرنا جائز نہیں ہے یہی سیدھا

(الروم: ۳۰) دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

رسول کی اطاعت اس لئے بھی کی جانی چاہئے کہ وہ انسانوں کو ان کی اصل منزل کا  
سراغ دینے آیا ہے، انسان اس دنیا میں ایک مسافر ہے، اس کی اصل منزل آخرت ہے  
اور رسول جس کتاب ہدایت کو لے کر آیا ہے اس کی تعلیمات میں ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ:

يَأْتِيهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ  
كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَذَّحًا فَمَلَأْ قِيهِ  
فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ  
فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يَّسِيرًا  
وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا وَأَمَّا  
مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ  
فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا وَيَصْلِيٰ

اے انسان! تو کشاں کشاں  
اپنے رب کی طرف جا رہا ہے اور اس  
سے لازماً ملے گا تو جس کو اس کا نامہ  
اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا  
جائے گا اس کا حساب تو آسان ہوگا  
اور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش  
لوٹے گا البتہ وہ جس کا نامہ اعمال اس

سَعِيرًا إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا  
 إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَّحُورَ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ  
 كَانَ بِهِ بَصِيرًا.

(الانشقاق: ۶، ۱۵)

کے پیٹھ پیچھے ہی سے تھما دیا جائے گا تو  
 وہ موت کی دہائی دے گا اور جہنم میں جا  
 پڑے گا وہ دنیا میں اپنے لوگوں میں مگن  
 رہا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اسے کبھی اپنے  
 رب کی طرف لوٹنا نہیں ہوگا، کیوں  
 نہیں! لوٹنا تو ہے اس کا رب اس کی  
 اچھی طرح نگرانی کر رہا تھا۔ (کیا یہ  
 نگرانی بلاوجہ تھی؟)

یہ ہیں وہ حقیقتیں جن کے پیش نظر رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ  
 تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ  
 تُرْحَمُونَ. (النور: ۵۶) پر رحم کیا جائے۔

بیشتر مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا ذکر اپنی اطاعت کے ساتھ ہی  
 کیا ہے۔ اس سے اطاعت رسول کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہیں تو اس اطاعت  
 سے گریز کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
 فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
 الْكَافِرِينَ.

اے نبی! کہہ دو کہ اللہ کی  
 اطاعت کرو اور رسول کی اب اگر یہ  
 اعراض کریں تو یاد رکھیں کہ اللہ کافروں  
 کو دوست نہیں رکھتا۔

(آل عمران: ۳۲)

کہیں اس اطاعت کو لازمہ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ.  
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

(الانفال: ۱)

اور کہیں یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم اطاعت نہیں کرو گے تو خود بھگتو گے، رسول کی ذمہ داری صرف اس پیغام کو پہنچا دینے کی ہے اور بس۔ فرمایا:

وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ احْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَي رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.  
اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ڈرو پس اگر تم نے اعراض کیا تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف واضح طور سے پہنچا دینے کی ذمہ داری

(المائدة: ۹۲) ہے اور بس۔

اور متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے خود رسول کی زبانی یہ اعلان کرایا کہ میری اطاعت کرو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے، فرمایا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُونِ.  
تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت

(آل عمران: ۵۰) کرو۔

یہی بات سورۃ الشعراء آیات: ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۵۰، ۱۶۳، اور ۱۷۹ میں اور الزخرف: ۶۳ اور نوح: ۳ میں بھی ہے۔

ان آیات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اطاعت رسول کی کتنی اہمیت ہے۔





## دعوت کے تدریجی مراحل

جس طرح رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے تین بنیادی ارکان ہیں اسی طرح اس کی دعوت کے تین تدریجی مراحل بھی ہیں۔ پہلا مرحلہ انذار کا ہے، دوسرا اعلان عام مع طلب نصرت کا ہے اور تیسرا اتمام حجت اور تکمیل دین کا ہے۔ تمام نبیوں اور رسولوں کی دعوت کے یہی تین مراحل رہے ہیں۔ ان تینوں مراحل کو ایک ہی جگہ سورہ نوح میں حضرت نوح کی دعوت کے حوالہ سے اکٹھا دیکھا جاسکتا ہے، جہاں تک اللہ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی دعوت کے تدریجی مراحل کے بیان کا تعلق ہے تو وہ پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سطور ذیل میں ان پر تھوڑی سی گفتگو کی جا رہی ہے:

### پہلا مرحلہ:

جب کسی قوم کا اخلاقی فساد اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ اس میں خیر و شر کی تمیز باقی نہیں رہ جاتی تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر اپنا رسول بھیج کر سب سے پہلے انہیں خیر و شر کی پہچان کراتا ہے۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دیتا ہے کہ خیر دنیوی زندگی کے لئے بھی مفید ہے اور اخروی زندگی کے لئے بھی جبکہ شر دنیوی زندگی کے لئے بھی تباہ کن ہے اور اخروی زندگی کے لئے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب رسول خاتم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ان کے ذریعہ بھی خیر و

شر دونوں کی وضاحت فرمادی اور فرمایا: چونکہ ہم نے قوت مشاہدہ، عقل و شعور اور نطق و بیان کی صلاحیت بھی عطا فرمادی ہے اور خیر و شر کے دونوں راستے بھی واضح کر دئے ہیں اس لئے اب خیر و شر میں تمیز نہ کر پانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ارشاد ہوا:

أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ وَ لِسَانًا  
 وَ شَفَتَيْنِ وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ .  
 (البلد: ۸، ۱۰) ہونٹ؟ اور اس کو دونوں راہیں نہیں سجھا  
 کیا ہم نے اس (انسان) کو دو  
 آنکھیں نہیں دیں اور ایک زبان اور دو  
 دیں۔

ایک دوسری جگہ خیر کی راہ کو اختیار کرنے کا نام شکر گزاری بتایا اور شر کی راہ اختیار کرنے کو ناشکری سے تعبیر کیا۔ فرمایا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا  
 شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا .  
 (الدھر: ۳) ہم نے تو اسے راستہ دکھا دیا اب  
 چاہے وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکری  
 کرنے والا بنے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَ نَفْسٍ وَ مَآسَوَاهَا فَالْتَمَمَهَا  
 فُجُورَهَا وَ تَقْوَاهَا .  
 (الشمس: ۷، ۸) اور شاہد ہے نفس اور اس کی اعلیٰ  
 ساخت پس ہم نے اس کو الہام کردی  
 اس کی بدی اور اس کی نیکی۔

تو گویا اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کی وضاحت بھی کردی اور دونوں میں تمیز کی صلاحیت بھی عطا فرمادی، اس کے باوجود اگر کوئی بدی کی راہ اختیار کرتا ہے تو کرے۔ رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اس بدی کے انجام سے آگاہ کر دے۔ اسی کا نام انذار ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انذار و عذابوں سے کیا ہے، ایک عذاب وہ ہے جو رسول کی تکذیب کے نتیجہ میں دنیا میں آتا ہے اور دوسرا وہ عذاب ہے جو آخرت میں ہوگا۔

دنیا میں عذاب ان لوگوں پر آتا ہے جو افہام و تفہیم کے باوجود اپنی سرکشی اور تعدی سے باز نہیں آتے اور یہ عذاب اس لئے آتا ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ جہاں تک آخرت کے عذاب کا تعلق ہے تو وہی اصل عذاب ہے اور جو لوگ اس عذاب کے مستحق قرار پائیں گے ان کی ہمیشہ کی زندگی کلفت و اذیت کی ہوگی۔

دنیوی عذاب سے ڈرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ پہلے لوگوں کو بتا دو کہ الہ واحد کی عبادت کریں اور ہر طرح کے شرک سے اجتناب کریں، قرآن کو کتاب ہدایت مان کر اس کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ لیکن اگر وہ ان ہدایات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں تو انہیں دنیوی عذاب سے ڈراؤ۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ  
أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ  
صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُودَ.

(حم السجدة: ۱۳) عاد و ثمود پر نازل ہوا۔

عاد پر آنے والے عذاب کا ذکر یوں فرمایا

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا  
صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ  
لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ  
أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ.

(حم السجدة: ۱۶) کہیں سے بھی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

اور ثمود کے عذاب کے بارے میں فرمایا:

فَأَخَذْتَهُمْ صَاعِقَةً الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ. (حم)

تو ان کو عذابِ ذلت کے کڑ کے نے  
آدب و چا ان کی بد کرداریوں کی وجہ

(السجدة: ۱۷)

- سے -

اس حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت دی کہ پہلے تو تم اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ کیوں کہ وہ دعوت زیادہ نتیجہ خیز اور پائیدار ہوتی ہے جس کا آغاز اپنوں سے ہوتا ہے۔ فرمایا:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ.

اور تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو  
ڈراؤ۔

(الشعراء: ۲۱۴)

پھر حکم ہوا کہ اپنے شہر مکہ اور اس کے آس پاس والوں کو ڈراؤ۔ فرمایا:

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مَبَارَكٌ مُّصَدِّقٌ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا.

یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے  
اتاری ہے بابرکت، مصداق اپنے سے  
پہلے کی کتاب کی اور تاکہ تم ڈراؤ مکہ  
والوں اور اسکے آس پاس والوں کو۔

(الانعام: ۹۲)

اس کے بعد حکم ہوا کہ تمام بنی اسماعیل کو ڈراؤ۔ فرمایا:

وَلَكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ.

لیکن یہ تمہارے رب کا فضل ہے  
تاکہ تم ایک ایسی قوم کو ڈراؤ جن کے  
پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں  
آیا تھا تاکہ وہ بھی یاد دہانی حاصل  
کریں۔

(القصص: ۴۶)

اور آخر میں یہ حکم ہوا کہ سارے انسانوں کو ڈراؤ۔ فرمایا:

Marfat.com

اے نبی! اعلان کر دو کہ اے لوگو!  
میں تمہارے لئے صرف کھلا ہوا  
ڈرانے والا ہوں۔

قُلْ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا  
لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ.  
(الحج: ۴۹)

یہ دعوت کا ایک ناگزیر تدبیریحی عمل ہے اور یہ حکمت دعوت کے عین مطابق ہے۔

### دوسرا مرحلہ:

دعوت کا دوسرا تدبیریحی مرحلہ اعلان عام مع طلب نصرت الہی ہے۔ کافروں اور مشرکوں کی ریشہ دو انیاں جب بہت بڑھ جاتی ہیں اور رسول کے لئے دعوت کا کام مشکل سے مشکل تر ہو جاتا ہے تو اللہ کا رسول اپنے پروردگار سے درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! حالات بہت سخت ہیں، مسائل کا انبار ہے، مخالفتوں کا طوفان ہے، اس لئے اہل ایمان کا امتحان زیادہ سخت نہ کر اور اپنی نصرت و حمایت عطا فرما۔ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے لئے بھی جب حالات انتہائی سخت ہو گئے تو آپ ﷺ نے بھی پروردگار عالم سے دعا فرمائی:

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول  
جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے  
مواخذہ نہ کر اور اے ہمارے رب!  
ہمارے اوپر اس طرح کا کوئی بار نہ  
ڈال جس طرح کا بار تو نے ان لوگوں  
پر ڈالا جو ہم سے پہلے گزرے ہیں اور  
اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ  
نہ لا جس کے اٹھانے کی ہم میں

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا  
أَوْ أَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا  
إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن  
قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ  
لِنَابِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا  
وَارْحَمْنَا إِنَّتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا  
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ.  
(البقرة: ۲۸۶)

## قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

طاقت نہ ہو، اور ہمیں معاف کر،  
ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی  
ہمارا مولیٰ ہے سو کافروں کے مقابلہ  
میں ہماری مدد فرما۔

نبی کریم ﷺ نے جب یہ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی تسلی کے لئے پہلے تو یہ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، ابھی حالات ہر چند کہ ناسازگار ہیں لیکن یقین رکھو کہ سازگاری اسی ناسازگاری کے بطن سے پیدا ہوگی۔  
ایک بات تو اصولی طور سے ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا  
يُرِيْدُ بِكُمْ الْعُسْرَ.  
اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا  
ہے پریشانی نہیں چاہتا۔

(البقرة: ۱۸۵)

اور اب سنو!

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ  
يُسْرًا.  
عنقریب اللہ اس پریشانی کے  
بعد آسانی پیدا کرے گا۔

(الطلاق: ۷)

اور یہ بھی فرمایا:

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ  
مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا.  
تو یقیناً پریشانی کے ساتھ آسانی  
ہے، ہاں ہاں پریشانی کے ساتھ آسانی

(الشرح: ۶.۵) ہے۔

اور یہ بھی وضاحت فرمادی کہ دیکھو کامیابی ایمان اور عمل صالح میں ہی ہے، تاریخ  
انسانی اس بات پر شاہد عدل ہے۔ البتہ ابھی جو زحمتیں اور کلفتیں ہیں وہ ہماری حکمت اور

سنت کا حصہ ہیں اس لئے صبر کرو اور اپنا فریضہ دعوت ادا کرتے رہو۔ فرمایا:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.

زمانہ شاہد ہے کہ انسان خسارہ میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے، حق کی وصیت کی اور صبر کی تلقین کی۔

(العصر)

اور بالآخر آگے چل کر وہ مرحلہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کے ساتھیوں کی مدد کی، حق کو غلبہ عطا کیا اور باطل کو نابود کیا۔ دیکھئے غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ بے سرو سامان اہل ایمان کے مقابلہ میں ان سے تین گنا زائد مسلح فوجی جوان تھے، لیکن جنگ اہل ایمان ہی نے جیتی۔ اس کا ذکر قرآن نے اس طرح کیا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَ  
أَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ  
تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ  
يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ  
آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ بَلَى  
إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ  
فَوْرِهِمْ هَذَا يُمِدِّكُمْ رَبُّكُمْ  
بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ  
مُسَوِّمِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا  
بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ

اور یقیناً اللہ نے تمہاری مدد کی ہے بدر میں جب تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تا کہ تم شکر گزار رہو اور یاد کرو جب کہ تم اہل ایمان سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ چیز کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرو اور دشمن تمہارے اوپر آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان کئے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد

قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت

کرے گا اور یہ اللہ نے اس لئے  
کیا تا کہ تمہارے لئے خوش خبری ہو اور  
تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں  
اور مدد تو صرف اللہ ہی کے پاس سے  
آتی ہے جو غلبہ والا حکمت والا ہے۔

بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ  
اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.  
(آل عمران: ۱۲۳، ۱۲۶)

غزوہ حنین اور دوسرے مواقع کی مدد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان لفظوں میں فرمایا:  
اور بے شک اللہ نے بہت سے  
موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے  
دن بھی جب تمہاری کثرت نے تم کو  
ناز میں مبتلا کر دیا تھا لیکن وہ تمہارے  
کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت  
کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر  
کر بھاگے اس کے بعد اللہ نے اپنے  
رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل  
کی اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے  
نہیں دیکھا اور اللہ نے کافروں کو سزا

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي  
مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ  
أَعَجَبْتَكُمْ كَثَرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ  
عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ  
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ  
مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ  
عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَ  
أَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ  
الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ  
الْكَافِرِينَ. (التوبة: ۲۵، ۲۶)

دی اور کافروں کا بدلہ یہی ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے ہمیشہ کی تسلی کے یہ کلمات بھی

نازل فرمائے کہ:

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ

کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور

تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ



تمہارے قدموں کو جمادے گا  
 اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے لئے  
 تباہی ہے اور اللہ ان کے اعمال کو ضائع  
 کر دے گا ایسا اسلئے ہے کہ انہوں نے  
 اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے اتاری  
 ہے پس اللہ نے ان کے اعمال رائیگاں  
 کر دئے، کیا یہ لوگ ملک میں چلے  
 پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے  
 جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ نے  
 انہیں اکھاڑ پھینکا اور ان کافروں کے  
 سامنے بھی ان کی مثالیں آئی ہیں اور یہ  
 اس وجہ سے ہوا کہ اللہ اہل ایمان کا  
 کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز  
 نہیں۔

أَقْدَامَكُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعَسَا  
 لَهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ذَلِكَ  
 بَأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ  
 أَعْمَالَهُمْ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي  
 الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ  
 عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ  
 عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا  
 ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ  
 آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى  
 لَهُمْ.

(محمد: ۷۰، ۷۱)

اور یہ وضاحت بھی کر دی کہ ہماری راہ میں جو لوگ تکلیفیں اٹھائیں گے ہم نہ  
 صرف یہ کہ ان کی مدد کر کے انہیں دنیا میں غلبہ عطا کریں گے بلکہ آخرت میں بھی ہماری مدد  
 ان کے شامل حال رہے گی۔ فرمایا:

بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے  
 رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی  
 زندگی میں بھی اور اس دن بھی ان کی  
 مدد کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ  
 آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ  
 يَقُومُ الْأَشْهَادُ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ  
 الظَّالِمِينَ مَعْدِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ .  
گے جس دن ظالموں کو ان کی معذرت

(المومن: ۵۱، ۵۲) کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی ان کے

لئے لعنت ہوگی اور برا ٹھکانا ہوگا۔

اور خصوصیت کے ساتھ اپنے رسول کی تسلی کے لئے فرمایا:

كِتَابٌ أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَلَا  
يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ  
لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ .  
یہ ایک کتاب ہے جو تمہاری  
طرف اس لئے اتاری گئی ہے کہ تم ا  
سکے ذریعہ لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے دل  
میں کوئی تنگی نہ پیدا کرو اور یہ تو ان

(الاعراف: ۲)

لوگوں کے لئے یاد دہانی کا کام کرے  
گی جو ایمان لانے والے ہیں۔

### تیسرا مرحلہ:

دعوت کا تیسرا تدریجی مرحلہ اتمام حجت اور تکمیل دین کا ہے، اس مرحلہ میں رفتار کار  
میں بھی اضافہ ہوا ہے اور اہل کفر و شرک نے اپنی توانائی کا آخری قطرہ بھی نچوڑ دیا ہے۔  
اس مرحلہ میں آ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول سے فرمایا کہ اب تم ان کافروں اور  
مشرکوں کے سامنے تاریخ کا آئینہ واضح طور سے رکھ دو وہ خود ہی اس میں اپنی تصویر دیکھ  
لیں۔ مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی مکہ کی ابتدائی  
زندگی اور خانہ کعبہ کی تعمیر کے اصل مقصد کو ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا جو اس وقت خانہ  
کعبہ پر قابض تھے۔ لیکن وہ مقصد تعمیر کعبہ کو یکسر فراموش کئے ہوئے تھے۔ فرمایا:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ  
الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَ  
اور یاد کرو جب کہ ہم نے ابراہیم  
کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو ٹھکانا بتایا اس

طَهَّرُ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ  
وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ.  
(الحج: ۲۶)

ہدایت کے ساتھ کہ کسی چیز کو میرا  
شریک نہ ٹھہراؤ اور میرے گھر کو طواف  
کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع  
و سجد کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔

گویا اس آیت کے ذریعہ اہل مکہ کو یہ بتایا گیا کہ تمہارے باپ ابراہیم کے یہاں  
قیام کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ اسے توحید کی تعلیم کا مرکز بنائیں اور اللہ کے آگے جھکنے والوں  
کے لئے مواقع فراہم کریں اور ماحول سازگار بنائیں لیکن تم ہو کہ نام تو اپنے باپ کا بہت  
لیتے ہو مگر کام وہ نہیں کرتے جو وہ کرتے تھے ہم تمہارے سامنے ان کی زندگی کا آئینہ رکھ  
دے رہے ہیں اب آگے تم جانو۔

اس کے بعد بڑی تفصیل سے بتایا کہ مشرکین نے دین ابراہیم میں کیا کیا بدعتیں  
گھسادی ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے کیوں کہ اگر اب بھی اصلاح نہیں ہوئی تو  
پھر کبھی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک بدعت تو انہوں نے یہ ایجاد کر لی تھی کہ قربانی کے جانوروں  
کو اللہ کے نام سے قربان کرنے کے بجائے اپنے اصنام کے نام سے قربان کرنا شروع کر  
دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ہدایت یہ دی:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي  
اَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ  
بِهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ.

اور ان چند خاص دنوں میں ان  
چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے  
ان کو عطا فرمائے ہیں۔

(الحج: ۲۸)

اسی حوالہ سے ایک دوسری بدعت انہوں نے یہ ایجاد کر لی تھی کہ وہ قربانی کے گوشت  
نہ خود کھاتے تھے اور نہ کسی کو کھلاتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ گوشت دیوتاؤں کے لئے  
ہیں، وہ خود اس سے لذت اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کی ہدایت

یوں فرمائی:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعَمُوا  
البائس الفقير (الحج: ۲۸) فاقہ کش فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

اسی طرح ایک بدعت انہوں نے یہ ایجاد کر لی تھی کہ بعض جانوروں کا گوشت مردوں کے لئے تو حلال مانتے تھے لیکن عورتوں کے لئے اسے حرام قرار دیتے تھے، علاوہ ازیں وہ کہتے تھے کہ فلاں چوپایوں پر سواری حلال ہے اور فلاں پر حرام۔ اس سلسلہ میں ہدایت یہ ہوئی:

وَأَحَلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا  
مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ  
مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ  
الزُّورِ.  
اور تمہارے لئے سارے  
چوپائے حلال کئے گئے ہیں سوائے ان  
کے جن کی تفصیل تمہیں بتا دی گئی ہے تو  
تم بتوں کی گندگی سے اجتناب کرو اور  
(الحج: ۳۰) جھوٹ بات سے بچو۔

اسی طرح ایک بدعت انہوں نے یہ گھڑی تھی کہ جو جانور ہدی یا نیاز کے لئے نامزد کر دئے گئے ان سے کسی قسم کا تمتع جائز نہیں ہے، نہ ان پر سواری کی جاسکتی ہے، نہ ان کا دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور قسم کا انتفاع کیا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں یہ ہدایت دی گئی کہ:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ  
مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ  
الْعَتِيقِ.  
اور تمہارے لئے ان (ہدی کے  
جانوروں میں) ایک خاص وقت تک  
مختلف قسم کی منفعتیں ہیں پھر ان کو  
قربانی کے لئے قدیم گھر (خانہ کعبہ)  
کی طرف لے جانا ہے۔  
(الحج: ۳۳)

اس طرح کی متعدد بدعات اور خرافات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ اگر لوگ ان ہدایات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور وہ تمہارے لائے ہوئے اصول کی تکذیب کرتے ہیں تو تم پر نشان مت ہو، اتمام حجت تمہارا فرض ہے۔ ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے، پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ان کی قوم نے وہی سلوک کیا ہے جو آج یہ تمہارے ساتھ کر رہے ہیں۔ فرمایا:

وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ  
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَ  
ثَمُودٌ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ  
وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ  
مُوسَىٰ فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ  
أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ  
فَكَأَيُّنَ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ  
ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا  
وَبِئْسَ مَعْطَلَةٌ وَاقْصِرْ مَسِيدِ.

(الحج: ۴۲، ۴۵)

اور اے نبی! اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کر رہے ہیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں ان سے پہلے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم ابراہیم، قوم لوط اور مدین کے لوگ بھی تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی گئی تو میں نے ان کافروں کو ڈھیل دی پھر ان کو دھر لیا تو دیکھو کیسی ہوئی میری پھٹکار اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ان کے ظلم کی حالت میں ہم نے ہلاک کر دیا پس وہ اپنی چھتوں پر ڈھٹی پڑی ہیں اور کتنے ہی ناکارہ کنوئیں اور پختہ محل ہیں جو ویران پڑے ہیں۔

اتمام حجت کے اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے اظہار و اعلان کے لئے دیگر مخلوقات کائنات کی تسبیح کا حوالہ بھی دیا ہے تاکہ لوگوں کو یہ بتا دیا جائے کہ تمہارا یہ انکار اور انکار پر اصرار تمہاری کس تصویر کو نمایاں کر رہا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ  
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  
وَالطَّيْرُ صٰفٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ  
صَلٰتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا  
يَفْعَلُوْنَ.

دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی کی تسبیح  
کرتے ہیں وہ سب جو آسمانوں  
اور زمین میں ہیں اور پرندے بھی  
پروں کو پھیلائے ہوئے۔ ہر ایک کو  
اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ باخبر

(النور: ۲۱) ہے اس چیز سے جو وہ کر رہے ہیں۔

اس آیت میں منکرین توحید سے کہا گیا ہے کہ کائنات کی ساری مخلوقات تو اللہ کی  
عظمت و کبریائی کے گن گاتی ہیں لیکن تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس قدر افہام و تفہیم کے  
باوجود توحید کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہو؟

بنی اسرائیل حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کے سب سے بڑے منکر تھے  
حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی دعوت کے ابتدائی دونوں مراحل میں ان کے پیغمبروں اور  
کتابوں کا حوالہ دے کر انہیں اپنی نبوت و رسالت کا قائل بنانے کی کوشش کی لیکن وہ قائل  
نہیں ہوئے، ابتدا میں تو وہ خود سامنے نہیں آتے تھے محض کفار و مشرکین کو آنحضرت ﷺ  
کے خلاف استعمال کرتے تھے لیکن بعد میں خود بھی سامنے آگئے اور انہوں نے یہ کہنا  
شروع کر دیا کہ جناب! ہم تو پہلے ہی سے اپنے نبیوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں، اب  
آپ ہم سے کس ایمان کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ اتمام حجت کے اس مرحلہ میں اللہ تعالیٰ  
نے اپنے آخری رسول سے فرمایا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ کیا نبیوں کو قتل کرنا ایمان کی  
علامت ہے؟ فرمایا:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا  
اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَا اَنْزَلَ  
عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَّرٰٓءَهُ  
وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ  
اس چیز پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اتاری  
ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اس چیز پر  
تو ہم ایمان رکھتے ہی ہیں جو ہم پر

اتاری گئی ہے اس طرح وہ اس  
کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہی  
حق ہے اور مطابق ہے ان پیشین  
گوئیوں کے جو ان کے یہاں پہلے  
سے موجود ہیں ان سے پوچھو کہ پھر تم  
اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے کیوں قتل  
کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو؟

فَلِمَا تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ  
مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(البقرة: ۹۱)

اسی طرح نبی اسرائیل کی بد عہدی کا حوالہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول  
سے فرمایا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ وہ کون سا ایمان ہے جو تمہیں بد عہدی سکھاتا ہے؟ فرمایا:

اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم سے

عہد لیا تھا اور تمہارے اوپر طور کو اٹھایا اور  
حکم دیا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس  
کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور سنو اور مانو  
تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور نہیں  
مانا اور ان کے اسی کفر کے سبب ان کے  
دلوں میں کچھڑے کی پرستش رچ بس گئی  
۔ اے نبی! تم ان سے کہو کہ اگر تم مومن  
ہو تو کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کا تمہارا  
ایمان تم کو حکم دے رہا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَ

رَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ خُلُّوْا مَا

آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَأَسْمَعُوا قَالُوا

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَشْرَبُوا فِي

قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ

بِسْمَايَا أَمْرُكُمْ بِهِ إِيْمَانُكُمْ إِنْ

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

(البقرة: ۹۳)

اور یہود تو اللہ کے رسول کی مخالفت میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ وہ اللہ

اسکے فرشتوں اور اسکے دیگر نبیوں تک کے دشمن بن گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ میں

اپنے رسول سے فرمایا کہ اب تم صاف صاف ان کو بتادو کہ ایسے حق کے دشمنوں کا اللہ بھی دشمن بن گیا ہے اب یہ اپنی اس دنیوی زندگی کی بھی خیر منائیں اور آخرت میں تو بتا ہی ان کا مقدر ہے ہی۔ قرآن کے متعدد مقامات پر یہود کی بے راہ روی کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور رسول سے کہا گیا ہے کہ اب انہیں ان کی کمزوریوں سے آگاہ کر کے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔ یہ لوگ نہ ایمان لانے والے ہیں اور نہ کوئی بات ہی سمجھنے والے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ	اے نبی! کہہ دو کہ جو جبریل کا
فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَيَّ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ	مخالف ہوا تو وہ جان لے کہ جبریل
مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَ	نے اس کلام کو تمہارے دل پر اللہ کے
بُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ مَنْ كَانَ عَدُوًّا	حکم سے اتارا ہے، ان پیشین گوئیوں
لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَ	کے مطابق جو ان کے یہاں پہلے سے
مِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ وَ	موجود ہیں اور یہ ہدایت و بشارت ہے
لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَ	اہل ایمان کے لئے جو اللہ، اس کے
مَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ أَمْ	فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل و
وَكَلَّمَا عَاهَلُوا عَهْدًا نَبَذَهُ فَرِيقٌ	میکائیل کے دشمن ہوئے تو ایسے
مِنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَمَّا	کافروں کا اللہ بھی دشمن ہے اور ہم نے
جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ	تمہارے اوپر نہایت واضح دلیلیں
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ	اتاری ہیں ان کا انکار صرف عہد شکن
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ	ہی کر سکتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اسے
وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَانَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ	اٹھا پھینکے گا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان
وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ	سے عاری ہیں اور جب ان کے پاس
مُلْكٍ سَلِيمٍ أَمْ	اللہ کی طرف سے ایک رسول ان پیشین



گوئیوں کے مطابق آیا جو ان کے پاس موجود ہیں تو جن کو کتاب دی گئی تھی انہی نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے پھینکا جیسے وہ اس سے آشنا ہی نہیں ہیں اور ان چیزوں کے چکر میں پڑ گئے جو سلیمان کے عہد میں شیاطین پڑھتے پڑھاتے تھے حالانکہ سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا۔ یہی لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور یہ اس چیز میں پڑ گئے جو بابل میں دونوں فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی تھی۔ حالانکہ یہ کسی کو سکھاتے نہیں تھے جب تک اسکو خبردار نہ کر دیں کہ ہم آزمائش کے لئے ہیں تو تم کفر میں نہ پڑ جانا۔ پس یہ لوگ ان سے وہ علم سیکھتے تھے جس سے میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکیں حالانکہ ان کو یہ پتہ تھا

كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ  
كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ  
وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمَلَائِكِينَ بَابِلَ  
هَارُوتَ وَ مَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ  
مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ  
فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا  
يُفْرَقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ  
وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا  
بِإِذْنِ اللَّهِ وَ يَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ  
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ  
اشْتَرَاهُ مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ  
خَلَاقٍ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ  
أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَلَوْ  
أَنَّهُمْ آمَنُوا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ  
عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ.

(البقرة: ۹۷-۱۰۳)

کہ جس نے اس چیز کو اختیار کیا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا، اے کاش وہ اس کو سمجھتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کا ثواب ان کے لئے بہتر تھا، کاش وہ سمجھتے۔ (ترجمہ)

اس طرح کے سیکڑوں مقامات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اتمام حجت کا حکم دیا ہے۔ اسی اتمام حجت کے ساتھ دین کی تکمیل بھی کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ  
دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي  
وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا.  
آج میں نے تمہارے دین کو  
تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی  
نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین  
(المائدة: ۳) اسلام کو پسند کیا۔

اور ایک اہم بشارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی انتہائی کامیابی کے ساتھ فریضہ دعوت سے سبکدوشی کا اعلان بھی فرمایا۔ فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ  
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ  
اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ  
وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.  
جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور  
تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ فوج در فوج اللہ  
کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے  
رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ اور  
اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ  
(النصر:)

بڑا معاف کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے۔ اب میرا وقت پورا ہو گیا۔ (مسند احمد) ان تینوں مراحل کے بیان سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ انذار کا مرحلہ ابلاغ عام اور اتمام حجت سے یکسر خالی ہے۔ اسی طرح ابلاغ عام کے مرحلہ میں انذار اور اتمام حجت نہیں رہا ہے۔ اور اسی طرح اتمام حجت کے مرحلہ میں انذار اور ابلاغ کا پہلو بالکل غائب رہا ہے بلکہ دعوت کے ان تدریجی مراحل کے ذکر سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ

پہلے مرحلہ میں اصل توجہ انذار پر دوسرے مرحلہ میں اصل توجہ دعوت کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے پر اور تیسرے مرحلہ میں زیادہ توجہ اتمام حجت پر مرکوز نظر آتی ہے۔ ہر مرحلہ کے ایام میں دوسرے مراحل کا کام بھی ہوتا رہا تھا لیکن اصل زور اسی کام پر رہا ہے جو اس مرحلہ کا تقاضا تھا۔

سیرت رسول ﷺ کے ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو حضرت عائشہؓ کے اس جواب کی معنویت بآسانی سمجھ میں آجائے گی جو انہوں نے حضرت قتادہؓ کے استفسار پر دیا تھا۔

قتادہ نے کہا کہ میں نے ام	قال قتادة : قلت : يا ام
المؤمنين (حضرت عائشہؓ) سے عرض کیا	المؤمنين أنبئني عن خلق
کہ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے خلق	رسول الله ﷺ. قالت : ألسنت
کے بارے میں بتائیے تو انہوں نے	تقرأ القرآن؟ قلت : بلى!
پوچھا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟	قالت : فان خلق نبي الله ﷺ
میں نے کہا: کیوں نہیں! تو فرمایا تو بس	كان القرآن.

(مسلم و ابوداؤد)

اللہ کے نبی کا خلق یہی قرآن تھا۔  
اللهم وفقنا لطاعة رسول الله ﷺ كما تحب وترضى.



## ادارہ کی چند اہم مطبوعات

1300	ابن رشد مترجم ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی	بداية المجتہد ونہایة المقتصد
320	فیصل احمد ندوی	تفسیر اور اصول تفسیر
560	علامہ سید سلیمان ندوی	تاریخ ارض القرآن
560		قرآن مجید کی تفاسیریں چودہ سو برس میں
350	پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی	شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات
360	ڈاکٹر شکیل اوج	قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ
300	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی	برصغیر میں مطالعہ قرآن
350	ترجمہ: ابو مسعود اظہر ندوی	اسلام یہ ہے (علامہ محمد غزالی)
560	غظریف شہباز ندوی	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
350	ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی	سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کا جائزہ
1600	مولانا ضیا الدین اصلاحی	تذکرہ المحدثین (3 جلد)
460	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	اسلام اور جدید فکری مسائل
220	ڈاکٹر اقبال احمد محمد اسحاق	رہبر تخریج حدیث
680	ڈاکٹر اقبال احمد محمد اسحاق	تاریخ تحفظ سنت اور خدمات محدثین
320	پروفیسر اختر الواسع	فقہ اسلامی (تعارف اور تاریخ)
360	شاہ معین الدین ندوی	دین رحمت
360	مولانا عبدالقدوس ہاشمی	مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ
280	ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی	اسلامی فقہ کے اصول مبادی
300	سید اعجاز حیدر	معلم لغة القرآن (نیا ایڈیشن)
340	مولانا حبیب الرحمن الاعظمی	تعدیل رجال بخاری
260	مولانا سلطان احمد اصلاحی	عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل

مکتبہ قاسم العظیمی

رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 54000